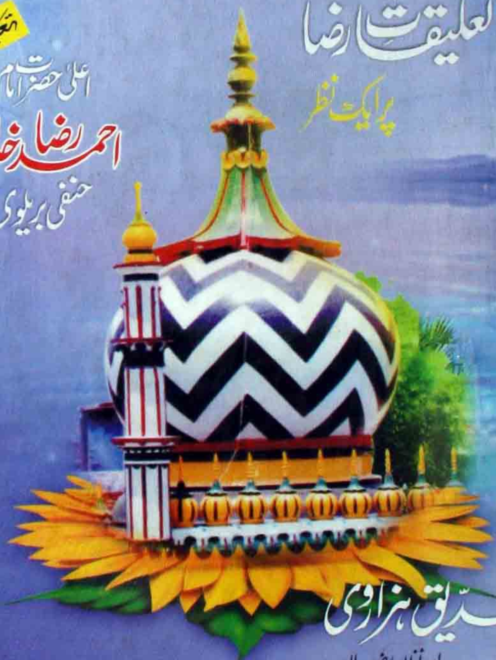
تعلیقاتِ رضا

مع تعلیقاتِ رضا پر ایک نظر

تعلیق نگار
اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا خان
حنفی بریلوی



ترجمہ و تحقیق
علامہ محمد صدیق ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نظر ثانی محمد رضاء الحسن قادری

کرمانوالہ بک شاپ

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار
معالم التنزیل (تفسیر البغوی)

پر حواشی

تعلیقات رضا

مع

تعلیقاتِ رضا پر ایک نظر

تعلیق نگار
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و تحقیق
علامہ محمد صدیق ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نظر ثانی
محمد رضاء الحسن قادری

کرمانوالہ بک شاپ
Ph: 042 7249 515

بفیضانِ کرم

حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ

شمیم باغ ولایت

- حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

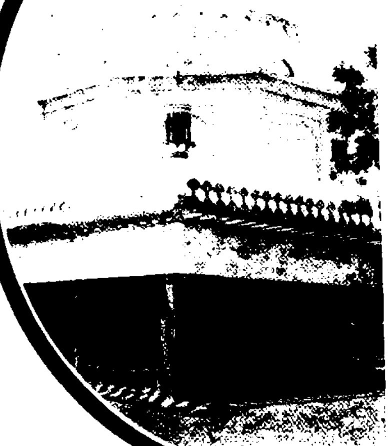
منظر بدر طریقت

- حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ العالی

زیر نگرانی

سید میر طیب علی شاہ بخاری

سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف



[illegible]

حاجی انعام اللہ طبی نقشبندی برکاتی

زیر اہتمام

سمیع اللہ برکت

سیف اللہ برکت

اشاعت دسمبر 2007ء

قیمت 180 روپے

عرضِ ناشر

الحمد لله ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ و اولیاء امتہٖ و علماء ملّتہٖ اجمعین۔ امّا بعد!

بحمداللہ تعالیٰ اِدارہ ''کرمانوالہ بُک شاپ'' عرصہ پانچ سال سے علمی وقلمی میدان میں دینِ اسلام کی خدمت کیلئے سرگرمِ عمل ہے اور اِسلامی تعلیمات کی ترویج واِشاعت کے سلسلے میں بفضلہٖ تعالیٰ اِس مختصر سے عرصے میں قریباً ۵۰ چھوٹی بڑی کتب منظرِ عام پر لانے کا شرف حاصل کرچکا ہے۔ اِن کے علاوہ اور بھی بہت سی علمی وتحقیقی ،فکری واِصلاحی کتب پر بڑے زور وشور سے کام جاری ہے۔دُعا ہے کہ اللہ رحیم وکریم اپنے کمال فضل وکرم سے تمام زیرِ طبع، زیرِ تکمیل ،زیرِ ترتیب اور زیرِ غور کام بخیر وعافیت مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت سے آج اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیماتِ حقہ کا شہرہ اپنی تابانیوں اور جولانیوں کے ساتھ چہاردانگ عالم میں پھیل چکا ہے۔ دِن بدن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل ،تصانیف وفتاوٰی پر صاحبانِ علم وتحقیق کام کررہے ہیں اور صاحبانِ دولت وثروت ان تحقیقات کو جدید اور پیارے انداز میں چھاپنے کی سعادت بھی حاصل کررہے ہیں۔فتاوٰی رضویہ جو تینتیس ضخیم مجلدات پر محیط ہے اور فقہِ حنفی کا بحرِ ذخار اور اِنسائیکلو پیڈیا ہے،رضا فاؤنڈیشن لاہور کے زیرِاہتمام تخریج وتحقیق کے ساتھ شائع ہوا،اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اِس کے علاوہ بھی بہت سی تصانیفِ مبارکہ بہترین انداز میں چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔کئی رسائل کے انگریزی، ہندی،عربی ودیگر زبانوں میں تراجم بھی ہوچکے ہیں۔فالحمد لله علٰی ذٰلك۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی دوقسمیں ہیں:

۱-تصنیفات ۲-تعلیقات

تصانیف پر بہت کام ہوا اور ان میں سے اکثر و بیشتر مطبوع بھی ہیں مگر خزائنِ علمیہ اور تحقیقاتِ نادِرہ کا ایک معتد بہا حصہ ''تعلیقات'' تحقیق و اشاعت کے شرف سے چنداں محروم رہا۔ اب تک ہماری ناقص معلومات کے مطابق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی یا دیگر کتب مختلفہ پر لگائی گئی تعلیقات و حواشی میں سے زیادہ سے زیادہ بیس پچیس چھپی ہوئی ہوں گی، اِس سے زیادہ ہرگز نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوٰی شریفہ (جو کثیر ہا فتاوٰی کے علاوہ تقریباً ۲۱۰ رسائل کا مجموعہ بھی ہے) تو علوم و معارِف کا خزینہ و گنجینہ ہے ہی مگر اپنی ''تعلیقات'' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو علمی جواہر دِکھائے ہیں، اُس کے مطالعہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد ذہانت، دِقتِ نظر اور تبحّرِ علمی کا اَندازہ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس کہ یہ گنج ہائے گرانمایہ ہماری دسترس سے بہت دُور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر و حدیث و فقہ اور ان کے متعلقات نیز سیر و سوانح، تصوُّف، عقائد و کلام، علومِ لسانیہ اور علومِ عقلیہ و نقلیہ کی مُعتبر و مستند کثیر التعداد کتب پر حواشی تحریر فرمائے۔ اِن مُتنوع الموضوعات حواشی کی تفصیل کتاب کے آخر میں مُلحق فہرست میں مُلاحظہ فرمائیں!

بہت سال پہلے علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری'' کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب مرتب فرمائی جس میں اُنہوں نے ۲۴ تعلیقات و حواشی کے عکوس مع تعارُفِ متن و صاحبِ متن اور ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا۔ اِن عکسی حواشی کی اِفادیت صرف خواص تک ہی محدود رہی، عوام اِس سے بے بہرہ تھے مگر یہ بات ضرور تھی کہ ایک اچھا خاصا علمی مواد محفوظ ہو گیا تھا۔ اِسے علامہ سید ریاست علی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی اِدارۂ تحقیقاتِ امامِ احمد رضا کراچی نے شائع کیا۔ ''تعلیقات'' اکثر عربی میں ہیں، معدودے چند ہی اردو یا فارسی زبان میں ہیں۔ اس لیے عوامی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے عربی و فارسی حواشی کو اردو میں منتقل کرنا بہت ضروری تھا۔ ساتھ ہی ساتھ مشکل مقامات کی وضاحت کے لیے حواشیٔ مفیدہ کا اِلتزام بھی ہونا چاہیے تھا۔ ''کرمانوالہ بُک شاپ'' نے اِن تمام ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے اِس علمی و

تحقیقی مگر تدقیقی کام کو جدید اور بہترین انداز میں منظرِ خاص و عام پر لانے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ نئی کتابت، تخریجِ حوالہ جات، اُردو ترجمہ مع اصل حواشی اور خوبصورت چھپائی سے ''تعلیقاتِ رضا'' کو مزین کیا جارہا ہے۔ تو ہماری تعلیقات کی اِس پہلی سیریل میں دو حواشی درزبانِ عربی باترجمۂ اُردو مختصر شرح متعلقہ فقہ و تفسیر ہیں:

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار للطحطاوی

۲- معالم التنزیل للبغوی

دونوں متون چار چار اجزاء پر مشتمل ہیں۔ اوّل الذکر متن کے ۲۶۷ جبکہ ثانی الذکر متن کے ۳۲ مختلف مقامات پر تعلیق کی گئی ہے۔ علامہ محمد صدیق ہزاروی صاحب دامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَۃُ نے اِن پر تحقیق و ترجمہ کیا ہے جنہیں پہلی مرتبہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے یکے بعد دیگرے شائع کیا تھا۔ تفسیر البغوی کا حاشیہ رضا اکیڈمی ممبئی سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اب ہم یہ دونوں حواشی یکجا طبع کر رہے ہیں۔ اِس ایڈیشن میں گزشتہ مطبوعہ کی اکثر خامیاں اور غلطیاں دُور کر دی گئی ہیں اور اسے نئی کمپوزنگ و تصحیح کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ بلاشبہ ہمارا یہ ایڈیشن سابقہ ایڈیشنز سے ہر طرح بہتر ہوگا۔ آخر میں محمد رضاء الحسن قادری حفظہ اللہ کی مرتبہ فہرست ''تعلیقاتِ رضا پر ایک نظر'' شامل کی گئی ہے جس میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ اللہ کی محشّٰی کتب کی فہرست و صاحبِ متن کا نام، ساتھ ہی حاشیہ کی زبان اور مطبع کا نام دِیا گیا ہے۔ نیز جن حواشی پر تحقیق ہو چکی ہے اُن محققین کے نام بھی حاشیہ میں مندرج ہیں۔ رضویات پر کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک اہم چیز ہے۔

ہمارا آئندہ ''تعلیقات'' کا شیڈول درجِ ذیل ہے:

۱- حاشیہ بر اِرشاد الساری شرح صحیح البخاری تحقیق و ترجمہ از علامہ غلام مصطفٰی عقیل بخاری

۲- حاشیہ بر الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ تحقیق و ترجمہ از علامہ علی احمد سندھیلوی

۳- حاشیہ بر فتاوٰی خیریہ تحقیق و ترجمہ از مفتی محمد خان قادری

۴- حاشیہ بر شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور تحقیق از محمد رضاء الحسن قادری

۵- حاشیہ بر المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ تحقیق از محمد رضاء

الحسن قادری

٦- حاشیہ بر کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون تحقیق از محمد رضاء الحسن قادری

٧- حاشیہ بر سنن دارمی تحقیق از محمد رضاء الحسن قادری

٨- حاشیہ بر خیالی علیٰ شرح العقائد تحقیق از محمد حُسین رضا قادری

٩- حاشیہ بر غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی تحقیق از محمد حُسین رضا قادری

١٠- حاشیہ بر حموی علی الاشباہ والنظائر تحقیق از محمد حسین رضا قادری

١١- حاشیہ بر العقود الدرّیہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ از ڈاکٹر محمد اسماعیل

''تعلیقاتِ رضا'' کے حوالے سے آئندہ ہمارا ایک بڑا پروجیکٹ یہ ہے کہ ان پر تحقیق کر کے بلا ترجمہ باعتبارِ موضوع یا بلا امتیازِ موضوع ٨/٣٠×٢٠ تقطیع میں بحسن وخوبی شائع کیا جائے۔ اگر علمائے محققین نے اس سلسلے میں ہم سے تعاون کیا تو کوشش یہی ہوگی کہ پہلے قرآنیات پھر حدیث پھر فقہ اسی طرح بتدریج موضوعات پر کام کیا جائے۔ و باللہ التوفیق۔

اب تک تو ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے کچھ شائع نہیں کر پائے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وکردار کے حوالے سے ایک کتاب ''امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور تصوّف از علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی مع امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور تعلیماتِ تصوّف از سید محمد اعجاز برنی مرتبہ محمد رضاء الحسن قادری'' چھاپنے کا ہمیں بھی شرف حاصل ہے۔

ان شاء اللہ العزیز ''تعلیقاتِ رضا'' کے حوالے سے ہمارا یہ مہتم بالشان کام ایک بلند پایہ حیثیت کا حامل ہوگا جس کی ابھی ''بسم اللہ شریف'' ہو رہی ہے۔ اللّٰھمّ زد فزد۔

علمائے کرام ومحققینِ رضویات سے گزارش ہے کہ وہ اِس سلسلے میں حتّی المقدور ہمارے ساتھ مُعاونت فرمائیں اور اِس تحقیقی منصوبے کو پروان چڑھانے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔ ہمارے شعبۂ تصنیف وتالیف کے نگران ''محمد رضاء الحسن قادری حفظہ اللہ'' سے اس سلسلے میں رابطہ مناسب ترین ہوگا۔ ان کا موبائل نمبر یہ ہے: 0321-9425765۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیبِ رءوف رحیم کے صدقے میں ہماری مساعی کو اپنے دربارِ پُر انوار میں قبول فرما کر ہمارے لیے آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

اللہ ربّ العالمین ادارہ کے منسلکین، متعلقین کو دین و دُنیا کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ علماء و مشائخِ اسلام کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔ ہمارے والدِ محترم اور ادارہ کے سرپرستِ اعلیٰ الحاج انعام اللہ ظہی نقشبندی برکاتی کو اللہ ﷻ اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

ناشران

سمیع اللہ برکت

سیف اللہ برکت

۱۴ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

۳۰ جولائی ۲۰۰۷ء بروز پیر شریف

حرفِ آغاز

الحمد للہ العظیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تقریباً پچاس علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار علمی تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ خصوصاً بڑے سائز کی بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ جو علوم وفنون کا مستقل انسائیکلوپیڈیا ہے، آپ کی علمی کاوشوں اور اجتہادی بصیرت کا نادر شاہکار ہے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی کم وبیش تمام کتب متداولہ پر حواشی تحریر فرمائے جن میں کچھ چھپ چکے ہیں جبکہ بعض منتظرِ طباعت ہیں۔

جناب سید ریاست علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ (سابقہ منیجر ٹیلیفون انڈسٹریز آف پاکستان کراچی سیلز ڈیپارٹمنٹ) نے ۱۹۷۹ء میں بریلی شریف میں قیام کے دوران اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ورسائل کے بارے مختلف حضرات سے تبادلہ خیال کیا جو سودمند ثابت ہوا اور اس کے نتیجے میں حضرت مولانا خالد علی خان صاحب (نواسۂ حضرت مفتیٔ اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی) نے اُن کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے باسٹھ (۶۲) غیر مطبوعہ حواشی اور کچھ مطبوعہ رسائل مہیا فرمائے۔

اہلِ سنت وجماعت ہر دو حضرات کے ممنونِ احسان ہیں کہ انہوں نے حضرت فاضل بریلوی کی علمی وتحقیقی کاوشوں سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

زیرِ نظر حواشی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، معالم التنزیل (تفسیر البغوی) پر فاضل بریلوی کی علمی تعلیقات ہیں جن کی تحقیق اور ترجمہ کے ضمن میں راقم نے حتی المقدور سعی کی ہے۔ تاہم علمی بے بضاعتی کے پیشِ نظر کوتاہی کا اعتراف ہے اور قارئین سے مفید مشوروں اور اصلاح کی نصرف توقع بلکہ اپیل ہے۔

قابلِ قدر اساتذۂ کرام حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت

علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَۃُ نے قدم قدم پر راہنمائی فرما کر میرے لیے اسے سہل بنایا اور حضرت علامہ مولانا علی احمد سندیلی ﷾ نے نظرِ ثانی کے ذریعہ تعاون فرمایا۔ راقم ان حضرات کا تہِ دل سے ممنون ہے۔

''کرمانوالہ بک شاپ'' اہلِ سنت و جماعت کے لیے قیمتی سرمائے سے کم نہیں۔ اس مکتبے کے نوجوان پبلشرز سمیع اللہ برکت اور سیف اللہ برکت دِن رات اسی کوشش میں سرگرداں ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ نادر علمی ذخیرہ بہترین انداز میں اہلِ علم تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ ۲۵ سال قبل چھپنے والی ''تعلیقاتِ رضا'' مع ترجمہ و مختصر شرح دوبارہ نئی آب و تاب کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ یہ ان کے علمی ذوق کی روشن دلیل ہے۔ اللہ ﷻ ان کی اس کاوش کو اپنے دربارِ عالیہ میں مقبول و منظور فرمائے اور اِس ادارہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

محمد صدیق ہزاروی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار

پر حواشی

تعلیقاتِ رضا 1

تعلیق نگار :-

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی بریلوی

ترجمہ و تحقیق

علامہ محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نظرِ ثانی

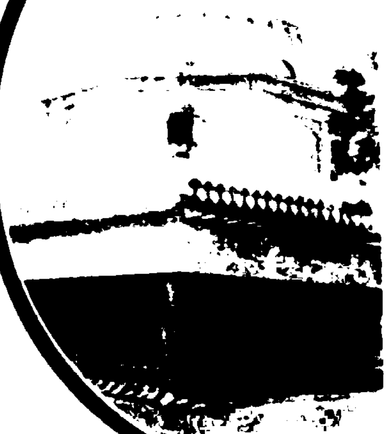
محمد رضاء الحسن قادری

کرمانوالہ بُک شاپ

بفیضانِ کرم

حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے



شمیم باغ ولایت
- حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منبع ہدایت
- حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ

حضرت پیر
سید میر طیب علی شاہ بخاری

سجادہ نشین حضرت کرماں والا شریف

حاجی انعام اللہ مفتی نقشبندی برکاتی

سیف اللہ برکت
سیف اللہ برکت

اشاعت: 2007ء
قیمت: 180 روپے

فہرست

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

علم و فضل کے نیّرِ تاباں اور آفتاب درخشاں امام احمد رضا بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا شمار اُن نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جن پر خود زندگی ناز کرتی ہے۔ آپ ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ/ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء میں بریلی شریف (بھارت) کے ایک علمی و روحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ والدِ ماجد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (متوفّی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۷ء) اپنے وقت کے جید عالمِ دین تھے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال کی عمر میں قرآنِ مجید ناظرہ ختم کیا اور تیرہ برس کی عمر میں صرف، نحو، ادب، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، اُصول، معانی و بیان، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، منطق، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ تمام علومِ دینیہ وعقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سندِ فراغت حاصل کی اور اِسی روز مسئلۂ رضاعت پر پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

آپ کو مذکورۂ بالا علوم کے علاوہ تاریخ، لُغت، ارثماطیقی، جبر و مقابلہ، حساب، سِتینی، لوگارثمات، توقیت، اکر، زیجات، مثلثِ کُروی، مثلثِ سطح، ہیئتِ جدیدہ، جفر، علم الفرائض، عروض وقوافی، نجوم، نظم ونثرِ فارسی، نظم ونثرِ ہندی، خطِ نسخ، خطِ نستعلیق وغیرہ فنون میں کمال حاصل تھا۔ درس و تدریس، فتاویٰ نویسی، تصنیف و تالیف، احیائے اسلام، رد بدعات و منکرات اور تجدیدِ عشقِ رسالتِ مآب جیسی اہم مصروفیات سے بھرپور زندگی کے تقریباً اڑسٹھ سال گزارنے کے بعد آپ نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو اس دارِفانی سے کُوچ کر کے ابدی زندگی حاصل کی۔

علّامہ سیّد احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

فقہ حنفی کے مفتی شہیر علّامہ سیّد احمد بن محمد بن اسماعیل دو قاطی طحطاوی سیّد محمد نوح قادری رومی کی اولاد سے تھے۔ آپ کے والد ماجد اسیوط (مصر) کے قریب مقامِ "طحطا" میں سکونت پذیر تھے اور وہیں علّامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ تشریف لے گئے اور مفتی حنفیہ مقرر ہوئے۔ علم فقہ کے حصول کیلئے آپ نے شیخِ وقت شیخ محمد حریری قُدِّسَ سِرُّہٗ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

علّامہ طحطاوی علم و فضل میں یکتائے روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل درمختار پر حاشیہ، نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح پر حاشیہ اور موزوں پر مسح کے بارے میں رسالہ آپ کے رشحاتِ قلم سے ہیں۔ تحقیق و تدقیق سے مزیّن یہ تصانیف شہرتِ تامہ رکھتی ہیں اور آپ کی فقہی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مشہور حنفی فقیہ علّامہ ابن عابدین شامی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے رد المحتار کی تصنیف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی سے استفادہ کیا۔

۱۵ رجب المرجب ۱۲۳۱ھ کو آپ کا وصال ہوا۔[1]

۱۔ عمر رضا کحالہ — معجم المؤلفین ۲/۸۱
اسمٰعیل پاشا بغدادی — ہدیۃ العارفین ۱/۱۸۴
فقیر محمد جہلمی — حدائق الحنفیہ صفحہ ۴۶۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

1–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امام سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کی تشریح میں لفظ ''اسم'' کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یا تو یہ سِمُوٌّ سے مشتق ہے یا وِسْمٌ سے۔ اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرے قول کے قائل کوفی ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کوفیوں کے نزدیک اسم کا وِسْمٌ سے مشتق ہونا باب القلب سے ہے جیسے اَدْؤُرٌ اصل میں اَدْوُرٌ تھا، واؤ کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور اَنْیُقٌ دراصل اَیْنُقٌ تھا۔

2–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

''بسم اللہ'' میں ''ب'' کے ظرف کا ذکر کرتے ہوئے امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور شارحین اور عام مفسرین کے نزدیک حرفِ جار کا متعلَّق اَقْرَأُ ہے جو بسم اللہ کے بعد مقدر ہے اور یہاں پانچ امور ہیں: متعلَّق فعل ہو، فعل مضارع ہو، خاص فعل ہو، محذوف ہو اور مؤخر ہو۔ فعل خاص کے متعلق ہونے پر بطور دلیل علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع کئے جانے والے کام کی مناسبت سے فعل کا مقدر ہونا اولیٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جب شروع کئے جانے والے کام پر کوئی قرینہ موجود ہو تو پھر فعل خاص کی تقدیر میں کوئی حرج نہیں۔[1]

3–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن اور رحیم کی بحث میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن کا

1- مثلاً کھانا سامنے ہو تو اٰکُلُ مقدر ہوگا۔ قلم، دوات اور کاغذ کا ہونا کتابت پر قرینہ ہے لہٰذا اَکْتُبُ فعل مقدر کیا جاسکتا ہے و علیٰ ھٰذا القیاس۔ ۱۲ ہزاروی

لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ غیرِ خدا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا البتہ معنوی اعتبار سے یہ عام ہے کہ مومن اور غیر مومن سب سے متعلق ہوسکتا ہے لیکن ''رحیم'' لفظاً عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے[1] لیکن معنوی اعتبار سے صرف مومنین کے ساتھ اور وہ بھی آخرت میں، خاص ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صفتِ ''رحیم'' کا مومن کے ساتھ آخرت میں خاص ہونا اس وقت ہے جب کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو۔

4۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

دونوں صفتوں میں سے کونسی ابلغ ہے؟ اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک ''رحمٰن'' ابلغ ہے اور یہی قول زمخشری کا مختار ہے اور بعض کے نزدیک ''رحیم'' ابلغ ہے۔

قولِ ثانی کی ترجیح پر بطورِ دلیل امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی: رحیم الدنیا و رحمٰن الاٰخرۃ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حدیثِ پاک کے الفاظ میں رحمٰن اور رحیم دونوں کو دنیا و آخرت سے متعلق بیان کیا گیا چنانچہ فرمایا گیا:

رحمٰن الدنیا و الاٰخرۃ و رحیمھما۔

لہٰذا صفتِ رحیم کو دنیا اور آخرت سے متعلق بیان کرنا الفاظِ حدیث میں تبدیلی ہے اور یہ تفنن کی قسم سے ہے ورنہ حدیثِ پاک کے الفاظ دونوں مذاہب کا رد کرتے ہیں، ان کا بھی جو رحمٰن کو خاص مانتے ہیں اور ان کا بھی جو رحیم کو خاص مانتے ہیں لہٰذا بہتر وہی ہے جسے بعد میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بیان کیا:

1- جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ فرمایا گیا۔ ۱۲ ہزاروی

وقیل الاظھران جھة المبالغة فیھا مختلفة فمبالغة فعلان من حیث الاستیلاء و الغلبة و مبالغة فعیل من حیث التکرار۔

5–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ پڑھنے کے احکامات و مقامات کا ذکر کرتے ہوئے امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے اور انہی مقامات میں سے ایک سورۂ براءت سے ابتداءِ قراءت ہے لیکن بعض مشائخ نے یہ قید لگائی ہے کہ جب سورۂ براءت کو سورۂ انفال سے ملا کر پڑھے تو مکروہ ہے ورنہ سورۂ براءت سے ابتداء ہو تو سنت ہے۔ اس کے بعد ان مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ یہی بات اس حدیثِ پاک سے ثابت ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سورۂ براءۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی۔[1]

6–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جس طرح حرام کام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات قائل کافر ہو جاتا ہے۔

1- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرتِ عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سورۂ انفال اور سورۂ براۃ کے درمیان ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتبینِ وحی کو بلا کر حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں درج کر دو۔ سورۂ انفال مدینہ طیبہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے جبکہ سورۂ براءۃ آخرِ قرآن سے ہے، ان دونوں کے بیان کی مشابہت کی وجہ سے میں نے ان کو ایک شمار کیا، بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا پس میں نے ان دونوں کو بسم اللہ لکھے بغیر ملا دیا۔ (ملخصاً) (جامع ترمذی: ابواب التفسیر 2/139) ۱۲-ہزاروی

خلاصہ میں ہے:

ان قال بسم اللّٰہ عدد شرب الخمر او عند اکل الحرام او عند الزنا یکفر۔

''اگر شراب پیتے، حرام کھاتے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا''۔

کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اذن ہو کیونکہ اس کے نام سے برکت یا امداد کا حصول اس کی رضا کے بغیر متصوّر نہیں چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بکری چوری کر کے اس پر بسم اللہ پڑھ کر دم کرے، پھر وہ مالک کو مل جائے تو کیا وہ اسے کھائے؟ اصح بات یہ ہے کہ وہ نہ کھائے کیونکہ اس چور نے حرام قطعی پر بسم اللہ پڑھ کر کفر کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے کہ نہ تو وہ اس بکری کا مالک ہے اور نہ ہی اسے مالک کی اجازت حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسئلۂ مذکورہ میں اختلاف کرتے ہوئے اسے خلافِ معتمد علیہ قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی بتایا کہ فتاوی رضویہ میں خود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو ذبائح کی بحث میں بیان فرمایا ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے:

وفیه نظر لان المعتمد خلافه بدلیل قولهم بصحّة التضحیة بشاة الغصب و اختلافهم بشاة الودیعة و لهٰذا قال السائحاني اقول هٰذا ینافي ماتقدم في الغصب و في الاضحیة فلا یعول علیه۔[2]

خود علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاضحیہ میں کمایصح لوضحّٰی بشاة الغصب کی تشریح میں لکھا ہے:

یستفادمنه حل الذبیحة بالضمان و عدم الکفر بالتسمیة علی

2- ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی 307/5

الحرام القطعي بل لا يكفر الا بالاستحلال۔[1]

پھر حاشیۃ طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح میں ہے:

وينبغي ان تو كل هٰذه الشاة۔[2]

7- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار کے مصنف حضرتِ علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

يا من شرحت۔

"اے وہ ذات جس نے ہمارے سینوں کو کھول دیا"۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یا من" کا مطلب ہے "اے وہ ذات جسے پکارا گیا" اور یہ اندازِ تخاطب تعظیمِ خداوندی کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح مخاطب کرنا مکروہ خیال کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں اس طرح مذکور ہے۔ایک حدیث میں ہے:

يا من ستر القبيح واظهر الجميل۔

"اے وہ ذات جس نے برائی کو چھپایا اور اچھائی کو ظاہر کیا"۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

يا من وعد فوفا و اوعد فعفا۔

"اے وہ ذات جس نے وعدہ کیا پس پورا کیا اور ڈرایا پھر معاف کیا"۔

8- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے درِ مختار کے خطبہ میں فرمایا کہ اس کتاب کو دیکھنے

1- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار 167/4

2- حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح 3/1

والے سے مجھے امید ہے کہ وہ اسے رضامندی اور غور و فکر کی نگاہ سے دیکھے اور اگر کہیں نقص پائے تو اصلاح کے ساتھ اس کی تلافی کرے۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں:

ومامولی من الناظر فیه ان ینظر بعین الرضا و الاستبصار و ان یتلافی تلافه بقدر الامکان او یصفح الخ[1]

لفظِ تلافہ پر بحث کرتے ہوئے امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تلفہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ الف[2] اشباعی ہو اور یہ بعض لوگوں کی لغت ہے جس طرح قِنیہ میں کہا گیا ہے اگرچہ زیلعی نے اس کو (قواعد کی رُو سے) بعید قرار دیا ہے اور شعر کے ساتھ مخصوص گردانا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بطور استشہاد امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الف اشباعی کے ساتھ "تلفہ" کو پڑھنا اسی طرح ہے جس طرح بعض لوگوں کی لغت میں حروف مدہ کی جگہ صرف حرکات کی ادائیگی پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور یہ بھی قِنیہ میں مذکور ہے۔ پس پہلا گروہ اعوذُ کو اعوذ (حرفِ مدہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں اور دوسرے حرفِ مدہ کے بغیر صرف حرکت کے ساتھ اَعُذُ پڑھتے ہیں۔

9- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں "تاریخ بغداد" کے حوالے سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے طلبِ فقہ کے بارے میں ایک حکایت نقل کی ہے جو بقولِ خطیب بغدادی امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی جس میں امام صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنے بچپن کا واقعہ ذکر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ طلبِ علم کے سلسلہ میں استخارہ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے: قرآن سیکھو! (آپ فرماتے ہیں:) میں پوچھتا ہوں اس کا انجام کیا ہوگا تو جواب ملتا ہے کہ جب تم قرآن حفظ کر کے ایک جگہ بیٹھ جاؤ گے، بچے پڑھنے آئیں گے پھر ان میں سے کوئی تم سے زیادہ لائق ہو جائے گا یا برابر ہوگا تو آپ کی سرداری ختم ہو جائے

1- دُرِّ مختار شرح تنویر الابصار صفحہ 7

2- الف اشباعی کھڑی زبر (الفِ مقصورہ) کو کہتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

گی، اسی طرح علمِ حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھیں گے پھر طلباء آپ کے پاس آئیں گے تو کچھ ہی عرصہ بعد آپ غلط بیانی سے محفوظ نہ رہ سکیں گے تو جھوٹ سے متہم ہوں گے تو میں نے کہا اس کی بھی حاجت نہیں، پھر میں نے کہا اگر میں نحو پڑھوں، انجام کار کیا ہوگا؟ جواب دیا گیا: تُو مدرس بن جائے گا اور پھر تیری آمدنی دو تین دینار سے زیادہ نہیں ہوگی، میں نے کہا اس کا نتیجہ بھی اچھا نہیں۔ پھر میں نے کہا اگر میں شعر کہوں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی شاعر نہ ہو؟ جواباً کہا گیا کہ یا تو تُو کسی کی مدح کرے گا یا ہجو۔ دونوں صورتوں میں کسی نہ کسی لحاظ سے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح علم کلام کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب ملا کہ اس کا انجام بھی اچھا نہیں کیونکہ تجھے (معاذ اللہ) زندیق کہا جانے لگے گا۔ آخری سوال فقہ کے بارے میں کیا تو جواب ملا کہ جب تو فقیہ بن جائے تو لوگ تجھ سے مسائل پوچھیں گے، تُو فتوٰی دے گا اور تجھے عہدۂ قضا کیلئے دعوت دی جائے گی تو میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر کوئی علم نفع بخش نہیں پس میں نے علم فقہ حاصل کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس من گھڑت واقعہ پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اولاً سب کیلئے مع امام طحاوی کے بخشش مانگتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں امامِ اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مناقب اور خرابیوں کو جمع کیا، تعریف کرنے والوں اور طعن کرنے والوں کے کلام کو شاملِ کتاب کیا، پھر خطیب بغدادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی تاریخ میں برائیاں کرنے والوں کے جاہلانہ خیالات کو جمع کیا اور اس کا جواب انہیں "السھم المصیب فی کبد الخطیب"[1] نامی کتاب کے ذریعے دے دیا گیا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ کس طرح اس حکایت کو گھڑنے والے جھوٹے شخص نے اسے اس انداز سے بیان کیا کہ وہ بصورتِ ذم نہ ہو اور اسی سے امام جلال الدین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مغالطہ پیدا ہوا اور انہوں نے اسے

1- السھم المصیب فی کبد الخطیب یا فی ردّ الخطیب از عیسٰی بن ابی بکر ایوبی حنفی متوفّٰی ۶۲۴ھ۔ (کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۲/۱۰۱۰) -۱۲ ہزاروی

''مناقب'' میں ذکر کیا اور پھر اس سید (امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ) نے (اللہ اس کی بخشش کرے) اس کی اتباع کی۔

اس واقعہ کے خود ساختہ ہونے کی طرف امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اِشارہ فرماتے ہیں کہ ہر عقلمند اس واقعہ کی کمزوری کی گواہی دے گا اور یہ عوام الناس میں سے کسی کا قول ہو سکتا ہے، علماء اسلام میں سے کسی کا قول نہیں کیونکہ وہ خیر القرون کا دور تھا اور لوگ اس قدر بوگس نہیں تھے کہ قرآن وحدیث کو ترک کر دیں اور ان کی طلب سے لوگوں کو منع کریں اور پھر اس کے بطلان پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان دنوں فقہ کسی شخص کے فروعات کے طور پر معروف نہ تھی بلکہ وہ اجتہاد کا دوسرا نام تھا اور (حقیقت یہ ہے کہ) قرآن وحدیث کے احکام اور اجماع کا احاطہ کئے بغیر اجتہاد ناممکن ہے اور ان کا ادراک عربی میں مہارتِ تامہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس مفتری کا بھلا نہ کرے، اس نے اِس من گھڑت واقعہ کے ذریعے (لوگوں کو) یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ تو قرآن کا علم رکھتے تھے اور نہ حدیث کا بلکہ آپ صرف عربی دان تھے، اس لئے آپ نے شریعت کو اپنی مرضی کے تابع کر کے جو چاہا حلال کر دیا اور جو چاہا حرام کر دیا اور یہ بات کوئی بے حیا و بے دین ہی کہہ سکتا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔

10- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص غلط نیت سے بھی علم حاصل کرے تو علم کی برکت سے نیت صحیح ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ علمِ حقیقی وہی ہے جو ماسوی اللہ سے تعلق قطع کر کے اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دے اور وہ خلوصِ نیت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، غیر مخلص کا علم علمِ حقیقی نہیں۔

11- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بعض لوگوں کی اس بات کا رد کرتے ہوئے کہ علمِ جفر کے بانی امیر المؤمنین حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور علمِ نجوم اس وقت حرام ہے جب اس کو حاصل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضا پر ایمان نہ رکھتا ہو یا اپنی طرف سے علمِ غیب (کے حصول) کا دعوی کرے، ایسی صورت میں وہ شخص کافر ہو جائے گا۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علمِ جفر کی ابتدا کی نسبت حضرتِ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا جھوٹ ہے البتہ اس علم کے بانی حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں ذکر فرمایا ہے۔[2] جو شخص علمِ جفر سے واقفیت رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس میں عدمِ جواز کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ کوئی شخص خیر و شر کو (حقیقۃً) غیر اللہ کی طرف سے جانتا ہو یا ذاتی طور پر علمِ غیب کا دعویدار ہو اور اس سے نفسِ علم (کے حصول) میں ضرر ثابت نہیں ہوتا۔

12۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ درِّ مختار فرماتے ہیں:

ثم نقل فی مسئلة الرباعیات و محطها ان الفقه هو ثمرة الحدیث ولیس ثواب الفقیه اقل من ثواب المحدّث۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "نقل" علامہ شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم مصری حنفی (متوفی ۹۷۰ھ) ہیں اور انہوں نے الاشباہ والنظائر میں عبارتِ مذکورہ بالا تحریر فرمائی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "الاشباہ و النظائر" سے مسئلہ رباعیات اجمالاً نقل فرمایا

1- علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علمِ نجوم کی حرمت کے بارے میں یہی نقل فرمایا ہے۔ (ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی 1/30)-۱۲ ہزاروی

2- علاوہ ازیں اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کا ذکر ہے۔۱۲ ہزاروی

جس کا مفہوم تفصیلاً درج ذیل ہے:

''کامل محدث بننے کیلئے نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور احکام صحابہ کرام کی روایات اور ان کی عمریں، تابعین اور دیگر علماء کے احوال اور تواریخ کا علم، نیز ان چار کے ساتھ دیگر چار باتوں یعنی ان کے نام، کیفیت، مقام اور زمانہ کا علم اس طرح ضروری ہے جس طرح خطبات کیلئے ''الحمد للہ''، اظہار عجز کیلئے دعا، سورت کیلئے بسم اللہ اور نماز کیلئے تکبیر لازمی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث کی اقسام مثلاً مسند، مُرسَل، مَوقوف اور مقطوع کا علم بھی ضروری ہے۔ عمر کے تمام مراحل بچپن، بلوغ، جوانی اور بڑھاپے میں نیز مصروفیت، فراغت، محتاجی اور کشادگی کی حالت میں پہاڑوں، دریاؤں، صحراؤں اور بستیوں سے پتھروں، ٹھیکریوں، چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھ کر[1] اپنے سے بڑے، چھوٹے، ہم عمر اور اپنے باپ کی کتاب سے جب یقین ہو کہ اسی کا خط ہے، علم حدیث حاصل کیا جائے۔ رضائے الٰہی کا حصول عمل بشرطیکہ قرآن پاک کے مطابق ہو، طلباء کو سکھانا اور مٹ جانے کے وقت دوبارہ زندہ کرنا، مقصد ہو۔ ان تمام امور کی تکمیل کیلئے آٹھ باتیں لازمی ہیں چار یعنی کتابت، لغت، صرف، نحو کا جاننا خود بندے کے ذاتی عمل سے متعلق ہے، جبکہ دوسری چار یعنی ہمت، قدرت، حرص اور حفظ محض فضل الٰہی پر موقوف ہیں۔ جب یہ تمام باتیں پوری ہو جائیں تو چار چیزیں اہل، اولاد، مال اور وطن بے وقعت ہو جاتے ہیں اور چار باتوں یعنی دشمن کے تمسخر، دوستوں کی ملامت، جہلاء کے طعن اور علما کے حسد کے ساتھ آزمائش ہوتی ہے۔ اس آزمائش کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے پر چار چیزیں دنیا میں اور چار آخرت میں عطا کی جاتی ہیں۔ دنیا میں قناعت، ہیبت نفس، لذت علم اور ابدی زندگی اور آخرت میں مرتبۂ شفاعت، عرش کا سایہ جب کہ اس کے علاوہ سایہ نہ ہوگا، حوض کوثر سے سیرابی اور اعلیٰ

1- یہ اس وقت ہے جب کاغذ نہ ملتے ہوں۔ ۱۲ ہزاروی

علّیّین میں قربت انبیاء سے بہرہ ور کیا جاتا ہے''۔[1]

13- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ (تاریخِ بغداد) میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد سے روایت کی ہے کہ امام صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کو ان کے والد ثابت امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو امیر المؤمنین نے ان کیلئے اور ان کی اولاد کیلئے برکت کی دعا فرمائی۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے قبل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ۲۹ سال چھ ماہ بعد انتقال فرما چکے تھے جبکہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ 80ھ میں پیدا ہوئے۔[2] یہ اشکال اسمٰعیل بن حماد کے ان الفاظ ''ذھب ثابت بجدی'' میں ''ب'' کی زیادتی سے پیدا ہوا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بعض راویوں یا بعض ناقلین کی طرف سے ''بجدی'' میں ''ب'' کی زیادتی ہوئی اور صحیح روایت یہ ہے کہ ''ذھب ثابت جدی'' یعنی میرے جدِّ اعلیٰ ثابت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس صورت میں کوئی اِشکال وارد نہیں ہوتا۔

14- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

''ذخائر المہات'' کے مصنف نے اپنی کتاب کے خاتمہ میں کہا کہ ''الاشاعۃ'' کے مصنف نے بعض جہلاء حنفیوں کا یہ دعویٰ کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امامِ مہدی رضی اللہ عنہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے'' نقل کر کے اس کا شدید رد کیا ہے۔

1- الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی صفحہ 397، 398

2- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے سبقتِ قلم کے تحت قبل الثلاثین تحریر ہوا اور مناسب قبل الثمانین ہے کیونکہ 80ھ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی اور اس سے قبل یعنی 40ھ میں حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا نہ کہ 30ھ سے قبل۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صاحب الاشاعہ سے مراد سید محمد بن سیّد عبد الرسول برزنجی مدنی شافعی متوفی ۱۱۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

15- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان کے ایک شیخِ طریقت نے بھی اپنی ایک مشہور تصنیف میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور جہلاء کا رد کیا جو امام مہدی رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلیدِ امام کا نظریہ رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ ہندوستانی مصنف جن کی تصنیف مشہور ہے، امامِ ربانی مجددِ الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصنیف (مکتوبات) فارسی زبان میں ہے۔ حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح ان جہلاء کا رد کیا جس طرح ''الاشاعہ'' میں کیا گیا ہے اور اس بات کا ذکر آپ نے مکتوبات کی پہلی جلد کے مکتوب نمبر ۲۸۲ میں کیا ہے۔

پھر جلد ثانی میں مندرج مکتوب نمبر ۵۵ میں اس قول کی تاویل کہ ''حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیه الصلوٰة و السلام نزول کے بعد امامِ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے'' یوں فرمائی کہ حضرتِ روح اللہ کا اجتہاد امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے مطابق ہوگا۔[1]

16- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب انیس الجلساء میں ایک طویل واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے:

''حضرت خضر علیہ السلام امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا تو حضرتِ خضر علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر جا کر تکمیلِ علم کی اجازت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت

-1 مکتوباتِ امام ربانی 14/7/2

دے دی، پھر تکمیلِ علوم پر خضر علیہ السلام نے پوچھا الٰہی! اب کیا کروں؟ حکم ہوا میرا حکم آنے تک عبادت میں مشغول رہو۔ اسی دوران ماوراء النہر کے ایک شہر میں ایک نوجوان امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا ظہور ہوا جو اپنی ماں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، ایک دن انہوں نے ماں سے اجازت مانگی کہ وہ طلبِ علم کیلئے سفر اختیار کریں، ماں نے کارِ خیر سے روکنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے بادلِ ناخواستہ اجازت دے دی اور پھر بیٹے کو الوداع کر کے دروازے پر بیٹھ گئیں، روتی رہیں اور بیٹے کی جدائی کے غم میں غمگین تھیں، عرض کرنے لگیں اے اللہ تعالیٰ! جب تک میں اپنے بیٹے کو نہ دیکھوں مجھ پر یہاں سے اٹھنا اور کھانا حرام ہے چنانچہ اتفاقاً امامِ قشیری رحمۃ اللہ علیہ ایک منزل طے کرنے کے بعد قضائے حاجت کیلئے بیٹھے تو نجاست سے ان کے کپڑے آلودہ ہو گئے اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کی اجازت سے واپس گھر آ گئے، ازاں بعد حضرت خضر علیہ السلام آئے اور کہا کہ چونکہ تم نے والدہ کی خدمت کے پیشِ نظر طلبِ علم کیلئے سفر کا ارادہ ترک کیا ہے لٰہذا جو علم میں نے امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا ہے، وہ تجھے پڑھاؤں گا، چنانچہ امامِ قشیری رحمۃ اللہ علیہ تین سال تک ان سے پڑھنے کے بعد بہت بڑے فاضل بن گئے اور انہوں نے ایک ہزار کتب تصنیف کر کے اپنے خاص شاگرد کو صندوق میں بند کر کے دیں کہ وہ دریائے جیحون میں ڈال دے، اوّلاً تو وہ دو تین مرتبہ جھوٹ بولتا رہا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اس کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا چنانچہ آخری دن جب اس نے صندوق دریا میں ڈالا تو ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے وہ صندوق پکڑ لیا، شاگرد کے پوچھنے پر امامِ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے راز بتایا کہ جب قربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ایک طرف انجیل رکھی ہوگی تو آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ کتبِ محمد یہ کہاں ہیں کیونکہ مجھے بارگاہِ الٰہی سے ان کتب کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ امامِ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟ تو آپ

علیہ السلام فرمائیں گے کہ اپنی ماں کی خدمت کی وجہ سے''۔

حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس من گھڑت واقعہ کا رد فرمایا اور کہا کہ یہ بعض ملحدین کا افتراء ہے جو دین میں فساد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے کہ حضرتِ خضر علیہ السلام کا عظیم مرتبہ ہے اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان سے علم حاصل کیا تو کس طرح آپ علیہ السلام حضرتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہو سکتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

''انیس الجُلساء'' نامی کتاب غیر معروف ہے اور اس کا مؤلف بھی مشہور نہیں اور نہ ہی کشف الظنون میں اس کتاب کا ذکر ہے۔

17- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تقلیدِ امامِ ابوحنیفہ کا قول باطل ہے بلکہ قائل نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کر کے ارتکابِ کفر کیا ہے، کیونکہ نبی غیر کا مقلد نہیں ہو سکتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

''الاشاعہ'' میں ''فیما ظھر'' کے لفظ سے مرقوم ہے ''فیما اظھر'' نہیں ہے اور اگر اس طرح ہو جس طرح یہاں طحطاوی میں ہے تو پھر ''فیما'' کی بجائے ''بما اظھر'' ہونا چاہئے۔

18- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث پاک میں ہے:

لا نبی بعدی۔

''میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علماء کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی ایسی شریعت لے کر نہیں آئے گا جو میری شریعت کو منسوخ کر دے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کی پناہ! اس ترجمہ میں قبیح لغزش واقع ہوئی (وہ معنیٰ نہیں جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا[1] بلکہ) معنیٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، چاہے موافق شریعت کے ساتھ یا مخالف کے ساتھ یا موافقت ومخالفت کچھ بھی نہ ہو اور یہی مسلمانوں کا ایمان ہے۔

19۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کثرت سے احادیث بیان کرنے پر جب لوگوں نے ان پر انکار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میرے وصال سے پہلے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے نزول فرمایا تو ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کروں گا اور وہ میری تائید فرمائیں گے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استدلال کیا کہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ''فیصدقنی'' فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنت کے عالم ہیں اور افرادِ امت میں سے کسی فرد سے اس بات کے حصول کی انہیں احتیاج نہیں ہے حتّٰی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان مرویات کی تصدیق کیلئے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی احتیاج ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس روایت سے صرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بات کے عالم ہیں کہ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ عادل ہیں، بات کو یاد رکھنے والے ہیں اور ان کی بات پسندیدہ ہے۔

20۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

پھر کتاب الاشاعہ کے مصنف نے ان لوگوں کا رد بھی کیا جو کہتے ہیں کہ امامِ مہدی رضی اللہ عنہ امامِ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں گے البتہ صاحب الاشاعہ نے دلائلِ شافیہ کے ساتھ ثابت کیا کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ مجتہدِ مطلق ہوں گے۔

۱- امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ موافق شریعت کے ساتھ نبی آ سکتا ہے حالانکہ ایسا غیر ممکن ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی "رد" کا فاعل صاحب الاشاعہ ہیں کیونکہ یہاں تک یہ پوری کلام کچھ اختصار کے ساتھ صاحب الاشاعہ کی ہے۔

21- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بعض جاہل لوگ تعریف کرتے ہوئے غلو اختیار کر لیتے ہیں اور امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل سے متعلقہ کتب سے ناواقف ہیں چنانچہ وہ من گھڑت واقعات کا سہارا لیتے ہیں جن سے نہ تو خدا راضی ہوتا، نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی خود امامِ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند ہے اور اگر امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان باتوں کو سن لیتے تو قائل پر کفر کا فتویٰ لگاتے۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں ذکر کیے گئے صحیح واقعات ہی (مخالفین کو) جواب دینے کیلئے کافی ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت ثابت کرنے کیلئے من گھڑت واقعات کی کوئی ضرورت نہیں خصوصاً اس قسم کے واقعات جو انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کا موجب ہوں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد صاحب الاشاعہ نے امام قہستانی پر تعجب کیا کہ انہوں نے باوجود اپنے فضل وجلالت کے ان لوگوں کی اتباع میں اپنے خطبہ کی شرح میں خطا کی کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور یہ بات "الفصول الستۃ" میں مذکور ہے۔ اس پر تعجب کرتے ہوئے صاحب الاشاعہ کہتے ہیں کہ "الفصول الستۃ" کیا ہے اور یہ قول کیا!

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الفصول الستۃ" مشہور کتاب ہے اور اس کے مصنف حضرتِ سید خواجہ محمد پارسا قُدِّسَ سِرُّہٗ متوفی ۸۲۲ھ ہیں، اگر سید محمد صاحبِ کتاب الاشاعہ کشف الظنون کی طرف رجوع کرتے تو انہیں وہاں اس کا ذکر ملتا اور پھر جب اس کتاب اور اس کے مصنف (جو عامل اور صاحبِ کشف ہیں) کی پہچان حاصل ہو جاتی تو دلیل طلب نہ کرتے کیونکہ کشف ایک عیاں وظاہر چیز ہے اور ظاہر کو بیان کی حاجت نہیں،

علاوہ ازیں عبارت کا مطلب ہرگز تقلید نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا عمل امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہوگا جس طرح کہ خود صاحب الاشاعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کچھ پہلے شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوحات سے نقل کیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ظاہری حیات کے ساتھ) زندہ ہوتے اور پھر یہ اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی فیصلہ فرماتے جو امامِ مہدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور اسی پر امامِ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول بھی دلیل ہے جو علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے ''امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ میزانِ کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے مجھے شریعت کے چشمہ پر مطلع فرمایا تو میں نے تمام مذاہب کو اس چشمہ سے متصل دیکھا اور چار مذاہب کو اس طرح دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں اور ان تمام مذاہب کو بھی دیکھا جو مٹ چکے ہیں، ان کی نہریں پتھروں سے بھری جا چکی ہیں، میں نے دیکھا کہ ائمہ میں سب سے بڑی نہر حضرتِ امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، اس کے ساتھ امامِ مالک، پھر امامِ شافعی، پھر امامِ احمد رضی اللہ عنہم متصل ہیں۔ سب سے چھوٹی نہر امامِ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو پانچویں صدی میں کٹ چکی ہے پس میں نے اس کی تاویل ائمۂ اربعہ کے مذاہب کے عرصۂ دراز تک جاری رہنے اور ان (امامِ داؤد رحمۃ اللہ علیہ) کے قلیل المدت ہونے سے کی، پس جس طرح سب سے پہلے امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تدوین ہوئی، اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب سب سے آخر میں ختم ہوگا''۔[1]

22- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مسواک کی موٹائی خنصر (سب سے چھوٹی انگلی) کے برابر ہونی چاہئے، اسی طرح مسواک کی لمبائی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایک بالشت ہو۔[2]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شیخ موصوف علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ پر بھی

1- ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی 1/39

2- علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یقال (مجہول کا صیغہ) استعمال کر کے قائل کو ذکر نہیں فرمایا۔ ۱۲ ہزاروی

بعض کا قول اسی طرح نقل کیا ہے کہ ایک بالشت لمبائی ہونی چاہیے کیونکہ زائد پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

23- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

وضو کی سنتوں میں سے ایک "تثلیث الغسل" یعنی ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔
اس سلسلہ میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھوئے اور اس کی نیت وضو پر وضو یا اطمینانِ قلب کا حصول ہو تو کوئی حرج نہیں اور حدیثِ پاک میں جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس وضو کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا، دو دو مرتبہ اعضاء دھونے کے بارے میں فرمایا کہ اس طرح وضو سے دوگنا اجر ملتا ہے اور تین تین مرتبہ اعضاء کو دھونے کے بارے میں فرمایا یہ میرا اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وضو ہے لہٰذا جس نے اس میں کمی یا زیادتی کی، اس نے حد سے تجاوز کیا اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ اس ظلم و تعدی کو اعتقاد پر محمول کیا گیا کہ اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ جب تک تین سے زیادہ مرتبہ اعضاء نہ دھوئے جائیں، وضو نہیں ہوگا۔ وہ شخص متجاوز قرار پائے گا۔ بدیں وجہ علماء نے حدیثِ پاک کا مفہوم بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ اگر وہ تین تین مرتبہ دھونے کو سنت سمجھتے ہوئے پھر وضو علی الوضو کی نیت سے یا اطمینانِ قلب کے حصول کی خاطر زیادہ مرتبہ دھوتا ہے یا کسی حاجت کے سبب کم کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

"قالوا في المفهوم" سے مراد یہ ہے کہ علماء کرام نے اپنے اس قول کہ "حدیثِ پاک اعتقاد پر محمول ہے" کو بیان کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ طمانیتِ قلب اور وضو علی الوضو وغیرہ کیلئے زیادتی جائز ہے جب کہ وہ تین مرتبہ کو سنت سمجھتا ہو۔

1- امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین تین مرتبہ اعضاء کے دھونے کو سنت بھی سمجھتا ہو پھر بھی اس صورت میں اسراف کے سبب گنہگار ہوگا۔ ۱۲ ہزاروی

24۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی حاجت کے سبب مسنون وضو میں کمی کی تو کوئی حرج نہیں۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فقہاء کی اس قید (حاجت وغرض) سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کسی غرض کے بغیر زیادتی کی تو یہ ناجائز ہے۔

25۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر ایسی صورت پر ہو جیسے ذکر کیا گیا کہ تعداد کے مسنون ہونے پر اعتقاد رکھتا ہے تو پھر زیادتی مطلقاً مکروہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اصل بات اعتقاد کی ہے۔اگر تعداد مسنون کا اعتقاد رکھتے ہوئے زیادتی یا کمی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اگر تعداد مسنون کو کوئی اہمیت نہ دی جائے تو پھر کمی، زیادتی ناجائز ہے۔

26۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نواقضِ وضو کے ضمن میں تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے:

(وینقضه خروج) كل خارج (نجس) بالفتح و بالكسر (منه) اى من المتوفى الحي معتادا اولا من السبيلين اولا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قسمیں بیان فرمائیں: متوفی حقیقی اور متوفی مجازی (جو باوضو ہو) پھر کہا کہ یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ اگر متوفی حقیقی پر محمول کیا جائے تو پھر شارح کی طرف سے "الحی" کی قید بے فائدہ ہے کیونکہ متوفی کا اگر حقیقی مفہوم مراد ہے تو اسی کے ساتھ میت سے احتراز ہو جاتا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیکن اسے ایک ہی لفظ (لفظ متوفی) کا حقیقت ومجاز

1- بشرطیکہ اعتقاد صحیح ہو۔۱۲ ہزاروی

دونوں معنوں میں استعمال لازم آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ "مُتوفّی" کے لفظ کو دوسرے معنے پر محمول کیا جائے یعنی متونی سے مراد یہاں وہ شخص ہے جسے وضو شامل ہے اور یہ اس زندہ شخص کو شامل ہوگا جس نے خود وضو کیا۔

27- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نواقضِ وضو کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ ہر وہ نجس چیز جو باوضو شخص کے جسم سے نکلے اور اس مقام کی طرف جائے جسے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ مخرج سے جو سیلان ہوگا اس کی حد میں اختلاف ہے۔ حضرتِ امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کی حد یہ ہے کہ وہ نجاست بلند ہو کر پھر نیچے ہو جائے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب راس میں زخم کھولنے سے پیپ وغیرہ ظاہر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ وہ نیچے نہ ہو۔ (بقول امامِ طحطاوی) صاحبِ درایہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اصح کہا۔ اسی کو امامِ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور کمال نے کہا کہ یہی اولیٰ ہے۔

"لما قالوا" یہ عبارت درِ مختار کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خروج من السبیلین سے مراد فقط ظہور ہے جبکہ ان کے غیر سے خروج عین سیلان ہے اگرچہ بالقوہ ہو (بالفعل نہ ہو) بدیں سبب یہ صورت ہو تو فقہائے کرام نے کہا ہے کہ جب بھی وہ خون نکلے، پونچھا جائے اور جب چھوڑا جائے پھر بھی جاری ہو جاتا ہو تو اس صورت میں ناقضِ وضو ہے ورنہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کمال اور سرخسی دونوں نے امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ کمال نے امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو اور سرخسی نے امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی جس طرح ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح بعد نقله ذلك وفی الدراية جعل قول محمد اصح و مختار السرخسی الاول (ای قول ابی یوسف) وهو اولیٰ۔[1]

1- ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی 1/ 91

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریف کو اپنایا جو بحر الرائق میں ہے۔[1] (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)

28– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اور درایہ میں ہے کہ امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اصح ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتح القدیر میں بھی یونہی ہے لیکن منحۃ الخالق میں ہے کہ درایہ میں اولاً امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کیا گیا ہے پھر حضرتِ امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور ہے، پھر کہا ہے کہ پہلا قول اصح ہے (اور پہلا قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے)[2]

29– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

قے جب منہ بھر کر ہو، وضو کو توڑ دیتی ہے، چاہے وہ صفرا اور سودا ہو، چاہے طعام اور پانی ہو۔ تنویر الابصار کے اس قول کی شرح میں صاحبِ درِ مختار نے فرمایا:

اذا وصل الی معدته و ان لم یستقرّ وھو نجس مغلظ۔

"جب یہ چیزیں معدہ تک پہنچ جائیں اگرچہ وہاں نہ ٹھہریں، نجاستِ غلیظہ ہیں"۔[3]

حسن نے کہا اگر کوئی شخص کھانا کھائے یا پانی پیے پھر اسے اسی وقت قے ہو جائے، وضو نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ طاہر ہے لہٰذا نہ تو یہ نجس ہے اور نہ ہی اس سے حدث لازم آتا ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

1- بحر الرائق شرح کنز الدقائق 1/32

2- منحۃ الخالق بہامش بحر الرائق 1/32

3- دُرِ مختار شرح تنویر الابصار صفحہ 24

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شارح (صاحب دُرِّ مختار) نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ ظاہرِ روایت ہے۔[1]

30– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حالتِ سجدہ میں سو جانے سے وضو کے ٹوٹنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ اگر سجدہ نماز کا ہو تو مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا اور نماز کے علاوہ کوئی دوسرا ہو تو پھر اگر طریقۂ مسنونہ سے پڑھے تو نہیں ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جائے گا الخ۔

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تصریح کی کہ یہ قول اصح ہے اور سجدۂ تلاوت اور سہو کے دونوں سجدے بھی سجدہ صلبیہ کی طرح ہیں۔

نہر الفائق کے مصنف نے کہا کہ بحر الرائق میں جو اس مسئلہ پر امامِ زیلعی کی تصحیح کی گئی ہے وہ سہو ہے بلکہ عقدِ فرائد میں ہے کہ حالتِ نماز میں ساجد کا وضو اس صورت میں نہیں ٹوٹتا جب وہ ہیئتِ مسنونہ پر ہو، یہی صحیح ہے اور محیط میں اسی طرح ہیئتِ مسنونہ کے ساتھ مُقیّد کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

"لھٰذا" میں "ھٰذا" اسمِ اشارہ کا مشار الیہ "عدمِ نقض" ہے یعنی نماز میں حالتِ سجدہ میں سو جانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا قول مطلقاً صحیح نہیں اور اس مسئلہ میں امامِ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح سہو ہے۔

31– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حالتِ بیداری میں قہقہہ سے بالغ آدمی کی نماز کے بطلان کے ضمن میں تنویر الابصار میں "بطھارۃ صغریٰ" اور اس کی شرح میں "ولو تیمما" مذکور ہے۔ بعض نسخوں میں "لو تیمما" کے بعد "صلاۃ" کا لفظ بھی ہے۔

1- یعنی طعام وغیرہ کی قے جبکہ استقرار فی المعدہ بھی نہ ہو، کو نجس قرار دینا ظاہرِ روایت کے مطابق ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

لفظِ صلوٰۃ کسی صاحب نسخہ نے درج کردیا جیسا کہ واضح ہے، کیونکہ یہ "بطھارۃ صغرٰی" کی صفت ہے۔

نوٹ: پیشِ نظر نسخہ طحطاوی میں لفظِ صلوٰۃ لکھنے کے بعد کاٹ دِیا گیا ہے۔

32- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار اور درِ مختار میں ہے کہ اگر کان وغیرہ سے پیپ بغیر درد کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر درد کے ساتھ برآمد ہو تو ٹوٹ جائے گا کیونکہ درد زخم کی دلیل ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی جس میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا کہ پیپ وغیرہ درد کے ساتھ نکلیں یا بغیر درد کے، ناقضِ وضو ہیں کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں نکلتے۔ اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر پیپ کان سے اس وقت نکلے جب زخم صحیح ہو چکا ہو، جس کی علامت درد کا نہ ہونا ہے لہٰذا حصر جائز نہیں کہ پیپ جب بھی نکلتی ہے، کسی علت کے باعث نکلتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: حصر واضح ہے کیونکہ یہ بغیر علت کے نہیں اور زخم کا صحیح ہونا اسے کالعدم نہیں کردیتا۔

33- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

غسل کرتے وقت عورت پر فرجِ خارج کا دھونا واجب ہے لیکن فرجِ داخل میں اپنی انگلی داخل نہ کرے کیونکہ بسا اوقات اس طرح شہوت حاصل ہوتی ہے اس لئے انزال کا خدشہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ میری یادداشت کے مطابق زاہدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔[1]

-1 یعنی عورت اپنی انگلی فرجِ داخل میں نہ ڈالے۔ ۱۲ ہزاروی

34- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا مسئلہ میں اتفاق کے باوجود اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نفیِ وجوب ہے یا نہی ہے۔ حلبی نے شرنبلانی سے نقل کیا کہ یہ نفیِ وجوب ہے (یعنی واجب نہیں جس کا مفاد یہ ہے کہ منع بھی نہیں)۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے مطالعہ کے مطابق یہ بات بحر الرائق، نہر الفائق، فتاویٰ ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا نے ذکر نہیں کی۔ پس یہ قابلِ تسلیم نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پس ھٰذا المعنیٰ سے مراد نفیِ وجوب کا مراد ہونا اور نہی کا مراد نہ لینا ہے۔

35- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند کتبِ فقہ کا ذکر کیا جن میں نفیِ وجوب مراد نہیں لی گئی، ان کتب میں بحر الرائق، نہر الفائق، فتاویٰ ہندیہ، زیلعی اور شلبی وغیرہا کتب ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتح القدیر میں لفظِ لا یجب کے ساتھ مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نفیِ وجوب ہے، نہی نہیں۔

36- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو اور وہ (اپنی ران یا کپڑوں پر) منی یا مذی دیکھے تو چاہے احتلام یاد ہو یا نہ، غسل واجب ہوگا البتہ اگر اسے مذی ہونے کا یقین ہو یا شک ہو کہ آیا مذی ہے یا ودی (منی کے نہ ہونے کا یقین ہو) تو غسل واجب نہ ہوگا۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق کے حوالہ سے "فخذہ او ثوبہ" کے ساتھ تشریح کی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

منیۃ المصلّی اور فتاویٰ خانیہ میں اوفی احلیلہ کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی یا شرمگاہ کے

سوراخ میں (منی یا مذی) پائے جائے چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے:

و ان استیقظ فوجد فی احلیلہ بللا۔[1]

37۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

وجوبِ غسل کے اسباب کی بحث میں تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرِّ مختار میں ہے کہ اگر نیند سے بیدار ہونے والا شخص منی یا مذی (اپنے جسم یا کپڑے پر) دیکھے تو احتلام یاد ہو یا نہ، غسل واجب ہوگا۔ مصنف تنویر الابصار پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مذی پائی جائے اور احتلام بھی نہ ہو تو غسل لازم نہیں جبکہ مصنف کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ غسل بہر صورت واجب ہوگا، اس کے جواب میں شارح تنویر الابصار صاحب درمختار نے فرمایا کہ اگر مذی کا یقین ہو یا مذی اور ودی کے درمیان شک ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شارح کا قول الا اذا علم انه مذی مصنف کے قول و ان لم یتذکر سے متعلق ہے، معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اس کا ربط نہیں یعنی حالتِ عدمِ تذکُّر میں اسے یقیناً معلوم ہو کہ مذی ہے تو غسل واجب نہیں ہوگا۔ اگر اس کا تعلق محذوف ان تذکر کے ساتھ ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ غسل واجب ہے، اس لئے مؤخر الذکر کے ساتھ ربط و تعلق صحیح نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شارح تنویر الابصار کے قول و ان علم کا تعلق معطوف علیہ محذوف ان تذکر کے ساتھ اِس لئے نہیں کہ تذکّرِ احتلام کی صورت میں اگرچہ اسے مذی ہونے کا یقین بھی ہو، غسل واجب ہوجائے گا۔

38۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ دُرِّ مختار نے تنویر الابصار کے اس قول و رؤیۃ مستیقظ کے بعد فرمایا:

خرج رؤیۃ السکران و المغمٰی علیہ المذی۔

1- منیۃ المصلی صفحہ 14

اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "بعد افاقتھا" کی قید لگائی جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر سکران ومغمیٰ علیہ (نشے والا یا بیہوش) بیماری سے افاقہ کے بعد منی دیکھیں تو بالاتفاق غسل واجب ہو گا۔ یہ بات "المذی" کی قید سے معلوم ہوئی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مستیقظ کے مفہوم میں تفصیل ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی مستیقظ کے مفہوم مخالف سکران اور مغمیٰ علیہ پر غسل کے حکم میں تفصیل ہے یعنی اگر وہ افاقہ کے بعد مذی دیکھیں تو بالاتفاق غسل نہیں اور منی دیکھیں تو غسل ہے بخلاف مستیقظ کے کہ اس پر حالتِ منی میں بھی غسل واجب ہے اور حالتِ مذی میں بھی۔

39- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ درمختار کی عبارت اوشك انه مذی او ودی الخ کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی مصنفِ (تنویر الابصار) کے کلام و ان لم یتذکر الاحتلام سے ہی متعلق ہے یعنی جب اسے احتلام یاد نہ ہو اور شک ہو کہ آیا یہ مذی ہے یا ودی تو اس صورت میں بھی غسل واجب نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی یہ اسی طرح مصنف کے قول سے متعلق ہے جیسے شارح کا قول الا اذا علم اس سے متعلق ہے کہ حالتِ عدمِ تذکر میں جب مذی کا علم ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔

40- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اس پانی کے ساتھ بھی وضو جائز نہیں جس پر کوئی پاک چیز غالب آجائے، اگر وہ چیز مائع ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں: یا تو وہ اپنی صفات میں پانی کا مبائن ہوگا یا موافق یا مماثل۔ اگر مبائن ہو تو اکثر اوصاف کے تغیر سے پانی مغلوب ہوگا، اگر موافق ہو تو کسی ایک صفت کی تبدیلی سے اور اگر مماثل ہو جیسے مستعمل پانی تو پھر وزن کی زیادتی سے وہ مطلق پانی

پر غالب رہے گا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چوتھی قسم کا ذکر شارح تنویر الابصار نے نہیں کیا اور بحر الرائق میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ اگر تمام اوصاف میں موافق نہ ہو بلکہ بعض میں مطلق پانی کے موافق ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار کے مصنف نے مطلق پانی میں مخلوط ہونے والی پاکیزہ (مائع) چیز کو تین قسموں میں تقسیم کیا۔ تمام اوصاف میں پانی کے مخالف (مبائن)، تمام اوصاف میں موافق اور تمام اوصاف میں مماثل، لیکن وہ مائع چیز جو بعض صفات میں مطلق پانی کے موافق ہو، اس کا ذکر نہیں کیا جیسے امامِ زیلعی اور ان کے متبعین نے کہا، اس (عدمِ ذکر) کی وجہ حکم میں اتحاد ہے یعنی ایک وصف کی تبدیلی سے (بھی) اس مائع چیز کے غلبہ کا حاصل ہونا لہٰذا اسے علیحدہ شمار نہیں کیا پس مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

41۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کثیر پانی جو جاری نہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے جس کا اثر دکھائی نہ دیتا ہو، اس کے ساتھ وضو جائز ہے۔ متاخرین نے مربع کیلئے چالیس گز، مُدَوَّر (گول) کیلئے ۳۶ گز اور مُثلّث کیلئے سوا پندرہ گز مقرر کیا ہے، مثلث کی کل مساحت معلوم کرنے کیلئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضابطہ بیان فرمایا کہ اس کے ایک ضلع کو اسی (80) کے ساتھ ضرب دے کر حاصلِ ضرب کا عشر (دسواں حصہ) اور ثلث (تیسرا حصہ) نکالا جائے پھر ان دونوں کو جمع کیا جائے تو کل مساحت آجائے گی، اب ایک ضلع $15\frac{1}{4}$ کو اسی کے ساتھ ضرب دینے سے حاصل ضرب $232\frac{9}{16}$ آتے ہیں۔

اس کسر (9/16) کو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نصف گز اور 1 گز کا 8/6 قرار دیا (جبکہ یہ نصف گز اور 1/8 کا نصف یعنی 1/16 بنتا ہے)

اس کے بعد حاصل ضرب کا عشر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نکالا ہے جو $23\frac{41}{160}$ گز

ہے اور اس کسر کو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نصف گز اور 10/8 کا نصف یعنی 5/2 قرار دیا، اس کے بعد حاصل ضرب کے ثلث کا ذکر نہیں۔[1] اب عشر اور ثلث کو جمع کرنے سے ایک سو گز پورے اور 3/4 گز نیز کچھ اور جو ربع سے بھی کم ہے، حاصلِ جمع آتا ہے جو اس حوض کی کل مساحت ہے جو مثلّث کی شکل میں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عبارت رہ گئی ہے پھر آپ نے عبارت نقل فرمائی[2] جس میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظِ سدس ثمن ذرائع کی تصحیح کرتے ہوئے نصف ثمن ذراع درج فرمایا یعنی 16/9 نصف ذراع اور نصف ثمن ہے نہ نصف اور سدس ثمن اور پھر حاصل ضرب کا ثلث جو حاشیۃ الطحطاوی میں رہ گیا تھا، درج فرمایا۔ البتہ جدید نسخہ میں حاشیہ پر جو ثلث دیا گیا ہے اس میں اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ ثلث میں الفاظ کا فرق ہے البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ ثلث $77\frac{651}{1250}$ اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ کے مطابق $77\frac{25}{48}$ اور یہ کسر نصف ذراع اور 1/8 کا چھٹا حصہ ہے۔[3]

42- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درِّ مختار میں ہے کہ ظاہر روایت کے مطابق وضو کا مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ جنبی سے ہو لیکن اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے اور روایت نجاست کے مطابق مکروہ تحریمی ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بحر الرائق میں ہے کہ روایت نجاست کے مطابق حرام ہے کیونکہ قرآنِ پاک میں فرمایا: و یحرم علیھم الخبآئث اور انہی سے نجاست بھی ہے

1- موجودہ نسخہ میں حاشیہ پر مندرج ہے اور وہ $77\frac{25}{48}$ گز ہے۔ ۱۲ ہزاروی

2- جدید نسخہ میں حاشیہ پر وہ عبارت موجود ہے۔ ۱۲ ہزاروی

3- تفصیل کیلئے دیکھئے: فتاویٰ رضویہ 1/322۔ ۱۲ ہزاروی

الخ اور شارح (صاحب درِ مختار) نے امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اختیار کرتے ہوئے کہ کراہتِ تحریمہ عین حرام ہے، اسے مطلق بیان کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ شارح نے قطعیت اور ظنیت کا فرق اختیار کیا کہ دلیل قطعی کے ساتھ ممانعت حرام اور دلیل ظنی کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور دونوں قول اجتہاد کے مطابق ہیں، کسی کے بارے میں قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔

43۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار میں ہے کہ اگر کنوئیں میں چوہا وغیرہ گر جائے اور وقت معلوم نہ ہوتو جب سے وہ گرا، پانی ناپاک شمار کیا جائے گا ورنہ ایک دن اور رات سے، بشرطیکہ وہ پھولا نہ ہو اور یہ حکم وضو اور غسل کے بارے میں ہے لیکن اس پانی سے جو آٹا گوندھا گیا اسے کتوں کے آگے ڈال دیا جائے اور کہا گیا ہے کہ بیچ دیا جائے۔ یہ امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: داؤدی مذہب رکھنے والوں کے نزدیک بھی یہی ہے جس طرح بحرالرائق میں ہے اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک پانی فی الحال نجس ہوگا، پہلے کا اعتبار نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شافعیہ اور داؤدیہ کے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ شافعیہ کے نزدیک پانی جب قُلَّتین (دو مٹکوں) کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا اور ظاہر یہ داؤدیہ کے نزدیک مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا۔

44۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تیمّم کے ارکان اور شرائط کے بیان میں صاحب درِ مختار فرماتے ہیں کہ نیت تیمّم کی شرائط میں سے ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین پر ضرب کے وقت نیت کی جائے جس طرح

نورالایضاح میں ہے:

ووقتها عند ضرب یده علیٰ ما یتیمم به۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی اگر کسی شخص نے ضرب کے وقت نیت نہ کی بلکہ ضرب کے بعد نیت کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اسے امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول بضربتین کے قریب بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے:

لو احدث بعد الضرب اونوی بعده لایجزیة۔[2]

''اگر ضرب کے بعد بے وضو ہو گیا یا ضرب کے بعد نیت کی تو تیمّم جائز نہیں''۔

45- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

شارح تنویر الابصار صاحبِ درِ مختار فرماتے ہیں:

و معادن فی محالها فیجوز بتراب علیها

''معدنیات جو اپنی جگہ پر ہیں ان پر چڑھی ہوئی مٹی سے تیمّم جائز ہے''۔

یعنی خود معدنیات سے کسی صورت میں جائز نہیں، چاہے اپنے مقام پر ہوں یا منتقل کئے گئے ہوں، صرف ان پر لگی ہوئی مٹی سے جائز ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فیجوز پر ''ف'' برائے تفریع لانے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ پہلے معدنیات کا ذکر ہے اور بعد میں مٹی کا ذِکر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ فائے تفریع نہیں بلکہ فی محالها سے جو نفی ثابت ہوتی ہے اس کی علت کے طور پر ''ف'' لائی گئی ہے یعنی فی محالها کہہ کر نفسِ معدنیات سے تیمّم کے جواز کو مطلقاً منتفی کیا گیا ہے، چاہے وہ اپنے مقام پر ہوں یا کسی دوسرے مقام پر منتقل کئے گئے ہوں اور اس کی علت یہ ہے کہ تیمّم مٹی سے ہو سکتا ہے اور جب معدنیات مٹی نہیں ہیں تو ان سے بھی تیمّم

1- نورالایضاح

2- حاشیۃ الطحطاوی 1/124

ناجائز ہوگا۔ فتح القدیر اور بحرالرائق میں یونہی ہے۔

46- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار میں ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی دوسرا آدمی تیمم کرائے تو مٹی پر تین ضربیں مارے، ایک چہرے کیلئے اور دو دونوں ہاتھوں کیلئے، حالانکہ اس سے قبل مصنف کے قول بضربتین کے ساتھ ہی ولو من غیرہ کی قید گزر چکی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو ہی ضربیں ہوں گی اگرچہ غیر سے تیمم کرائے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کے کلام میں تضاد واضح کر کے تین ضربوں کی وجہ بیان فرمائی۔ (فرمایا:) شاید تین ضربوں کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر جب کوئی شخص کسی اور کو تیمم کراتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسکے دونوں ہاتھوں کا مسح کرتا ہے، پس جب ضربِ ثانی کے ساتھ اس نے اس کے دائیں ہاتھ کا مسح کیا تو مٹی مستعمل ہوگئی لہٰذا بائیں ہاتھ کیلئے تیسری ضرب کی ضرورت پڑے گی، پس خود تیمم کرنے اور تیمم کروانے میں یہی فرق ہے۔

47- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صلوٰۃ کسوف اور سننِ مؤکدہ اگرچہ صبح کی سنتیں ہوں، جب ان کے فرائض کے بغیر فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں، اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں: مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ وضو کرنے سے تنگی وقت کے سبب سنتیں فوت ہوجائیں گی اور اگر تیمم کرے تو سنت اور فرض دونوں اس کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم آئے گا کہ فرض بھی تیمم کے ساتھ پڑھے جائیں گے حالانکہ پانی کی موجودگی میں عبادت کے فوت ہونے کے خوف سے تیمم دوسری عبادت کو کفایت نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ دوسری عبادت ایسی نہ ہو جس کے بلا بدل فوت ہونے کا خوف ہو (مثلاً عید کی نماز وغیرہ) اب دو عبادتوں کے درمیان اتنا وقت نہیں کہ طہارت حاصل ہوجائے اور صبح کے فرض بدل کی طرف فوت ہو رہے ہیں[1] لہٰذا یہ فرض اس تیمم سے ادا نہیں کئے جاسکتے اور اگر

1- یعنی ان کی قضا ہے۔۱۲ ہزاروی

ہم سنت کی ادائیگی کے بعد پانی سے طہارت لازم قرار دیں تو صبح کے فرضوں کی ادائیگی فوت ہو رہی ہے اور یہ سنتوں کی وجہ سے ہوا لہٰذا یہ باطل ہے۔ (حلبی)

امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر یہ صورت بن سکتی ہے کہ سورج کے بلند ہونے پر قضا کرے اور وہ اس طرح کہ زوال سے قبل تک مؤخر کر دے کیونکہ اگر وہ وضو کرے تو وقت نکل جائے گا اور اگر تیمّم کرے تو ادائیگی ممکن ہے پس تیمّم کر کے شروع کر دے۔

بعض نے یہ صورت بیان کی ہے کہ پانی کی عدم موجودگی کے سبب فرضوں کیلئے تیمّم کیا، صبح کی سنتیں شروع کیں پھر قعود بقدرِ تشہد سے پہلے پانی مل گیا، اب وقت اتنا ہی ہے کہ جس میں وضو کیا جا سکتا ہے اور صرف دو فرض پڑھے جا سکتے ہیں پس وہ اسی تیمّم سے سنتوں کو پورا کرے اور پھر وضو کر کے فرض پڑھے اور پانی مل جانے کے باوجود سنتوں کو نہ توڑے کیونکہ ایسا کرے گا تو صبح کی سنتیں (اکیلی) فوت ہو جائیں گی، اب یہاں اسبابِ رخصت ہیں: پہلا سبب رخصت پانی کا نہ ہونا تھا اور دوسرا وقت کی تنگی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی اب اس تیمّم کے ساتھ سنتوں کو پورا کرے اور پھر وضو کر کے (وقت نہ ہونے کے سبب) صبح کے فرض ظہر کے وقت قضا کرے۔

48- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لانے کیلئے تیمّم کرے تو آیا یہ تیمّم درست ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ درست ہے اور اس تیمّم سے نماز بھی جائز ہے اور امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ تیمّم میں نیت شرط ہے اور کافر کی نیت صحیح نہیں۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تیمّم کے ساتھ نماز کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ فرمایا کہ یہ اسلام لانے کیلئے صحیح ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کافر کا تیمم اسلام لانے کیلئے صحیح ہے اور اس کے ساتھ ادائیگی نماز بھی درست ہے۔ بحرالرائق میں اس کی تصریح یوں ہے:

روی عن ابی یوسف اذا تیمم ینوی الاسلام جاز حتّٰی لو اسلم لا یجوزله ان یصلی بذٰلك التیمم عند العامة و علیٰ روایة ابی یوسف یجوز۔[1]

49۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی مقام پر جنبی، حائض، بے وضو اور میت ہوں اور پانی صرف ایک کو کفایت کرتا ہو تو اس کے استعمال کا کون زیادہ مستحق ہے؟ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر پانی مباح ہو تو جنبی اولیٰ ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کی ملکیت ہو تو وہ خود استعمال کرے اور اگر ان سب میں مشترک ہو تو میت کیلئے صرف کیا جائے اور باقی تیمم کریں۔ اس کی مختلف وجوہات ہیں:

1- تجہیزِ میت میں جلدی مطلوب ہے۔

2- میت کیلئے پانی کا حصول ناممکن ہے۔

3- میت کی جانب سے اپنے حصے کی عطا ناممکن ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ جب مشترکہ پانی میت پر صرف کیا جاتا ہے تو مباح پانی کا صرف کرنا تو اولیٰ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شاید یہاں میت کیلئے مشترکہ پانی کے استعمال کا حکم تیسری دلیل پر مبنی ہے یعنی میت کی طرف سے عطا کا عدمِ جریان اور مباح پانی میں یہ دلیل جاری نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جنبی اولیٰ ہے۔

50۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہی جگہ سے ایک پوری جماعت تیمم کر سکتی ہے کیونکہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی اور

1- البحرالرائق شرح کنزالدقائق ۱/۱۵۱

اگر چہ وہ مٹی موجود ہاتھوں سے لگی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر تیمّم کرنے والوں کے ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ کر جمع کیا جائے تو اس کے ساتھ بھی تیمم جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مٹی استعمال کی صفت سے موصوف نہیں ہوتی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نہر الفائق، حلیہ اور غنیہ کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ جو مٹی ہاتھوں کے ساتھ لگی ہو اور اس کے ساتھ مسح کرے تو وہ مستعمل ہو جائے گی البتہ وہ جگہ مستعمل نہیں ہوگی جہاں سے تیمّم کیا گیا۔[1]

ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مطلقاً مٹی مستعمل نہیں ہوتی۔ ہمارے فتاوٰی (فتاوٰی رضویہ) میں ملاحظہ کریں۔

51- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نواقضِ تیمّم کے سلسلے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا: و ناقضه ناقض الاصل۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق تیمّم چاہے حدثِ اصغر سے ہو یا حدثِ اکبر سے، ناقضِ وضو سے ٹوٹ جاتا ہے، چاہے صرف ناقضِ وضو پایا جائے یا ناقضِ غسل اور ناقضِ وضو دونوں پائے جائیں، لہٰذا اگر ناقضِ وضو پایا گیا تو وہ آدمی مُحدِث کہلائے گا، جنبی نہیں ہوگا اور اگر نواقضِ غسل پائے گئے تو اس پر جنبی کا اطلاق ہوگا، محدث کا اطلاق نہ ہوگا فیصیر جنبا لا محدثا چاہے وہ تیمّم حدث سے کیا ہو یا جنابت سے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول لا محدثا کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مُحدِث بحدثِ اصغر مراد ہے (یعنی محدث تو ہوگا مگر حدثِ اکبر کے ساتھ نہ کہ حدثِ اصغر کے ساتھ) اگر چہ ہر جنبی محدث ہے۔

اسی سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ وہ اعتراض دور ہو گیا کہ جب ایک آدمی جنبی ہوگا تو وہ محدث ضرور ہوگا۔[2]

1- ردّ المحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی 1/169

2- جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جنبی محدث ضرور ہے لیکن حدثِ اصغر کے ساتھ نہیں بلکہ حدثِ اکبر کے ساتھ۔ ۱۲ ہزاروی

52- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

زخمی ہاتھوں والے شخص کو اگر ایسا شخص مل جائے جو وضو کرائے ، تو امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر سے مدد مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک فرض ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ سوال ہے کہ آیا قدرتِ غیر سے یہ شخص قادر شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ (حلبی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قادر شمار نہیں کیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک شمار کیا جائے گا اور ردالمحتار میں ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قدرت کا عدمِ اعتبار مطلقاً نہیں بلکہ بعض مواضع میں ہے۔[1]

53- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویرالابصار مع دُرِّ مختار میں ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن رات ہے اور اس کا اندازہ ساعتِ فلکی کے ساتھ کیا جائے گا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ساعتِ فلکی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی ہر ساعت پندرہ درجہ کی ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی ایک ساعت میں کوکب ثابت کی حرکتِ غریبہ پندرہ درجہ ہوگی اور کوکب ثابت اور آفتاب کی حرکت کے درمیان اتنا تفاوت ہوگا جس قدر ایک ساعت میں سیرِ وسط کے ساتھ سورج چلتا ہے اور وہ (سیرِ شمس) دو دقیقے، ۲۹ ثانیے، ۳۳ ثالثے، ۲۳ رابعے اور ۳۸ خامسے ہیں۔

54- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حدیث پاک میں جو آیا ہے کہ بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا کہا جائے اور جب

1- ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی 509/1

دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز نہ پڑھنے پر مارا جائے گا۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ استفسار کرتے ہیں کہ کیا سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا اسی طرح واجب ہے جیسے دس سال کے بچے کو مارنا واجب ہے اور کیا ہر صورتِ وجوب میں وجوبِ اصطلاحی مراد ہے یا وجوب فرض کے معنیٰ میں ہے؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ہاں کیونکہ امر ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے اور وجوب سے استحباب کی طرف پھیرنے والی کوئی علت نہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یونہی یہ بھی بیان کیا کہ وجوب اپنے اصطلاحی معنیٰ میں ہے، فرض کے معنیٰ میں نہیں کیونکہ حدیث ظنی ہے (قطعی نہیں)۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وظاهر الحديث ان الامر لا بن سبع واجب كالضرب و الظاهر ايضا ان الوجوب بالمعنى المصطلح عليه لا بمعنى الا فتراض لان الحديث ظني۔[1]

55- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

خزانہ میں ہے کہ جب ظہر کا وقت حدِ اختلاف میں داخل ہو جائے یعنی ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہو جائے تو یہ وقت مکروہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اسی کتاب حاشیۃ الطحطاوی کے صفحہ ۹۷ انیز بحر الرائق کے حوالہ سے مذکور ہے کہ وقتِ ظہر میں کوئی کراہت نہیں۔ اور یہی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ پر تحقیق کی ہے۔

بحر الرائق کی عبارت یہ ہے:

-1 ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی 1/ 235

لان الفجر و الظهر لا کراهة فی وقتهما۔[1]

56- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اذان میں ترجیع نہیں یعنی اول آہستہ آواز سے شہادتین کہنا اور پھر بلند آواز سے کیونکہ اذان سے مقصود اعلان ہے اور آہستہ آواز سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ بحرالرائق میں اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ صاحب الملتقی اور قہستانی نے مکروہ کہا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کراہت کا قول مقدم ہے جیسا کہ حلبی میں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ملتقی سے مراد ملتقی الابحر ہے جو قابلِ اعتماد چار متون قدوری، مختار، کنز، وقایہ کا جامع متن ہے اور اس کے مصنف امام علامہ ابراہیم بن محمد حلبی (م ۹۵۶ھ) ہیں جو مُنیۃ المُصلّی کی دو شروح ''کبیر'' اور ''صغیر'' کے مصنف ہیں۔

57- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت میں کوئی حرج نہیں۔ شارح تنویر الابصار (صاحبِ درِّمختار) کا قول لا باس سے پتہ چلا کہ عدمِ تکرار اولیٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

عدمِ تکرار اولیٰ نہیں بلکہ تکرار افضل ہے جیسے ردالمحتار میں خزائن الاسرار کے حوالہ سے قاضی خان کی عبارت نقل کی گئی اور وہ یہ ہے:

یکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان و اقامة الا اذا صلی بهما فیه اولا غیر اهله و اهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس له امام ولا موذن و یصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل

1- بحرالرائق شرح کنزالدقائق 1/249

فریق باذان و اقامة علیٰ حدة کما فی امالی قاضی خان۔[1]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و یکرہ تکرار الجماعة باذان و اقامة فی مسجد رحلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھة مطلقا سواء کان مسجد محلة او غیرہ و علیه مسلمون (المجتبیٰ)۔[2]

عدمِ جواز کے وہم کو دور کرنے کیلئے لا باس لایا گیا اور جواز کی طرف اشارہ فرمایا۔

58- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امام کے مصلّٰی کے اوپر کھڑا ہونے تک مؤذن بیٹھا رہے یعنی جب امام مصلّٰی پر آجائے تو پھر کھڑے ہو کر تکبیر کہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوٰی ہندیہ (عالمگیری) میں کھڑے ہو کر امام کے انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

فتاوٰی ہندیہ کی عبارت یہ ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامة یکرہ الانتظار قائما و لکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ حیّ علی الفلاح۔[3]

59- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

شرائطِ نماز میں سے چھٹی شرط استقبالِ قبلہ ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں: کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑا ہونے والے کیلئے عین کعبہ کو دیکھنا اور غیر معاین کیلئے جہتِ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

اس کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ نمازی کے چہرہ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر اُفق کی طرف فرض کیا جائے جو کعبۃ اللہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط جو دائیں بائیں اس خط کو

۱- ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۱/۳۷۱

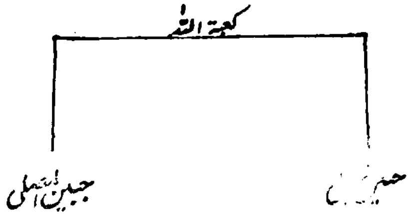
۲- حاشیۃ الطحطاوی ۱/۲۴۰

۳- فتاوٰی عالمگیریہ المعروف بہ فتاوٰی ہندیہ ۱/۵۷

دو قائمہ زاویوں پر قطع کرے۔ (دُرِّ مختار)

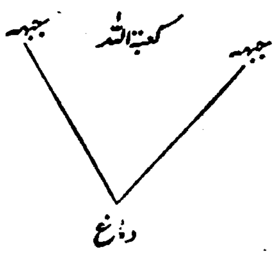
علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الدرر کے حوالے سے لکھا:

ایک یہ کہ وہ خط جو نمازی کی پیشانی سے نکلے اور اس خط سے مل جائے جو کعبۃ اللہ سے سیدھا گزرتا ہے، اس سے دو زاویے قائمے حاصل ہوں گے جس کی صورت یہ ہے:



ایک زاویہ اس خط سے پیدا ہوگا جو کعبۃ اللہ سے گزرتا ہے اور قائمہ زاویہ اس خط سے حاصل ہوگا جو نمازی کی پیشانی سے نکلتا ہے، اس سے دو زاویے قائمے پیدا ہوتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کعبۃ اللہ ان دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دماغ میں جا ملتے ہیں، پھر آنکھوں کی طرف نکلتے ہیں جیسے مثلث کے دو اَضلاع ہوتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے:



اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کہا جاتا ہے کہ صورتِ مسئلہ اس طرح نہیں جس طرح علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا بلکہ کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے مراد وہ خط ہے جو اس کے دونوں پہلوؤں سے

دائیں بائیں گزرتا ہے اور دو قائمہ زاویوں سے مراد وہ زاویے ہیں جو نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کے دونوں طرف وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں یہ خط کعبۃ اللہ سے گزرنے والے خط سے ملتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ یہی سمجھے اور انہوں نے الدرر کی اس تصویر کو توجیہ تحقیقی پر محمول کیا جس طرح ہم نے شامی کے حاشیہ پر بیان کیا لیکن اقرب بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یہ دونوں صورتیں (جو الدرر میں بیان ہوئیں) توجیہِ تقریبی کیلئے ہیں (تحقیق کیلئے نہیں) اور جبین کا معنٰی پیشانی (جبہہ) کی دونوں طرفیں ہیں اور انہیں جبین کہتے ہیں (لیکن ایک جبہہ میں دو جبین ہیں)۔ اسی طرح قاموس اور ردالمحتار[1] میں ہے۔ اس صورت میں وہی صورت صحیح ہوگی جو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقش فرمائی۔

60- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ دوسری صورت کا ذکر ہے جو اُوپر بیان ہو چکی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بہتر وہی ہے جو الدرر میں ہے۔[2]

61- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

آخری قعدہ کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے صاحبِ دُرِّ مختار نے کہا کہ (یہ رکن نہیں بلکہ) ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط ہے کیونکہ یہ نماز سے خروج کیلئے مشروع ہوا جس طرح تحریمہ شروعِ نماز کیلئے مشروع ہے۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہر الفائق کی عبارت بطورِ دلیل پیش کی کہ اگر قعدۂ اخیرہ رکن ہوتا تو نماز کی ماہیت اس پر موقوف ہوتی حالانکہ اس پر ماہیتِ نماز موقوف نہیں، اسی لئے اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے حانث ہو

1- فان الجبین طرف الجبهة وهما جبینان۔ (ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی ۱/۲۲۸)- ۱۲ ہزاروی

2- اس کا ذکر بھی پیچھے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

جائے گا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: کیا قعدۂ اخیرہ کے بارے میں وہ بات کہی جاسکتی ہے جو تحریمہ کے بارے میں کہی جاتی ہے[1] لہٰذا جب قعدۂ اخیرہ میں رعایتِ شروط کے سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں ہوا جبکہ تحریمہ میں شرائط کی رعایت باعثِ قیل وقال ہے تو معلوم ہوا کہ قعدۂ اخیرہ تحریمہ کی طرح نہیں لہٰذا اس کے رکن ہونے کے بارے میں اس طرح کا اختلاف اور بحث وتمحیص نہیں ہے جس طرح تحریمہ کے بارے میں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے کہ کس طرح ''المسائل الاثنی عشریہ'' مشہورہ آپ کے ذہن سے نکل گئے۔ان مسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدۂ اخیرہ رکن ہے کیونکہ قعدۂ اخیرہ میں ان بارہ باتوں کا پیدا ہونا نماز کو توڑ دیتا ہے۔

مختصر القدوری میں ''المسائل الاثنی عشریہ'' کا ذکر اس طرح ہے:

و ان رای المتیمم الماء فی صلوته بطلت صلوته و ان راٰه بعد ما قعد قدر التشهد او کان ماسحا فانقضت مدة مسحه او خلع خفیه بعمل قلیل او کان امیا فتعلم سورة او عریانا فوجد ثوبا او مُومیا فقدر علی الرکوع و السجود او تذکران علیه صلوة قبل هٰذه او احدث الامام القاری فاستخلف امیا او طلعت الشمس فی صلوة الفجر او دخل وقت العصر فی الجمعة او کان ماسحا علی الجبیرة فسقطت عن برء او کانت مستحاضة فبرات بطلت صلوتهم فی قول ابی حنیفة و قال ابو یوسف و محمد تمت صلوتهم فی هٰذه المسائل۔[2]

۱۔ یعنی شرائط کی رعایت نہ کرنا کیونکہ تحریمہ میں شرائطِ نماز کی رعایت تحریمہ کے رکن ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ قیام فرض ہے۔۱۲ ہزاروی

۲۔ مختصر القدوری صفحہ ۴۶

حلیہ میں بدائع کے حوالے سے منقول ہے کہ قعدۂ اخیرہ کیلئے وہ شرائط ہیں جو باقی ارکان کیلئے ہیں۔

62- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مقتدی پر امام کی اتباع کس کس بات میں واجب ہے؟ حلیہ میں ہے کہ واجباتِ نماز میں واجب ہے، سنن میں نہیں کیونکہ ان کی ادائیگی واجب نہیں۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واجب کے علاوہ اس غیر واجب میں بھی اتباعِ امام ضروری ہے جو منسوخ نہیں ہوا۔

کما یاتی قریبا کہہ کر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کچھ بعد فرمایا:

اعلم ان المتابعة واجبة فی الواجب و فی غیر الواجب الذی لم ینسخ کالزیادة علی الثلاث فی تکبیرات العیدین۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جو کچھ امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ ذکر کیا وہ بھی نقل کی طرف منسوب نہیں اور جو تحقیق علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی وہ اقرب ہے یعنی سنت میں متابعتِ امام سنت ہے چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعلم من هٰذا ان المتابعة لیست فرضا بل تکون واجبة فی الفرائض و الواجبات العقلیة و تکون سنة فی السنن۔[1]

ہاں ارکانِ اربعہ میں متابعت ہر مشروع میں واجب ہے۔

63- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حلبی نے فرض میں متابعت کو فرض قرار دیا ہے حالانکہ (مطلق) ایسا نہیں بلکہ (اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ) اگر مطلقاً فرض کی ادائیگی مراد ہے چاہے امام کے ساتھ ہو یا بعد میں، تو پھر بات ٹھیک ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ امام

1- ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی 1/316

کے ساتھ مل کر فرض کی ادائیگی فرض ہے تو یہ قطعاً واجب ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: یہ واجب نہیں بلکہ واجب عدمِ تاخیر ہے بایں معنیٰ کہ مقتدی کا فعل امام کے اس فعل سے فراغت کے بعد نہ ہو لیکن جہاں تک قران کا تعلق ہے تو وہ سنت ہے جس طرح علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و المتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عند هما۔[1]

64۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک شخص نے نماز شروع کی۔ ابھی فاتحہ (مکمل یا بعض) پڑھی تھی کہ دوسرے شخص نے اس کی اقتداء کی، تو اب بوجہ امامت جہری نماز میں جہر واجب ہے لیکن اگر باقی قراءت میں جہر کرے تو لازم آئے گا کہ ایک ہی نماز میں بلند اور آہستہ آواز کی قراءت جمع ہو جائے، یہ امر شنیع ہے اور اگر آہستہ پڑھے تو وجوبِ جہر کے بعد عدمِ جہر لازم آتا ہے لہٰذا پڑھی ہوئی قراءت کو لوٹائے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اعادہ میں اول کی موافقت کرے یعنی آہستہ پڑھے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ اس طرح کیسے ہو سکتا ہے جبکہ غنیہ میں اسی مسئلہ کے بعد مذکور ہے کہ اگر اس نے ایک یا زیادہ آیات آہستہ پڑھی ہوں تو نماز کو بلند قراءت کے ساتھ پوری کرے اور پڑھی ہوئی قراءت کو دوبارہ نہ پڑھے اور جس طرح ردالمحتار میں ہے:

وقيل لم يعد وجهر فيما بقي من بعض الفاتحة او السورة كلها او بعضها كما في المنية۔[2]

۱۔ ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۱/ ۳۱۷

۲۔ ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۱/ ۳۵۷

65- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامت کے باب میں صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ امامتِ صغریٰ میں مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ ربط دس شرائط کے ساتھ ہے[1] جن میں سے ایک پر امام کی نماز کا صحیح ہونا ہے۔

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مقتدی کو امام کے بارے میں ایسی بات معلوم ہو جو خود امام کے نزدیک مفسدِ نماز ہے جس طرح عورت کو ہاتھ لگانا اور امام کو اس حالت کا علم نہیں (کہ اس نے عورت کو چھُوا) تو اکثر کے قول پر اس مقتدی کیلئے اس کی اقتداء جائز ہے اور ایک جماعت نے جن میں ہندوانی بھی ہیں، عدمِ جواز کا قول کیا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ نماز باطل ہے لہٰذا تبعاً مقتدی کی نماز بھی باطل ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ہندوانی کے قول سے یہ سمجھا کہ فقط امام کی رائے کا اعتبار ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی رائے کا معاً اعتبار ہے جیسے السندی نے غایۃ التحقیق میں تصریح کی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

لفظ "السندی" کی وضاحت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ لفظِ السندی نون کے ساتھ ہے۔[2]

اکثر مشائخ نے یہ فرمایا کہ اگر امام مقاماتِ اختلاف کی رعایت کرتا ہے تو پھر یہ نماز جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ اسے سندی نے روایت کیا ہے۔

66- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

معذور کے پیچھے طاہر کی نماز صحیح نہیں چاہے وضو کرتے ہی حدث ہو یا بعد میں پیدا ہو۔

۱- نیۃ المؤتم الاقتداء و اتحاد مکانھما و صلاتھما و صحۃ صلاۃ امامہ و عدم محاذاۃ امرأۃ و عدم تقدمہ علیہ بعقبہ و علمہ بانتقالاتہ و بحالہ من اقامۃ و سفر و مشارکتہ فی الارکان و کونہ مثلہ او دونہ فیھا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار 1/239)-۱۲ہزاروی

۲- غالباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں السندی کا نون غین کی صورت میں ہوگا اور موجودہ نسخہ میں بھی بمشکل نون کا پتہ چلتا ہے۔۱۲ہزاروی

تنویر الابصار اور دُرِّ مختار کی اس عبارت کے ساتھ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ای و قبل الصلوۃ کی قید لگائی جس کا مطلب یہ ہے کہ حدث وضو کے بعد اور نماز سے پہلے طاری ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ یہ (ای و قبل الصلوۃ کی قید) مفہوم انتہائی بعید ہے۔ بے شک مجتبیٰ، بحر الرائق اور فتاویٰ ہندیہ میں ایسے ہی کہا گیا جیسے متن میں ہے (قبل الصلوۃ کی قید کے بغیر)۔

بحر الرائق میں ہے:

فی المجتبٰی بان یقارن الوضوء الحدث او یطرا علیه الاحتراز عما اذا توضا علی الانقطاع و صلّٰی کذلك فانه یصح الاقتداء به لانه فی حکم الطاهر۔

"مجتبیٰ میں ہے کہ حدث وضو سے ملا ہوا ہو یا بعد میں طاری ہو، اور اس قید کے ذریعے اس بات سے احتراز کیا گیا کہ اگر وضو کرتے وقت عذر نہ ہو اور اسی طرح (بے عذر) نماز پڑھ لے تو اس کی اقتداء صحیح ہے کیونکہ وہ طاہر کے حکم میں ہے"۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ طاہر آدمی سلسل البول والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے لیکن یہ اس وقت ہے جب حدث وضو سے مقارن ہو یا بعد میں طاری ہو۔ اسی طرح زاہدی میں ہے۔

(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کی) نص سے یہ بات معلوم ہے کہ جس نے انقطاعِ عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت عذر لوٹ آیا تو اس کا وضو معذور کا وضو شمار کیا جائے گا چاہے نماز سے قبل لوٹے یا بعد میں، یہاں تک کہ اس عذر کے ساتھ وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ وقتِ نماز کے چلے جانے سے ٹوٹ جائے گا جیسے سب فقہاء نے بیان کیا۔ پس جس نے انقطاعِ عذر کی صورت میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی، پھر عذر اسی (نماز کے) وقت لوٹ آیا تو وہ نماز کامل نماز نہیں شمار کی جائے گا کیونکہ کامل نماز وضوئے عذر کے

ساتھ ادا نہیں ہوتی پس اس کی اقتداء کیسے صحیح ہوگی کیا تو نہیں دیکھتا کہ صحیح شخص کی طہارت طہارتِ مطلقہ ہے اور اس شخص کی طہارت جس نے انقطاعِ عذر کی حالت میں وضو کیا پھر اسی وقت میں عذر لوٹ آیا اگر چہ نماز کے بعد ہی کیوں نہ ہو، وہ وقتی (عارضی) طہارت ہے کیونکہ وقت کے نکلتے ہی باطل ہو جائے گی، پس ضعیف پر قوی کی بناء کیسے صحیح ہوگی؟

ہاں! تجھے یہ بات دھوکہ نہ دے کہ جب حالتِ انقطاع میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھی تو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس نے ایسی طہارت سے نماز ادا کی جو منافی سے محفوظ ہے (یہ بات اس لئے نہیں کہہ سکتے کیونکہ) تو جانتا ہے کہ یہ طہارتِ سالمہ سے کم درجہ کی طہارت ہے اور اس لئے بھی کہ یہ طہارتِ مُوَقّتہ ہے نیز ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ طہارت کے منافی کوئی بات نہیں پائی گئی کیونکہ انقطاعِ ناقص طُہرِ متخلل کی طرح ہے جو اتصالِ دم سے مانع نہیں بلکہ وہ مسلسل خون ہے جس طرح حائضہ عورت کے بارے میں ہے۔ اسی طرح بحرالرائق میں السراج الوہاج سے نقل کیا گیا ہے پس جس طرح طُہرِ ناقص میں حائضہ کی نماز معتبر نہیں، اسی طرح انقطاعِ ناقص میں امامت بھی جائز نہیں۔ یہ بات کتبِ فقہ کے متون وشروح سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے معذور کے پیچھے صحیح کی نماز کو منع کیا ہے۔

ہاں! اگر انقطاع کی حالت میں وضو کیا اور وہ انقطاعِ وقت کے نکلنے تک برقرار رہا تو اس شخص کا وضو صحیح لوگوں کے وضو کی طرح ہوگا اگر چہ وہ معذور ہی رہے گا۔ اگر دوسرے وقت میں عذر لوٹ آئے اس لئے یہ وضو خروجِ وقت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ سیلان سے ٹوٹ جاتا ہے جیسے فقہاء نے بالاتفاق کہا ہے۔

پس اگر ہم اس قسم کے آدمی کی اقتداء کا قول کریں تو صحیح نہیں کیونکہ جب اس کا وضو معذور کا وضو ہے تو نماز بھی اسی طرح ہوگی۔ اسی طرح بندۂ ناتواں کیلئے ظاہر ہوا۔

مزید براں محشّی (علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ) نے کوئی عقلی ونقلی دلیل بھی پیش نہیں کی پھر میں نے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے مراقی الفلاح پر حاشیے کو دیکھا تو لا یصح اقتداء غیرہ بہ کی شرح میں لکھا ہے کہ جب عذر کی حالت میں وضو کیا یا بعد میں عذر لاحق ہوا۔ اگر وضو کرتے وقت عذر سے خالی ہو تو وہ صحیح کے حکم میں ہوگا۔ اس بات میں سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ازہری کی

پیروی کی۔ پس الفاظ ازہری کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ازہری نے فی حکم الطاھر کہا ہے اور یہ کلام صحیح ہے، اگرچہ ان دونوں کے قول خالیا عنه سے اس چیز کا وہم پیدا ہوتا ہے جو یہاں واقع ہے اور یہ اس لئے کہ ان دونوں نے طریان کو مطلقاً بعد کے ساتھ ذکر کیا لہٰذا یہ اسے بھی شامل ہے جو نماز کے بعد ہوا اگرچہ اسے وقت میں حصول کے ساتھ مقید کرنا واجب ہے اور ان کا قول خالیا عنه اسی وقت تک خالی ہو سکتا ہے جب وقت میں نہ لوٹے اور اسی طرح ان کے قول فی حکم الصحیح سے حکمِ صحیح میں ہونا ثابت نہیں ہوتا جب وہ وقت میں لوٹ آئے۔

ظاہر یہ ہے کہ محشی رحمۃ اللہ علیہ کو قائل کے قول توضا علی الانقطاع و صلّی کذلك سے شبہ پیدا ہوا، پس انہوں نے اسی بات کو کافی سمجھا حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ انقطاع سے مراد انقطاع معتبر ہے اور وہ انقطاعِ تام ہے جو پورے وقت کو گھیر لے اور یہاں یہ مراد نہیں کیونکہ اس انقطاع سے وہ معذور نہیں رہتا اور کلام معذور کے بارے میں ہے اور انقطاعِ ناقص یہ ہے کہ خروجِ وقت تک باقی رہے، اس سے وہ معذور ہی رہے گا لیکن اس میں وضو صحیح وضو کی طرح ہوگا، یہاں تک کہ خروجِ وقت سے نہیں ٹوٹے گا اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ یہ ضعیف ہے، ایک مختصر وقت کیلئے انقطاع ہوتا ہے، پھر عذر لوٹ آتا ہے، پس یہ انقطاع کچھ معتبر نہیں ہے۔

پھر مجھے کتبِ فقہ کے متون، شروح اور فتاوٰی سے بالاجماع معلوم ہوا کہ مطلقاً معذور کی اقتداء صحیح نہیں اور اس تقیید کو زاہدی نے ظاہر کیا اور اس کی کلام جو ہندیہ میں نقل کی گئی ہے اس میں صرف قرون اور طریان کا ذکر ہے اور اسے بھی اس نے مطلق ذکر کیا ہے لہٰذا یہ طریان کو اور بعد الصلوٰۃ دونوں کو شامل ہوگی اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ زاہدی کے مسائل کو متن میں داخل کرتے رہتے ہیں اور متن ظاہرِ مذہب کے مطابق ہوتا ہے۔

67– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ہکلا (جس کی زبان میں لُکنت ہو) کے پیچھے غیر ہکلا کی نماز صحیح نہیں اور یہ ہکلا شخص

انتہائی کوشش اور محنت کے بعد اُمّی کی مثل ہے لہٰذا اپنے جیسے کی امامت کرسکتا ہے۔
امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انتہائی کوشش اس پر فرض و لازم ہے اور دورانِ جدو جہد اس کی انفرادی نماز ظاہر مذہب کے لحاظ سے فاسد ہوگی۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: اس کی نماز کا فساد اس وقت ہے جب اس کیلئے اقتداء ممکن ہو ورنہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ جدو جہد کیلئے کوئی حد متعین نہیں بلکہ اس کا حکم دائمی ہے لہٰذا امکان کا حکم خود شارح (صاحبِ درمختار) کے اس قول سے حاصل ہوا:

لا تصح صلاته ان امکنه الاقتداء۔
یعنی اس کی نماز اسی وقت (اکیلے) صحیح نہ ہو جب اقتداء ممکن ہو۔

68- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بزازیہ کے حوالے سے ایک مسئلہ نقل کیا اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص غیر المغضوب علیھم کو غیر المغظوب ظا کے ساتھ اور ولا الضالین کو ذال یا ظا کے ساتھ پڑھے تو بعض نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عوام حروف کے مخارج کو نہیں پہچانتے لہٰذا یہ حکم عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر ہے۔ بعض نے مطلقاً فسادِ نماز کا حکم دیا اگر معنےٰ بدل جائے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابوالحسن اور قاضی ابوالقاسم نے کہا کہ اگر جان بوجھ کر ایسا کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بلاقصد زبان پر جاری ہو جائے یا حروف میں تمیز نہ کرسکتا ہو تو فاسد نہ ہوگی، یہ قول اعدل ہے۔ اس کلام میں قاضی ابوالقاسم کا ذکر ہے۔[2]

۱- یعنی اس پر اقتداء لازم ہے۔ ۱۲ ہزاروی

۲- اگر ضالین کو ظا کے ساتھ پڑھا جائے تو معنےٰ ہوگا ہمیشہ رہنے والے۔ لہٰذا اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (نہایت القول المفید فی علم التجوید صفحہ ۹۶) - ۱۲ ہزاروی

69-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے دُرِّ مختار کی اس عبارت فلو من احدھما لم یکرہ سے اختلاف کرتے ہوئے اسے بحر الرائق کا مخالف قرار دیا اور لکھا کہ ایک کاندھے سے ہو یا دونوں سے، دونوں طرح سے مکروہ ہے اور شارح کا ولو من احدھما لم یکرہ کہنا صحیح نہیں۔ شامی کی عبارت یہ ہے:

مخالف لما فی البحر حیث ذکر فی انه اذا ارسل طرفا منه علی صدرہ و طرفا علی ظھرہ یکرہ۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شارح تنویر الابصار (صاحبِ درمختار) کے کلام کا مطلب وہ نہیں جسے سید علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا اور انہوں نے اس سلسلے میں بحث کی کہ ایک کاندھے پر رکھا ہو یا دونوں پر کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کپڑے کے دونوں کنارے لٹکائے جائیں گے تو مطلقاً مکروہ ہوگا چاہے وہ ایک کاندھے پر ہو یا دونوں پر، شارح کی کلام کپڑے کے کناروں کے بارے میں تھی کہ اگر دونوں کناروں کو لٹکایا جائے تو مکروہ ہے اور اگر ایک کنارہ ایک کاندھے پر لٹکایا جائے اور دوسرا کنارہ دوسرے مونڈھے پر رکھا ہو تو مکروہ نہیں۔[2] کہاں یہ اور کہاں وہ مفہوم جسے ان دونوں حضرات نے سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرمائے۔ آمین۔

70-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی آدمی شافعی المذہب امام کی اقتداء میں وِتر ادا کر رہا ہو تو آیا دعائے قنوت کی متابعت کرے گا یا اپنے مذہب کا قنوت پڑھے گا؟

اس ضمن میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللّٰھم انا نستعینک پڑھنے میں

۱- ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۴۳۰/۱

۲- من احدھما میں ضمیر کا مرجع کتف نہیں بلکہ ثوب ہے۔۱۲ ہزاروی

واجب منحصر نہیں پس اگر قنوت میں امام کی متابعت کرے تو اس کی طرف سے واجب کی ادائیگی ہو جائے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ اس سے وجوب کے سقوط میں کلام نہیں۔ کلام اس بارے میں ہے کہ اس کیلئے کون سا قنوت مناسب ہے؟ آیا اپنے مذہب کی اتباع میں اپنے مذہب کا مختار قنوت پڑھے یا امام کی متابعت کے پیشِ نظر اس کے مذہب کا قنوت پڑھے؟ اس کا جواب وہی ہے جسے شیخ عبدالحی شرنبلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا:

فی الشرنبلالیة لا یخفی ان الشافعی یقنت باللّٰھم اھدنا و الحنفی باللّٰھم انا نستعینك۔

فتاوٰی شامی میں ہے:

ای ویقنت بدعاء الاستغاثة لا دعاء الھدایة الذی یدعو به امامه لان المتابعة فی مطلق القنوت لا فی خصوص الدعاء کما حررہ الشیخ ابو السعود عن الشیخ عبد الحی۔[1]

71- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

قنوتِ نازلہ رکوع سے پہلے پڑھا جائے۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے۔ حلبی نے کہا کہ اگر امام رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو اس کے اس غیر مشروع کام میں متابعت کی بجائے کچھ دیر بیٹھ جائے تاکہ مشارکت کا احتمال باقی نہ رہے۔

بحرالرائق میں ہے: بعض نے کہا چونکہ رکوع کے بعد طولِ قیام جائز نہیں اس لئے امام کی اتباع نہ کرے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ رکوع کے بعد بیٹھ جانا عدمِ جواز میں طولِ قیام سے بھی زیادہ شدید

۱- ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۱/۴۴۹

ہے کیونکہ یہ اصلاً اور وضعاً دونوں طرح ناجائز ہے بخلاف طول قیام کے (کیونکہ وہاں وضعاً مشروعیت ہے)۔

72-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بحرالرائق میں ہے:

و لیقنت الامام فی الجھریۃ۔

''امام جہری نمازوں میں قنوت (نازلہ) پڑھے''۔

ابوالسعود میں ہے:

ان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر۔

''اگر مسلمانوں پر کوئی پریشانی آئے تو امام صبح کی نماز میں قنوت پڑھے''۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بحرالرائق میں لفظِ جھر درحقیقت لفظِ الفجر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فی الجھریۃ کی عدمِ صحت ظاہر ہے جیسا کہ کتبِ احادیث سے ظاہر ہے چنانچہ فتاوٰی رضویہ میں اسی طرح ہے:

''تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نمازِ فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوۃ الجھر مصحف من صلوۃ الفجر۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مواظبت اور تکرار دیگر نمازوں کیلئے ثابت نہیں جو صبح کی نماز کے بارے میں ہے۔

73-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امامِ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (صاحب شرح معانی الآثار) نے فرمایا: ''ہمارے نزدیک سوائے آفات و مصائب کے صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھا جائے۔ اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں''۔ بعض فضلاء نے فرمایا کہ یہی

1- فتاوٰی رضویہ ۲/۵۱۰

ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اسی مسلک پر ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بعض فضلاء سے یا علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں یا علامہ شرنبلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ کیونکہ ان دونوں نے غنیہ اور مراقی الفلاح میں یہ بات بیان کی ہے۔

74- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درِ مختار نے (فائدہ کے تحت) ان باتوں کو بیان کیا جن میں امام کی اتباع کی جائے اور جن میں امام کی اتباع نہ کی جائے۔ جن امور میں امام کی اتباع کی جائے ان میں ایک قنوت بیان کیا گیا۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرنبلانی نے نور الایضاح میں اس کے مناقض بیان کیا اور وہ یہ کہ

لو ترك الامام القنوت يأتي المؤتم ان امكنه۔

"اگر امام قنوت ترک کردے تو مقتدی پڑھے بشرطیکہ اس کیلئے امام کے ساتھ رکوع میں شرکت ممکن ہو، ورنہ امام کی اتباع کرے"۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ اور دیگر کتب میں بھی اسی طرح مذکور ہے (جیسے نور الایضاح میں ہے)۔

75- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نوافلِ منذورہ میں اگر قیام کے ساتھ پڑھنے کی نذر ہے تو قیام واجب ہے ورنہ قیام لازمی نہیں اور تعیین کے ساتھ بالاتفاق قیام لازم ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ مسئلہ کہ نوافلِ منذورہ میں قیام واجب نہیں جب تک کہ قیام کی صراحت نہ ہو، متفقہ

ا- نور الایضاح مع حاشیہ ذریعۃ النجاح صفحہ ۹۸

نہیں بلکہ اختلافی ہے۔

76۔طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مقیم سواری کی حالت میں شہر سے باہر نفل پڑھ سکتا ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تنویر الابصار میں راکبا مفرد کا صیغہ اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لایا گیا ہے کہ سواری کی حالت میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے امام کی نماز صحیح ہوگی جبکہ قوم کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جماعت کے ساتھ قوم کی نماز کے فساد کی وجہ بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جانوروں کے درمیان فاصلہ اقتداء سے مانع ہے۔

77۔طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مقتدی کے دعائے قنوت سے فارغ ہونے سے قبل اگر امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی قنوت ترک کرکے امام کی متابعت کرے، اگرچہ اس نے (بوجوہ) قنوت میں سے کچھ بھی نہ پڑھا ہو بشرطیکہ امام کے ساتھ رکوع کے فوت ہو جانے کا خوف ہے البتہ تشہد کو پورا کرے کیونکہ تشہد میں اختلاف مفسدِ نماز نہیں۔(الدرر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: (حالتِ تشہد میں عدمِ اتباعِ امام) تشہد میں مخالفت نہیں بلکہ تشہد کے ساتھ سلام میں بلکہ خروج بصنعہٖ میں مخالفتِ امام ہے۔ الدرر کا یہ قول (مخالفتِ امام فی التشہد) اس شخص کے مسلک پر صحیح ہے جو اس کی فرضیت کا قائل نہ ہو۔

78۔طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا: اگر لوگ عشاء کے فرض (رمضان شریف میں) جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں۔ اس کی علت

صاحبِ درِّ مختار نے یہ بیان فرمائی کہ تراویح کی جماعت فرض کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شارح کی تعلیل تبعا اکیلے آدمی کو بھی شامل ہے یعنی اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ فرض نہ ادا کر سکے تو تراویح بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے اور خود شارح کی تفریع اس کی تعلیل کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:

فمصلیه وحده یصلیها معه۔

''اکیلے فرض پڑھنے والے جماعت کے ساتھ تراویح ادا کریں''۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شارح (صاحب درمختار) پر اعتراض کیا کہ شارح کی تعلیل سے مفرد کی شمولیت اور تفریع سے اس کے خلاف کا پتہ چلتا ہے۔ اس کا جواب ردالمحتار میں نہایت عمدہ دیا گیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

(قوله لا نها تبع) ای لان جماعتها تبع لجماعة الفرض فانها لم تقم الا بجماعة الفرض فلو اقیمت بجماعة وحدها کانت مخالفة للوارد فیها فلم تکن مشروعة اما لو صلیت بجماعة الفرض و کان رجل قد صلی الفرض وحده فله ان یصلیها مع ذٰلك الامام لان جماعتهم مشروعة فله الدخول فیها معهم لعدم المحذور و هٰذا ماظهر لی فی وجهه و به ظهر ان التعلیل المذکور لا یشمل المصلی وحده فظهر صحة التفریع بقوله مصلیه وحده الخ۔[1]

79– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حلبی کے حوالہ سے امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تعلیلِ سابق کے مطابق صورتِ مذکورہ میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ وتر امامِ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے۔

۱– ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۱/۴۷۶

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ وتر اگر چہ اپنی اصل کے لحاظ سے تابع نہیں ہیں لیکن وتروں کی جماعت تو تابع ہے۔فتاوی شامی میں ہے:

الذی یظھر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح و ان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعۃ للتراویح الخ۔[1]

80–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر عشاء کے تابع بھی نہیں۔(حلبی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس بات سے وتروں کی جماعت کے جواز کا وہم پیدا ہوتا ہے اگر چہ فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں اور یہ بات اس نص کے خلاف ہے جو شرح النقایہ اور غنیہ وغیرہما میں ہے۔اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے فتاوی (فتاوی رضویہ) میں مکمل طور پر کی گئی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"جس شخص نے نمازِ عشاء تنہا پڑھی، وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے، تنہا نہ پڑھے، ہاں! وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا۔جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں، وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔

درِّ مختار میں ہے:

مصلیہ وحدہ یصلیھا معہ ۱ھ ای مصل الفرض وحدہ یصل التراویح مع الامام۔

ردالمحتار میں ہے:

۱– ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۴۷۶/۱

اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر واللہ تعالیٰ اعلم "۔[1]

81- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اذان کے بعد نماز ادا کئے بغیر مسجد سے باہر جانے کی کراہت کا ذکر کرتے ہوئے چند افراد کے استثناء کے بعد صاحب تنویر الابصار اور اس کے شارح (صاحب درِ مختار) فرماتے ہیں:

(الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخریٰ) او کان الخروج لمسجد فیہ و لم یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ اولسماع الوعظ اولحاجۃ و من عزمہ ان یعود۔[2]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ومن عزمہ جار مجرور آخری یعنی لحاجۃ کے ساتھ متعلق ہے یعنی کسی حاجت کی طرف جانے والا واپسی کا عزم رکھتا ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ جار مجرور کو (صرف لِحاجۃٍ کی بجائے) درس، وعظ اور حاجت (تینوں) کے ساتھ متعلق گردانتے تو تمام ابحاث ختم ہو جاتیں (اور کوئی اشکال باقی نہ رہتا)۔

82- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر البحر کے حوالے سے ایک مسئلہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا جیسے ابوالسعود نے زیلعی سے نقل کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کتاب کی وضاحت اور شبہ کے ازالہ کے طور پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب مختصر البحر، بحر الرائق نہیں بلکہ ایک علٰحدہ کتاب ہے اور صاحب بحر الرائق پر یہ بہت سی باتوں میں مقدم ہے کیونکہ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے حوالہ سے مسئلہ نقل کیا۔

۱- فتاوٰی رضویہ ۳/۴۸۰، ۴۸۱

۲- نہر الفائق

83- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

سفرِ شرعی جس سے نماز میں قصر واجب ہوتی ہے، سال کے چھوٹے دنوں کے حساب سے تین دن اور تین رات کی مسافت ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: چونکہ دن کی مقدار شہروں کے اختلاف سے مختلف ہے اس لئے یہ لازم آتا ہے کہ ''بلغار'' میں مسافتِ سفر تین ساعتیں یا اس سے کم ہو کیونکہ ان کے نزدیک سال کے چھوٹے دن ایک ساعت یا کچھ کم اور زیادہ کے ہوتے ہیں۔ (حلبی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس کا بہترین جواب دیا گیا ہے لہٰذا وہاں دیکھا جائے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المراد من التقدير باقصر ايام السنة انما هو فى البلاد المعتادة التى يمكن قطع المرحلة المذكورة فى معظم اليوم من اقصر ايامها فلا يرد ان اقصر ايام السنة فى بلاد بلغار قد يكون ساعة او اكثر او اقل فيلزم ان يكون مسافة السفر فيها ثلاث ساعات او اقل لان القصر الفاحش غير معتبر كالطول الفاحش و العبارات حيث اطلقت تحمل على الشائع الغالب دون الخفى النادر الخ۔[1]

84- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور ہے کہ بلغار کے دن رات سے کہیں زیادہ لمبے ہوتے ہیں اس لئے کبھی وہاں کا دن ۲۳ ساعتوں کا ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح دن گرمیوں میں زیادہ لمبا ہوتا ہے اسی مناسبت سے سردیوں میں نہایت

۱- ردالمحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی ۱/۵۲۶

چھوٹا بھی ہوتا ہے تو اگر دن نہایت لمبے ہوں تو عشاء کے حق میں فرق پڑے گا کیونکہ غروبِ شفق سے پہلے صبح طلوع ہو جائے گی لیکن دنوں کے چھوٹا ہونے کی صورت میں بھی زوال ضرور پایا جائے گا اور اسی طرح سایہ ایک دو مثل ضرور ہوگا چاہے دن نہایت مختصر ہی کیوں نہ ہوں۔[1]

85- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مدتِ سفر کی بحث میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا:

مسیرة ثلاثة ایام ولیا لیها بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة۔

المعتادۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عبارت نقل کی اور فرمایا کہ یہ بات شیخ زین کے اِفادات میں سے ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

"(المعتادة) هی معلومة عند الناس فیرجع الیهم عند الاشتباه"۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شیخ زین کا یہ قول "البدائع" سے لیا گیا ہے۔

86- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ مسافر چار رکعتوں والی نماز (فرض) کی بجائے دو رکعات پڑھے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اس پر صاحبِ درِّ مختار نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہے جب مدتِ سفر پوری ہو جائے ورنہ سفر کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے محض واپسی کی نیت سے سفر کی مدت پوری ہو جائے گی۔

سفر کے غیر مستحکم ہونے کے بارے میں یہ بحث کی گئی کہ قصر کی علت تین دن کے سفر کے ارادے سے آبادی سے مفارقت ہے نہ کہ تین دن میں سفر کی تکمیل کیونکہ حکمِ سفر محض آبادی سے جدائی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب تک حکمِ اقامت کی علت یعنی شہر میں داخلہ ثابت

[1] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ دونوں کے نہایت لمبے ہونے یا نہایت مختصر ہونے سے مدتِ سفر کے تعین میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ۱۲ ہزاروی

نہ ہو، سفر کا حکم باقی رہے گا۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فعلِ مجہول کے ساتھ بحث کی طرف اشارہ کیا اور فاعل کا ذکر نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ بحث کرنے والی شخصیت علامہ ابنِ ہمام رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

87۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا بحث کے بارے میں امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بحث نہایت مضبوط ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً ابنِ ہمام کی بحث کو لاشی قرار دیا جسے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ قوی بحث قرار دے رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ ہمام کی بیان کردہ علتِ قصر اور علتِ حکمِ اقامت کو رد کرتے ہوئے علتِ قصر بیان فرمائی اور پھر پیدا ہونے والے اعتراض کا جواب بھی دیا نیز اسے ایک مثال کے ذریعے ثابت کیا۔ ابنِ ہمام نے قصر کیلئے آبادی سے مفارقت کو علت قرار دیا جبکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مشقت کو علت قرار دیا جس سے ثابت ہوا کہ تین دن اور تین رات کی سیر مکمل ہونے ہی پر تحقیقِ مشقت پر قصر کی رعایت کا استحقاق ہے اور محض آبادی سے جدائی اور صرف نیت سے مشقت حاصل نہیں ہوتی۔

اب سوال پیدا ہوا کہ پھر آبادی سے جدا ہوتے ہی قصرِ صلوٰۃ کیوں ہے تو اس کا جواب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا کہ چونکہ رخصت تخفیفِ مشقت کے شروع ہوتے ہی ہونی چاہیے نہ کہ تکمیل پر، اس لئے شارح نے سفر کی نیت سے آبادی سے جدا ہوتے ہی قصر کا حکم دیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے سر پر بوجھ رکھ دے، پھر اسے سفر کا حکم دے اور اس پر تخفیف کرنا چاہے تو یہ اس صورت میں ہوگی کہ اس کے آغازِ سفر ہی میں کچھ بوجھ اتار

1۔ نتیجہ یہ ہے کہ محض نیتِ عود سے حکمِ اقامت ثابت نہیں ہوگا۔ ۱۲ ہزاروی

دے، اگر سفر مکمل کرنے پر بوجھ اتارتا ہے تو تخفیف نہ ہوگی، اسی طرح شریعت نے اسی مقصدِ تخفیف کے پیشِ نظر محض بستی سے جدائی کے ساتھ ہی رخصت کا حکم فرمایا، پھر جب مدتِ معتبرہ کو پہنچ جائے اور واپسی کا ارادہ کرے تو اب چونکہ وہاں مشقت باعثِ رخصت نہیں ہے لہٰذا وہ بوجھ جو مشقت کے پیشِ نظر اُٹھایا گیا تھا، دوبارہ رکھ دیا جاتا ہے۔[1]

88- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امام کے خطبہ شروع کرنے سے قبل اور کسی کو تکلیف دیے بغیر آگے جا سکتا ہے البتہ اگر کہیں اور جگہ نہ ملے اور امام کے سامنے جگہ ہو تو گردنیں پھلانگ کر آگے جا سکتا ہے کیونکہ آگے بڑھنے والے پر برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر تفریع کے انداز میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نزولِ برکت کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے امام پر برکت کا نزول ہوتا ہے، پھر اس شخص پر جو امام کے بالکل مقابل پہلی صف میں ہے، پھر اس کے دائیں اور پھر بائیں طرف کے نمازیوں پر، پھر دوسری صف میں اسی ترتیب کے ساتھ اور پھر آخری صف تک اسی ترتیب سے برکات کا نزول ہوتا ہے۔

89- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کہا گیا ہے کہ جو کام بدھ کو شروع کیا جائے وہ مکمل ہوتا ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس بارے میں ایک حدیث پاک میں ہے:

۱- تو معلوم ہوا کہ قصر کی علت مشقت ہے نہ کہ آبادی سے جدائی اور یہ صرف شفقت کے تحت تخفیف ہے۔ ۱۲ ہزاروی

۲- پیشِ نظر حاشیہ میں یہ صفحہ غیر مطبوعہ ہے۔ ۱۲ ہزاروی

ما من شیء بدیٔ یوم الاربعاء الاتم۔
''بدھ کو شروع کیا جانے والا کام مکمل ہوتا ہے''۔

90۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عیدین کے احکام اور اوقات کی بحث میں صاحب تنویر الابصار نے فرمایا کہ عید الفطر کے احکام وہی ہیں جو عید الاضحیٰ کے ہیں البتہ عید الاضحیٰ کی نماز قربانی کے تیسرے دن تک مؤخر کی جاسکتی ہے۔[1]

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف کا قول یجوز تاخیرھا سے پتہ چلتا ہے کہ (تاخیر میں) کراہت تنزیہی ہے

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یَجُوزُ کے لفظ سے کراہت تنزیہی کا مفہوم سمجھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِسے غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ کبھی جواز کو واجب کے مقابل بولا جاتا ہے، اس وقت یہ مکروہ تحریمی کو بھی شامل ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

91۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نماز استسقاء کے ضمن میں مصنفِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ یہ نماز جماعت، خطبہ اور چادر کے الٹانے کے بغیر ہو اور ذمی (غیر مسلم) بھی حاضر نہ ہوں۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذمیوں کا مسلمانوں کے ساتھ اجتماع مکروہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ساتھ کفار کا اجتماع بلاضرورت اور بغیر مصلحت کے مکروہ ہے البتہ اس کی عبادت کے جواز کے بارے میں فقہاء نے بالا جماع تصریح کی ہے بلکہ

---

[1] عید الفطر کی نماز دوسرے دن زوال سے قبل تک مؤخر ہو سکتی ہے۔ ۱۲ ہزاروی

مسلمانوں کا تجارت کی نیت سے دارالحرب میں داخل ہونا جائز ہے۔[1]

92- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ایصالِ ثواب کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی اور فرمایا کہ اسے قرطبی نے اپنے "تذکرہ" میں ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قرا المؤمن آیة الکرسیّ و جعل ثوابها لاهل القبور ادخل اللّٰه تعالٰی فی کل قبر من المشرق والمغرب نورا و وسع علیهم مضاجعهم و اعطی اللّٰه للقارئ ثواب ستین نبیّا و رفع له بکل میت درجة و کتب له بکل میت عشر حسنات۔

"جب مومن آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبور کو ایصال کرے تو اللہ تعالیٰ ہر قبر کو مشرق سے مغرب تک نور سے بھر دیتا ہے، ان کی قبروں کو کشادہ کر دیتا ہے، پڑھنے والے کو ساٹھ نبیوں کا ثواب دیتا ہے، ہر میت کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ہر میت کے بدلے اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں درج فرماتا ہے"۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس روایت میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن سے ادھر ادھر کی باتوں کا اظہار ہوتا ہے، یعنی اس کے بعض الفاظ اس کی عدمِ صحت کی دلیل ہیں۔[2]

93- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

قبر پر چلنا، بیٹھنا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا اور نماز پڑھنا، اسی طرح قبر کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی سے زائرینِ قبور کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔

۱- لہٰذا امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس اجتماع کو مطلقاً مکروہ کہنا صحیح نہیں۔ ۱۲ ہزاروی

۲- مثلاً ساٹھ نبیوں کا ثواب وغیرہ۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بعض قیود کے ساتھ مقید کیا اور مطلقاً نہی کے قول کو غلط قرار دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر پر یا قبر کی طرف (بغیر پردہ حائل ہونے کے) نماز پڑھنا منع ہے اور یہ اُس وقت ہے جب وہ قبر اس نمازی کی نظروں کے سامنے ہو اور وہ خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہا ہو، یونہی جب کہ اس کے پہلو میں ہو لیکن جب ان تمام باتوں سے خالی ہو اور کسی قبر کے پاس نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ منع ہے اور اگر وہ کسی نیک شخص کی قبر کے پاس اس کی برکت سے متمتع ہونے کی نیت سے نماز پڑھے تو یہ عمدہ بات ہے، جس طرح ہم نے اپنے فتاوٰی میں تحقیق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

94- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویرالابصار و درّ مختار میں ہے کہ علت مثلاً بادلوں اور غبار کی صورت میں ایک عادل یا مستورالحال کی خبر، دعوٰی، لفظ اشھد، حکمِ حاکم اور مجلس قضاء کے بغیر قبول کی جائے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے حاکم کے سامنے ہلالِ رمضان کی شہادت دی اور ایک دوسرے آدمی نے اس کی شہادت کو حاکم کے پاس سنا تو اگر اس شاہد کا عدل ظاہر ہے تو سامع پر روزہ رکھنا واجب ہے اور وہ حکمِ حاکم کا محتاج نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر العدالۃ اور مستور العدالۃ کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص کی عدالت ظاہر اور معلوم ہو جس طرح کہ یہی مذہب ہے کیونکہ جس کے لباس اور صورت سے مخالفتِ شریعت کا ظہور رہو، وہ مستور ہے۔

95- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِّ مختار میں ہے کہ ایک کی شہادت دوسرے پر قبول کی جائے جیسے غلام اور عورت

اگرچہ ان کی مثل پر ہو۔

اس ضمن میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علی مثلھا سے یہ فائدہ ہے کہ ان کے غیر مثل جیسے آزاد اور مرد کے خلاف شہادت مقبول ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طحطاوی میں ایک لفظ کے سقوط کی طرف اشارہ فرمایا۔[1]

96۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار اور درِّ مختار میں ہے کہ عید الفطر کے چاند کیلئے علتِ مذکورہ اور عدالت کے علاوہ نصابِ شہادت اور لفظِ اَشْھَدُ کی بھی شرط ہے۔

علتِ متقدمہ کی تفصیل میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بادلوں، گرد وغبار اور دھوئیں کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ علتوں کے علاوہ لکڑی کا بُرادہ (بُورا)، بارش اور نصاب کا بھی اضافہ فرمایا۔

97۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ اگر کسی شہر میں حاکم نہ ہو تو وہاں کے باشندگان ثقہ (قابلِ اعتماد) آدمی کے قول پر روزہ رکھیں۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ نہ تو وہاں قاضی ہو اور نہ ہی حکمران۔[2]

۱۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں لفظ من یما ثلھا ہوگا جبکہ پیشِ نظر نسخہ طحطاوی میں علی من لم یماثلھا ہے۔۱۲ ہزاروی

۲۔ فتاوٰی عالمگیریہ المعروف بہ فتاوٰی ہندیہ ۱/۱۹۷

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم کی تعریف میں علماء کو بھی شامل کیا اور فرمایا کہ جہاں حکمران نہ ہو وہاں علماء حکمران ہیں۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُن کی طرف رجوع کریں اور ان کا حکم مانیں۔ اگر علماء زیادہ ہوں تو ان میں سے زیادہ علم والا ہی والی ہے ورنہ (بصورتِ مساوات) قرعہ اندازی کریں۔ یہ پورا مسئلہ الحدیقۃ الندیہ میں بیان کیا گیا ہے۔

98- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عید الفطر کے چاند کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے تنویر الابصار کے مصنف نے فرمایا:

(و افطروا باخبار عدلین) مع العلۃ (للضرورۃ)۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ منح اور ہندیہ کی عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ دو عادلوں کی خبر سے افطار کا حکم جواز کیلئے ہے، وجوب کیلئے نہیں کیونکہ ان دونوں فتاوٰی میں لا باس للناس ان یفطروا سے تعبیر کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

منح اور ہندیہ کی طرح فتاوٰی خانیہ، خلاصہ، فتح القدیر اور جواہر الاخلاطی میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

99- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درمختار نے بیان فرمایا کہ حاکم تنہا رمضان المبارک کا چاند دیکھے تو اسے اختیار ہے کہ گواہ قائم کرے یا لوگوں کو روزے کا حکم دے۔

شاہد کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ حلبی کے حوالے سے فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ اس کا مطلب حاکم کا کسی شخص کو شہادت پر آمادہ کرنا ہے، پھر وہ شاہد گواہی دے اور کہے کہ مجھے کسی آدمی نے خبر دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور اس نے مجھے شہادت دینے کی ترغیب دی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ طریقۂ شہادت سے اختلاف کرتے ہوئے ایک ایسا طریقہ بیان فرمایا جو زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حاکم کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے اس کے سامنے خود شہادت دے۔

100- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عید الفطر کے چاند کے بارے میں حضرتِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بحر الرائق میں ایک روایت نقل کی گئی جس کے راوی امامِ حسن رضی اللہ عنہ ہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے چاہے آسمان میں کوئی علت ہو یا نہ ہو جس طرح ہلالِ رمضان کے بارے میں ہے۔ یونہی بدائع میں بھی ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق مشائخ میں سے کسی نے اس کو ترجیح نہیں دی البتہ ہمارے اس زمانہ (۹۵۵ھ) میں اس پر عمل مناسب ہے کیونکہ لوگ چاند کے دیکھنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

پھر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں رونما ہونے والا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ۹۵۵ھ میں اہلِ مصر دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہ رکھا، یونہی عید الفطر کے بارے میں ان کا اختلاف ہوا، اس کا سبب یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی القضاۃ (حنفی) کے سامنے (ہلالِ رمضان کی) گواہی دی۔ مطلع صاف تھا لہٰذا ان کی گواہی قبول نہ کی گئی۔ پس انہوں نے اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا اور لوگوں کو خود قاضی نے افطار کا حکم دیا، یونہی ہلالِ فطر میں ہوا یہاں تک کہ بعض مشائخِ شافعیہ نے بغیر جماعت کے عید کی نماز پڑھی اور شہر کی غالب اکثریت نے ان کی مخالفت کی اور امام کی مخالفت کے باعث ان کے اس فعل سے اختلاف کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فطر میں اختلاف کے سبب کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ انہوں نے اول

رمضان کو حالتِ افطار میں صبح کی (اور روزہ نہ رکھا)۔

101۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

واقعۂ مصر کے سلسلہ میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک قلیل جماعت نے قاضی کے پاس گواہی دی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی رمضان کے چاند کی گواہی دی۔

102۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

چاند دیکھنے والوں (جن کی گواہی رد کی گئی) اور ان کی اتباع میں بہت سے لوگوں نے روزہ رکھا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جن لوگوں کی شہادت کو قاضی نے رد کر دیا پھر انہوں نے روزہ رکھا، ان کا روزہ حکمِ شریعت کے مطابق تھا کیونکہ شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جو رمضان شریف کا چاند دیکھے، وہ روزہ رکھے اگر چہ اس کی بات کو رد کر دیا گیا ہو۔

103۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک عظیم جماعت نے ان کی اتباع میں روزہ رکھا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ان کے متبعین نے روزہ رکھ کر گناہ کا ارتکاب کیا اگر انہوں نے چاند نہیں دیکھا تھا۔

104۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اور اس نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ھو ضمیر کا مرجع قاضی ہے یعنی قاضی نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور ظاہرِ روایت پر علم کیا۔

105- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرِّ مختار میں بیان کیا گیا کہ مطالع کا اختلاف اور دن کو زوال سے پہلے یا بعد چاند کا دیکھنا ظاہر مذہب پر غیر معتبر ہے اور یہی اکثر مشائخ کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ (یونہی) بحر الرائق نے خلاصہ سے بیان کیا۔ پس اہلِ مغرب کی روایت سے اہلِ مشرق کیلئے (روزہ یا افطار) لازم ہوگا جب کہ ان کیلئے رؤیت کا ثبوت بطریقِ موجب ہو۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فیلزم اھل المشرق برؤیة اھل المغرب میں **یلزم** کی ضمیر مرفوع متصل ثبوت ہلال کی طرف لوٹتی ہے چاہے ہلالِ صوم ہو یا فطر اور **اھل المشرق یلزم** کا مفعول ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اہلِ مغرب کی رؤیت کو اہلِ مشرق کیلئے ثبوتِ ہلال کے قول میں ہلالِ فطر کو بھی شامل کیا اور کہا کہ بطریق موجب (دو شہادتیں) ہوں یا خبرِ مستفیض ہو، اس تعمیم اور پھر طریق موجب اور استفاضۂ خبر کے ذکر سے معلوم ہوا کہ ہلالِ فطر بھی استفاضہ سے ثابت ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمام چاندوں میں یہی حکم ہے۔

106- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ان کاموں کا ذکر کرتے ہوئے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کہا گیا ہے کہ اگر کان میں پانی داخل ہو جائے، چاہے خود روزہ دار کے فعل سے ہی ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اس پر صاحبِ درمختار نے فرمایا: یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص لکڑی کے

ساتھ کان کو کھجلائے پھر لکڑی باہر نکالے تو اس پر میل ہو تو چاہے کتنی ہی مرتبہ ایسا کرے، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرح الملتقی میں اس فعل سے روزے کے عدمِ فساد پر اجماع ذکر کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

شرح الملتقی سے شاید سکب الانہر مراد لی ہے جیسے مراقی الفلاح کے حواشی پر ذکر کیا گیا ہے۔

107–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

باب الہدی میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق کے حوالے سے ایک روایت نقل کر کے فرمایا کہ یہ روایت عباس بن مرداس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یہ راوی منکر الحدیث، ساقط الاحتجاج ہے جس طرح اسے حفاظ نے ذکر کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ علامہ طحطاوی کی مغفرت فرمائے۔ سبقتِ قلم سے انہوں نے ایسا لکھ دیا ورنہ حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی دوسرے نے ان کے بارے حفاظ سے یہ بات نقل نہیں کی بلکہ یہ ابن حبان کا قول حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے بیٹے کنانہ کے بارے میں ہے علاوہ ازیں خود ابنِ حبان کے قول میں اختلاف ہے کہ اس نے کنانہ کو ضعفاء میں شمار کر کے یہ بات لکھی اور ثقات میں بھی ذکر کیا اور توثیق کی جس طرح علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے و ذکرہ ابن حبان فی الثقات قلت و قال فی کتاب الضعفاء حدیثہ منکر جدا الخ۔[1]

1- تہذیب التہذیب ۸/۴۴۹

108- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے بیان میں شارح تنویر الابصار نے بیان کیا کہ حدیثِ پاک کی رو سے مسجد نبوی میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ دیگر مساجد کے مقابلہ میں ایک ہزار کے برابر ہے۔[1]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا۔۔ ابنِ ہمام کہتے ہیں کہ مجھ ناتواں کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض روضۂ انور کی زیارت کی نیت کرے، جب اسے زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا تو مسجد شریف کی زیارت خود بخود ہو جائے گی یا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے کہ دوبارہ اسے یہ فضیلت حاصل ہو اور مسجد کی زیارت کی نیت کرے کیونکہ اس میں (اولاً روضۂ اقدس کی زیارت میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال ہے۔

ہمارے اس قول کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے:

من جاءنی زائراً لا یعمد حاجة الا زیارتی کان حقًا علیّ ان اکون شفیعًا یوم القیامة۔

''جو شخص میری زیارت کیلئے آئے اور سوائے زیارت کے دوسرا کوئی مقصود نہ ہو تو (میری رحمت و شفقت کے ذمہ) واجب ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں''۔[2] (حلبی)

ازاں بعد علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت میں حدیث پاک نقل فرمائی:

۱- یہ مسئلہ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے زیارتِ روضۂ اقدس کے ضمن میں فرمایا اور کہا کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے البتہ جس جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے اعضائے مبارکہ متصل ہیں، وہ مطلقاً افضل ہے یہاں تک کہ کعبۃ اللہ سے، عرش سے اور کرسی سے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت مستحب ہے بلکہ جن لوگوں کو طاقت ہو اُن کیلئے واجب ہے، اگر حج فرض ہو تو ابتداء حج سے کرے اور حج نفل ہو تو پھر اگرچہ اختیار ہے لیکن بہر حال اولیٰ یہ ہے کہ روضۂ انور کی زیارت کرے اور اسی کے ساتھ مسجد شریف کی زیارت کی نیت بھی کرے۔ ۱۲ ہزاروی

۲- فقہائے کرام کی تصریح کے باوجود روضۂ انور کی زیارت سے انکار بدعتِ سیئہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ۱۲ ہزاروی

لا تشد الرحال الا لثلاثة مساجد المسجد الحرام و مسجدی ھٰذا و المسجد الاقصٰی۔ (حلبی عن الفتح)[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی اس حدیث (لا تشد الرحال الخ) میں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فضیلتِ عظیمہ پر دلالت موجود ہے جس طرح اس حدیث میں جس کو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔

109۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نکاح بالاقرار کے انعقاد کے بارے میں تنویر الابصار میں دو قول بیان کئے گئے ہیں:

فلا ینعقد بالاقرار علی المختار و قیل ان کان بمحضر من الشھود صح و جعل انشاء و ھو الاصح۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فتحصل ان فی انعقاد النکاح بالاقرار قولین مصححین۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بلکہ یہاں تیسرا قول بھی ہے جس کی تفصیل قاضی خان سے گزر چکی ہے اور اسے فتح القدیر کے حوالے سے فتاویٰ شامی میں نقل کر کے کہا گیا ہے کہ یہ تفصیل حق ہے۔ فتاویٰ شامی کی عبارت یہ ہے:

و قال فی الفتح قال قاضی خان و ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض و لم یکن بینھما عقد لا یکون نکاحا و ان اقر الرجل انه زوجھا و ھی انھا زوجته یکون انکاحا و یتضمن اقرارھما الانشاء بخلاف اقرارھما بماض لانه کذب و ھو کما قال ابو

۱۔ نجدیوں نے یہ سمجھا کہ ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا خواہ وہ کتنا ہی بابرکت ہو، منع ہے اگرچہ روضۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہو (العیاذ باللہ) بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف زیادتی ثواب کیلئے سفر نہ کیا جائے۔ ۱۲ ہزاروی

حنیفة اذا قال لامرأته لیست لی امرأة ونوی به الطلاق یقع کانه قال لانی طلقتك و لو قال لم اکن تزوجتها و نوی الطلاق لا یقع لا نه کذب محض اھ یعنی اذا لم تقل التشهد و جعلتما ھٰذا نکاحا فالحق ھٰذا التفصیل۔[1]

ان اقوال میں توفیق ممکن ہے یعنی اگر عقدِ ماضی کا اقرار ہے حالانکہ عقد نہیں ہوا تو پھر انعقاد نہیں ہوگا اور اگر ایک دوسرے کے زوج اور زوجہ ہونے کا اقرار ہے تو یہ انشاء شمار ہوگا تو بات ایک ہی ہے۔ اگر اقرار سے ثبوت ہے تو انعقاد صحیح نہیں اور اگر انشاء کا مفہوم پایا جاتا ہے تو صحیح ہے۔

110– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حلبی کی ایک عبارت علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمائی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فتختص بکل لفظ لا یفید الملك و لا ینعقد به النکاح الخ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی شامی میں بکل لفظ یفید الملك و لا ینعقد به النکاح الخ ہے اور یہی صحیح ہے۔[2]

111– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں کرے تو اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خود بھی موجود ہو کیونکہ اس صورت میں لڑکی خود عاقدہ ہوگی اور یہ دو گواہ ہوں گے لیکن اس کی عدم موجودگی میں صحیح نہیں کیونکہ گواہ دو نہیں۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ اجازت پر موقوف ہوگا جیسے حموی میں ہے۔

۱– ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۲/۲۶۶

۲– گویا کہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ عبارت میں ''لا'' زائد ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول صحیح نہیں جیسا کہ ہم نے فتاویٰ شامی کے حاشیہ صفحہ ۴۴۹ پر تنبیہ کی ہے۔[1]

112- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کتابیہ کے نکاح کے بارے میں صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ صحیح ہے جبکہ صاحب درمختار نے و ان کرہ تنزیھا (اگر چہ مکروہ تنزیہی ہے) کی قید لگائی ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ظاہر ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہتِ تحریمہ کیلئے نہی یا اس کے قائم مقام کی ضرورت ہے کیونکہ وہ واجب کے رتبہ میں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح کراہتِ تحریمی کیلئے نہی کی ضرورت ہے، اسی طرح کراہت تنزیہی کیلئے بھی خاص نہی کا ہونا ضروری ہے ورنہ پھر اختلاف ہی نہیں ہوگا۔ اولیٰ وہ تحقیق ہے جو فتح القدیر میں موجود ہے۔

فتح القدیر کی عبارت یہ ہے:

(و یجوز تزویج الکتابیات) و الاولیٰ ان لا یفعل و لا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ و تکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دار الحرب و تعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر و علی الرق بان تسبی و ھی حبلیٰ فیولد رقیقا و ان کان مسلما۔[2]

۱- غالباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ نکاح فاسد ہے کیونکہ گواہوں کی عدم موجودگی سے نکاح فاسد نہیں ہوتا جیسے اسی حاشیۃ الطحطاوی میں درِ مختار کی عبارت ہے:

و ھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کالشھود الخ۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲/۵۹)

۲- فتح القدیر شرح ہدایہ ۳/۱۳۵

113- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں دعوٰی کیا کہ فلاں شخص نے اس سے نکاحِ صحیح کے ساتھ شادی کی ہے تو اس مدعا علیہ کیلئے اس مدعیہ کے ساتھ وطی جائز ہے۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ استفسار کے طور پر فرماتے ہیں کہ کیا پنچ (حَکَم یعنی پنچائت) کو بھی قاضی کی مثل شمار کیا جائے گا؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حکم بھی قاضی کی طرح ہے البتہ قصاص اور حدود میں وہ حکم دینے کا مجاز نہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

قلت الظاهر نعم لا نهم انما فرقوا بينهما في انه لا يحكم في قصاص وحد و دية علىٰ عاقله۔[1]

فتح القدیر میں ہے:

و ينفذ حكمه عليهما و هٰذا اذا كان المحكم بصفة الحاكم لا نه بمنزلة القاضي ...... و لا يجوز التحكيم في الحدود و القصاص ...... قالوا و تخصيص الحدود و القصاص يدل علىٰ جواز التحكيم في سائر۔[2]

114- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

دُرِّ مختار میں ہے کہ اگر ولیِ اقرب نے بالغہ لڑکی سے اذنِ نکاح چاہا اور وہ خاموش رہی پھر اس نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو اگر خاوند اور مہر معروف ہیں تو جائز ہے۔

اس پر بحر الرائق میں اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ وکیل کو اجازت کے بغیر توکیل کی اجازت نہیں پس اس کا تقاضا عدمِ جواز ہے یا یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

۱- ردّ المحتار المعروف بہ فتاویٰ شامی ۲/۲۹۵

۲- فتح القدیر شرح ہدایہ ۶/۴۰۸

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بحث کرتے ہوئے نتیجہ کے طور پر یہ فرمایا کہ دوسری صورت متعین ہے یعنی یہ استثناء ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بندۂ ضعیف نے اپنے فتاوی میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ یہ تمام بحث لا حاصل ہے اور صحیح واجب الاعتماد بات یہ ہے کہ نکاح ناجائز ہے اور نکاح فضولی ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

''وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذونِ مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو، بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر بلا اذن ہوگا، بہر حال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاحِ فضولی ہوتے ہیں''۔[1]

115- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر نکاح کرنے والا لڑکی کا باپ یا دادا ہو تو صرف خاوند کا ذکر ہی کافی ہے کیونکہ وہ مہر میں کمی نہیں کرتے جبکہ ان کا غیر ہو تو مہر کا ذکر بھی ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی باپ یا دادا کسی اعلیٰ غرض کے پیشِ نظر مہر میں کمی نہیں کریں گے، لہٰذا یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے۔ یا تو یہی الفاظ لغرض فوقہ ہیں یا اسی مفہوم کے کچھ اور الفاظ ہیں۔

116- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع دُرِ مختار میں ہے کہ اگر باپ یا دادا نابالغہ کا نکاح کر دیں تو چاہے غبن فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں ہی کیوں نہ ہو، لازم ہو جائے گا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر کفو میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے

١- فتاوی رضویہ ٥/٥٥، ٥٦ ملخصاً

لیکن صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پس اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا جیسا کہ ہدایہ میں ہے:

و من زوج ابنته وھی صغیرۃ عبدا اوزوج ابنه و ھو صغیر امة فھو جائز قال و ھٰذا عند ابی حینفة رحمه اللّٰه ایضًا لان الاغراض عن الکفاءۃ لمصلحة تفوقھا و عندھما ھو ضرر ظاھر لعدم الکفاءۃ فلا یجوز واللّٰه اعلم[1]

117۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص غبنِ فاحش کے ساتھ یا غیر کفو میں نکاح کر کے دے تو صحیح نہیں۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے و ان کان المزوج غیرھما میں ھما ضمیر کا مرجع بتایا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع الدرّ المختار میں بیان کیا گیا کہ اگر باپ اور دادا سوءِ اختیار سے اور خاوند سوءِ عسرت سے معروف نہ ہو تو اس صورت میں باپ، دادا غیر کفو میں یا غبنِ فاحش کے ساتھ نکاح کر کے دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیکن اگر نکاح کے بعد خاوند غیر کفو میں بدل جائے تو پھر کسی کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں لہٰذا نکاح کے عدمِ جواز کیلئے خاوند کا سوءِ عسرت سے معروف ہونا نکاح سے پہلے ضروری ہے، بعد کا اعتبار نہیں۔

118۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

نکاحِ فاسد کی تعریف میں صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ وہ نکاح جس میں شرائطِ نکاح

۱۔ ہدایہ اولین ۲/۳۲۲

میں سے کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہوں کا نہ ہونا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاحِ فاسد کی چند مثالیں بیان فرما کر آخر میں فرمایا کہ نکاحِ فاسد سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی۔ ان مثالوں میں سے ایک مثال ''کافر کا مسلمان عورت سے نکاح'' بیان فرمائی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

باب ثبوت النسب کے آخر میں یہی مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر کا مسلمان عورت سے نکاح فاسد نہیں بلکہ باطل ہے لہٰذا نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی عدت واجب ہوگی۔

صاحبِ درمختار فرماتے ہیں:

قلت و فی مجموع الفتاوٰی نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه و لا تجب العدة لانه نکاح باطل۔

اس کی تشریح کے طور پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لانه لیس بشبهة بقرینة عدم وجوب العدّة منه و اللّٰه تعالٰی اعلم و استغفر اللّٰه العظیم۔[1]

لہٰذا علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول صحیح نہیں کہ نسب ثابت ہو جائے گا۔ فتاوی شامی میں ہے:

(لانه نکاح باطل) ای فالوطء فیه زنی لا یثبت به النسب بخلاف الفاسد فانه وطء بشبهة فیثبت به النسب۔[2]

119- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

دس عقودِ فاسدہ کو ایک نظم میں بیان کیا گیا ہے۔ نظم کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے:

و الواجب الاکثر فی الکتابة   من الذی سماه او من قیمة

حلبی کے حوالے سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الکتابة اور القیمة میں ''تا'' کو مجرور پڑھا جائے گا اور وقف کر کے ''تا'' کو ''ہا'' نہیں پڑھیں گے کیونکہ نظم میں رجز ہوتا ہے۔

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲/۲۴۱

۲- رد المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۲/۶۳۳

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حلبی کے حوالے سے عدمِ توقف کی وجہ بیان فرمائی اور وہ اختلافِ قافیہ سے احتراز ہے۔

120- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک اور شعر کے آخری الفاظ الامانۃ اور القیمۃ کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو مرفوع پڑھا جائے گا اور سکون کے ساتھ وقف نہیں کیا جائے گا جیسے اس سے قبل حلبی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لما مر قالہ الحلبی کہہ کر جس حوالے کی طرف اشارہ فرمایا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے غیر مستحسن قرار دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ اس سے قبل علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف حکم بیان فرمایا، تعلیل نہیں بیان فرمائی۔ اس لئے یہاں تعلیل کا حوالہ دینا مناسب نہیں البتہ تعلیل علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حلبی کے حوالے سے بیان فرمائی اور وہ یہ ہے:

لئلا تختلف القافیۃ۔[1]

121- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

طلبِ مہر کی بنا پر عورت خاوند کو جماع سے منع کر سکتی ہے، اس کے علاوہ اسے منع کرنے کا حق نہیں پہنچتا اور خاوند اس کی مرضی کے بغیر جماع کر سکتا ہے البتہ اگر مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منع کرے تو امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماع جائز نہیں اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے لیکن یہ اس وقت جبکہ اس سے قبل اس کی مرضی سے جماع کر چکا ہو اور اگر اس سے قبل ایسا نہیں ہوا تو عدمِ جواز پر اتفاق ہے۔

۱- ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۱/۳۵۲

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح بعض وہ اشیاء جو عادۃً (عرفاً) مشروط سمجھی جاتی ہیں جیسے موزے (جرابیں وغیرہ)، مکعب[1]، ریشمی چادر اور مٹھائی (جو تقسیم کی جاتی ہے) کیلئے رقم وغیرہ ان کی عدمِ ادائیگی کی وجہ سے بھی عورت جماع سے منع کرسکتی ہے کیونکہ وہ بھی غیر مصرّح مہر کی طرح ہیں۔

فتاوی شامی میں اس کی تصریح اس طرح کی گئی ہے:

و قد رایت فی الملتقط التصریح بلزومه کما قلنا حیث ذکر فی مسئلة منع المراة نفسها حتی تقبض المهر فقال ثم ان شرط لها شیئا معلوما من المهر معجلا فاوفاها ذٰلك لیس لها ان تمنع نفسها و کذٰلك المشروط عادة کالخف و المکعب و دیباج اللفافة و دراهم السکر علٰی ما هو عادة اهل سمر قند۔[2]

122- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ اگر باپ اپنے چھوٹے فقیر لڑکے کا نکاح کسی عورت سے کرے تو باپ سے مہر کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا البتہ اگر وہ خود ادائیگی کا ضامن بن جائے تو مطالبہ کیا جائے گا جس طرح نفقہ کے بارے میں ہے کہ باپ اسی صورت میں ادائیگی کرے گا جب وہ ضامن ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

باپ قاضی کے فرض کرنے یا باہمی رضامندی سے نفقہ کا ضامن ہوگا کیونکہ فقہائے کرام کی تصریح موجود ہے کہ نفقہ یا تو باہمی رضامندی سے قرض بنتا ہے یا قاضی کے فرض کر

۱- مُکعّب کے معنٰے لغات میں زنبیل، ابھرے ہوئے پستان والی لڑکی وغیرہ کے ہیں۔ یہاں یا تو زنبیل مراد ہے یا پستان کے اوپر کا کپڑا یعنی باڈی (Body)۔ ۱۲ ہزاروی

۲- ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۲/۳۴۹

دینے سے اور کفالت کیلئے دَین ہونا شرط ہے۔اسی لئے فقہاء نے زوجہ کے نفقہ کی کفالت کو باطل قرار دیا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اقوال کے درمیان اسی طرح تطبیق دی ہے۔فتاوی شامی میں ہے:

ان الاب لا یطالب بنفقة زوجة ابنه الا اذا ضمنها مقید بالمفروضة و المقضیة توفیقا بین کلامهم۔[1]

123-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

جب تک مہرِ معجّل ادا نہ کیا جائے،عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ خاوند کو جماع سے منع کر دے۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر پورا مہر مؤجّل ہو تو پھر بھی عورت کو حقِ امتناع حاصل ہے کیونکہ عادۃً تمام مہر کی تاخیر کے سبب جماع مؤخر ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتوی کی وجہ عرف و عادت کا لحاظ ہے۔لہٰذا جہاں عرف یہ ہوگا،وہاں عورت کو حقِ امتناع حاصل ہوگا لیکن ہمارے ملک میں مہر کی ادائیگی سے پہلے دخول معروف ہے اس لئے یہاں باتفاقِ ائمہ عورت کو امتناع کا حق نہیں کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے اور یہی بات خود علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحۃً بیان کی کہ یہ اس وقت ہے جب پہلے سے مشروط نہ ہو،اگر حلولِ مہر سے قبل دخول کی شرط لگا دی جائے اور عورت بھی راضی ہو تو اسے روکنے کا حق بالاتفاق نہیں ہے۔

124-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ہر وہ نکاح جو مسلمانوں میں صحیح شمار ہوتا ہے،کفار کے مابین بھی درست ہے۔
اس کی دلیل کے طور پر صاحبِ درِّ مختار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا:

و لدت من نکاح لا من سفاح۔

ا- ردّالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۲/۶۵۱

جس کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کریمین (معاذ اللہ) غیر مسلم تھے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس استدلال کو غیر مناسب قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی طرف کفر کی نسبت ہے جو سوءِ ادب ہے اور صحیح اعتقاد یہ ہے کہ وہ کفر سے محفوظ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ رسولِ کریم ﷺ پر ایمان لائے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے اور اسی پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو طالب کے بارے میں فرمایا:

ادنی اهل النار عذاباً من انتعل بنعلین یغلی منهما دماغه۔

''جہنم کے ادنیٰ عذاب میں وہ شخص مبتلا ہے جسے آگ کے جوتے پہنائے گئے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے''۔

اور یہ بات ابو طالب کے حق میں ہے اور یہ ادنیٰ عذاب رسول اکرم ﷺ کی تکریم و توقیر کے پیشِ نظر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابو طالب کفر پر قائم رہے اور اسی پر اس نے انتقال کیا۔ رسول پاک ﷺ کی شانِ پاک کو خوب جانا کیونکہ بچپن میں آپ ﷺ کی تربیت کی، سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ رہے، آپ ﷺ کے معجزات کو دیکھا، قرآن پاک کو سُنا اور اس کا ذکر کیا۔ ان تمام باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ عذاب زیادہ ہو لیکن اس کے باوجود تخفیف کیوں ہے؟ یا تو اس کے بدلے میں ہے جو آپ رسول اکرم ﷺ کی حمایت و مدد کرتے رہے یا رسول اکرم ﷺ کی تکریم کے پیشِ نظر ہے کیونکہ آپ ﷺ طبعی طور پر ابو طالب سے محبت کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی حمایت میں کمر بستہ رہے کیونکہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔

ظاہر ہے پہلی وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآنِ پاک کے مطابق کفار کے اعمال کالعدم ہیں اور انہیں محض دنیا میں فائدہ پہنچتا ہے لہٰذا ابو طالب کے عذاب میں تخفیف صرف اور صرف رسولِ اکرم ﷺ کی تکریم و توقیر کی وجہ سے ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم والدین کے بارے میں کہیں زیادہ ہے اور اسی طرح ان کو پہنچنے والی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی کا باعث ہے اور اگر معاذ اللہ وہ کفر پر ہوتے تو ان کا عذاب ابو طالب کے عذاب سے بہت خفیف ہوتا حالانکہ حدیثِ پاک سے واضح ہے کہ ابو طالب کا عذاب سب سے خفیف ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما نے نہ تو زمانۂ بعثت کو پایا اور نہ ہی اسے رد کیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مسلمان تھے۔ سیدھے راستے کی راہنمائی اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔

125- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

والدین کریمین کے اسلام کے ضمن میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فاضل کا واقعہ بھی نقل فرمایا کہ اسے علماء کے مختلف اقوال کے بارے میں کافی تفکر تھا چنانچہ اسی تفکر کے عالم میں وہ سو گیا۔ صبح ہوئی تو امیرِ شہر کا ایلچی اسے امیر کے پاس بطورِ مہمان لے گیا، راستے میں ایک شخص نے اس کی پریشانی کو دور کرتے ہوئے مسئلہ بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور انہوں نے رسالت کی گواہی دی لہٰذا جو شخص اس حدیث کو ضعیف کہے، وہ خود ضعیف ہے اور حقیقت کو سمجھنے سے عاری ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ان یضیفه میں ضمیر مرفوع متصل کا مرجع جندی یعنی امیر ہے اور ضمیر منصوب متصل کا مرجع وہ شخص فاضل ہے یعنی امیر نے اس فاضل کی دعوت کی۔

126- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

جو نکاح حرمت محل (جس طرح محارم) کی وجہ سے حرام ہو، منعقد ہو جائے گا لہٰذا نفقہ بھی واجب ہوگا اور قاذف کو حد بھی لگائی جائے گی، لیکن اس بات پر اجماع ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے کیونکہ وراثت صرف نکاحِ صحیح میں ثابت ہے اور وہ بھی خلافِ قیاس، لہٰذا اپنے مورد پر بندر ہے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے لیکن اولاد ماں باپ کی وارث ہوگی کیونکہ ان کی ولادت نکاحِ صحیح پر بھی موقوف نہیں اس لئے کہ نکاحِ صحیح تو خلافِ قیاس نہیں (کہ صرف اسی پر اقتصار ہو) لہٰذا جہاں نسب ثابت ہوگا، وہاں وراثت بھی ثابت ہوگی۔ اسی لئے نکاحِ باطل میں وراثت نہیں جیسے مسلمان کی اولاد بت پرست عورت سے باپ کی وارث نہیں ہوگی۔

127۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ درِّ مختار نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کا انقطاع مدتِ ایلاء سے زیادہ اس کی مرضی کے بغیر نہ کرے۔

اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ آزاد عورت کی مدتِ ایلاء چار ماہ اور لونڈی کی دو ماہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کیا ہر ایک میں اس کی اپنی مدتِ ایلاء معتبر ہوگی یا آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے تعینِ مدت میں تشکیک کو تعجب خیز قرار دیتے ہوئے واضح فرمایا کہ آزاد عورت کی مدتِ ایلاء کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ اگر آزاد اور لونڈی دونوں کی اپنی اپنی مدت کا اعتبار کیا جائے تو پھر لونڈی کی فضیلت لازم آتی ہے کیونکہ اس کیلئے دو ماہ میں ایک مرتبہ جماع کا حق ثابت ہوگا جب کہ آزاد عورت کیلئے چار ماہ میں ایک مرتبہ، اور یہ آزاد عورت پر زیادتی ہے اور یہ مطلوب کے خلاف ہے کیونکہ یہ تنقیص آزاد عورت پر ایسی زیادتی ہے جو ناپسندیدہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید میں علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول جسے صاحبِ درِّ مختار نے نقل فرمایا، بیان کیا کہ آزاد عورت کیلئے چار دنوں میں ایک دن اور لونڈی کیلئے سات دنوں میں ایک دن کا حق ہے۔ اسی طرح حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ بھی آپ

رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ تائید پیش فرمایا جس میں مجاہدین کو چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت کا حکم دیا گیا تھا اور اس میں آزاد اور لونڈی کی کوئی تمیز نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی بحث مکمل کرنے کے بعد فتاوی شامی کو دیکھا تو وہاں بھی یہ بات مذکور تھی۔

فتاوی شامی میں ہے:

و هو اربعة اشهر يفيد ان المراد ايلاء الحرة و يؤيد ذٰلك ان عمر رضى الله تعالىٰ عنه لما سمع فى الليل امراة تقول الخ۔[1]

128- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

"اگر عورت کی جانب سے نافرمانی کا ڈر ہو تو پہلے سمجھایا جائے پھر علیحدگی اختیار کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو مارا جائے"۔ قرآنِ پاک میں یہی حکم دیا گیا ہے۔[2]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظِ ھجر کی مراد میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ بستر علیحدہ کیا جائے الخ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

و اهجروهن سے بستر کی علیحدگی آیت کا ظاہری مفہوم ہے۔

129- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بعض کے نزدیک ترکِ جماع مراد ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ میں اس معنیٰ کا بھی احتمال ہے۔

۱- ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۲/ ۳۹۸

۲- وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ۔ (نساء:۳۴) -۱۲ ہزاروی

130- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو بستر کی علحدگی اور ترکِ جماع کے ساتھ ساتھ ترکِ کلام بھی کیا جائے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

و اهجر و هن فی المضاجع کے ظاہر الفاظ سے تو یہ مفہوم بعید ہے، شاید دلالۃً یہ مفہوم اظہر ہو۔

131- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار میں ہے کہ خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ ہر مباح کام میں خاوند کی اطاعت کرے۔ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ جب خاوند اسے حکم دے گا تو یہ کام اس پر واجب ہو جائے گا جس طرح بادشاہ کا حکم رعایا کیلئے (وجوب کا درجہ رکھتا ہے)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الجہاد کے شروع میں بحر الرائق کے حوالے سے مُحشّی نے نقل کیا کہ عورت پر خاوند کے احکام کی پابندی صرف اُنہی امور میں ہے جو نکاح سے متعلق ہیں اور فتح القدیر کے حوالے سے ہے کہ اطاعت واجب ہے لیکن ان امور میں نہیں جن میں روحانی خطرات ہوں۔[1]

132- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر عورت باوجود (حیض و نفاس سے) پاک ہونے کے خاوند کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو خاوند اسے سزا دے سکتا ہے۔

1- اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلقاً خاوند کے حکم کی اطاعت کا یہ قول مُحشّی کی نقل کردہ عبادات سے متصادم ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

(صرف طہارت کی قید کافی نہیں بلکہ) مناسب تھا کہ ایسی مرض سے سلامتی کی قید لگائی جاتی جس کے ساتھ جماع موافق نہیں یا ضرر رساں ہے۔اسی طرح عورت کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔

133-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر طلاق کو طلاق نامہ کے آنے سے مشروط کرتے ہوئے کہا کہ جب تیرے پاس میری یہ تحریر آئے، تجھے طلاق ہے۔پس اس عورت کے پاس خاوند کی تحریر پہنچتے ہی طلاق واقع ہوجائے گی، چاہے وہ اسے پڑھے یا نہ پڑھے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت خلاصہ کے حوالہ سے نقل فرمائی،اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ نامکمل ہے۔یا تو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار سے کام لیا ہے یا فتاوٰی عالمگیری کے نسخہ میں عبارت رہ گئی ہے ورنہ فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی ہندیہ میں مزید عبارت ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ تحریر عورت کے پاس نہ پہنچے،طلاق نہیں واقع ہوگی اور اگر اس نے کہا جب تیرے پاس میری یہ تحریر پہنچے،پس تجھے طلاق ہے پھر اس کے بعد (طلاق کا ذکر نہ ہو بلکہ) دیگر ضروریات کا ذکر ہو تو بھی طلاق صحیح ہوگی۔فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

و ان علق طلاقها بمجیئ الکتاب بان کتب اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فان لم یجئ الیها الکتاب لا یقع و ان کتب اذا جاءك کتابی هذا فانت طالق و کتب بعد هٰذا حوائج فجاء ها الکتاب و قرات او لم تقرا یقع الطلاق و ان بدا له بعد ما کتب فمحا الحوائج و ترك اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فجاء ها الکتُب و قع الطلاق لان قوله کتابی هٰذا اشارة الٰی ما کتب قبل الطلاق و اذا وصل الیها

ذٰلك و قع الطلاق و ان بدا له بعد ما کتب فمحا اذا جاءك کتابی ھٰذا فانت طالق و ترك الحوائج فوصل الیھا ذٰلك لا یقع الطلاق لان شرط و قوع الطلاق ان یصل الیھا ما کتب قبل قوله ھٰذا فاذا محا ذٰلك لم یصل الیھا ما یتعلق به الطلاق الخ۔[1]

134-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرع کے عنوان کے تحت یہ مسئلہ درج فرمایا کہ اگر کوئی شخص جھوٹی طلاق کا اقرار کرے تو دیانۃً طلاق واقع نہیں ہوگی البتہ قضاءً طلاق واقع ہو جائے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس سے پہلے میں اس مسئلے پر فتوٰی دے چکا ہوں اور اس دلیل سے کہ ہر شخص کسی بھی بات کے اقرار میں خود مختار ہے لہٰذا اس کا اقرار صحیح قرار دیا جائے گا اور میں نے درِّ مختار کے حاشیے پر بھی اس کا ذکر کیا ہے۔(اب علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کردہ یہ مسئلہ دیکھا) الحمد للہ! یہ معقول منقول کے موافق ہوا اور یہ محض اللہ تعالیٰ بلند و بالا کی عطا فرمودہ قوت ہی سے ہے۔

135-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الحقی برقبتك اور و ھبتك لا ھلك کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

برقبتك صحیح نہیں بلکہ برفقتك صحیح لفظ ہے جس طرح فتاوٰی ہندیہ میں ہے۔
و فی الحقی برفقتك یقع اذا نوٰی کذا فی البحر الرائق۔[2]

۱- فتاوٰی قاضی خاں برحاشیہ فتاوٰی عالمگیری ۱/۴۷۱

۲- فتاوٰی عالمگیری المعروف بہ فتاوٰی ہندیہ ۱/۳۷۵

136- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

طلاق کے ضمن میں الفاظِ کنایہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الدر المنتقی اور فتاوٰی ہندیہ کے حوالہ سے چند کنایات بیان فرمائے جن میں سے ایک وھبتك لا ھلك او ابیك او امك اور دوسرا عفوت عنك لا جلھم ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ممکن ہے کہ الدر المنتقی میں وھبتك لاھلك کو الفاظِ کنایہ میں شمار کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور اس بات کا بھی کہ میں نے تیرے خاندان کی وجہ سے تجھے معاف کر دیا۔ پس علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے عبارت دیکھنے میں لغزش واقع ہوئی (کیونکہ) الدر المنتقی کے متن الملتقی میں ہے: وھبتك لاھلك۔ اس کی تشریح میں مجمع الانہر میں ہے: ''میں نے تجھے تیرے خاندان کی وجہ سے معاف کر دیا یا میں نے تجھے تیرے گھر والوں کے سپرد کر دیا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی''۔[1]

137- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

الفاظِ کنایہ میں سے ایک اظفری بمرادك ہے یعنی تو اپنی مراد کو پالے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

گذشتہ کی طرح یہاں بھی دو احتمال ہیں جس طرح خود علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے قبل صاحب درِّ مختار کے قول افلحی کے تحت بحر الرائق کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس قول میں نیت کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس قول کا معنیٰ ''چلی جا'' بھی ہے اور ''اپنے مقصد میں کامیاب ہو جا'' بھی ہے۔[2]

۱- یعنی عفوت عنك لا جلھم کو بطور احتمال بیان کیا گیا۔ اصل الفاظ کنایہ کے طور پر بیان نہیں کیا جبکہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو مستقل الفاظِ کنایہ میں شمار کیا ہے۔ ۱۲ ہزاروی

۲- لہٰذا جب دو معنوں کا احتمال ہے تو نیتِ طلاق سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان الفاظ سے وقوعِ طلاق اس وقت واضح ہے، جب عورت طلاق طلب کرے یا کہے کہ میں چاہتی ہوں تو مجھے طلاق دے تو جواب میں خاوند کہے: اظفری بمرادك۔ ظاہر ہے یہاں مراد سے مطلوب طلاق ہے۔

138- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ عبارت درمختار کی ہے۔ صاحبِ دُرِّ مختار نے تعلیقِ طلاق کی شرائطِ صحت کے ضمن میں پہلی شرط یہ بیان کی کہ جس شرط سے طلاق کو معلق کیا جائے، وہ ایسی معدوم ہو جو وجود میں آسکتی ہو کیونکہ اگر وہ متحقق ہو تو طلاق فی الفور واقع ہو جائے گی، مُعلّق نہیں رہے گی اور اگر وہ محال ہو تو وہ کلام لغو ہو جائے گا۔ محال کی مثال یہ ہے کہ خاوند بیوی کو کہے: اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق ہے۔ چونکہ اونٹ کا اُس میں داخل ہونا محال ہے اس لئے یہ کلام لغو ہے۔

دوسری شرط لفظِ طلاق اور شرطِ تعلیق کا اتصال ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق کو کسی امرِ محال سے مُعلّق کرنے سے لغویت ایک ظاہری اور بدیہی امر ہے لیکن اگر امرِ محال سے عدمِ طلاق کو معلق کیا جائے تو کیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ مثلاً یہ کہے کہ "اگر اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے تو تجھے طلاق نہیں"۔ اس صورت میں کلام کے مفہوم کا اعتبار کیا جائے تو طلاقِ تنجیزی واقع ہوگی کیونکہ طلاق کو ایک وجودی سے معلق کیا گیا ہے لیکن محض نیت کرنے اور فرض کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ طلاق کے الفاظ استعمال کئے جائیں تو وقوع ہوتا ہے جس طرح اگر کوئی کہے: لا حاجة لي اليك (مجھے تیری طرف کوئی حاجت نہیں) تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ طلاق کے الفاظ نہیں۔ اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی تعلیق کا مفہوم ہے، الفاظ نہیں (لہٰذا طلاق نہیں واقع ہوگی)۔

139- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار کے مصنف نے مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے: اگر تو زید کی زیارت کرے تو تجھے طلاق ہے۔ اب اسی عورت سے اس شخص نے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی زیارت کی تو طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ کلام لغو ہو جائے گی۔

اسی ضمن میں صاحبِ درِّ مختار نے بحر الرائق کے حوالے سے بیان کیا کہ ہمارے عرف میں عورت کی زیارت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ کھانے کا سامان لے کر جائے جسے وہاں جا کر پکایا جائے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصر میں آج کل اس کے خلاف معروف ہے یعنی وہاں عورت زیارت کرنے والی شمار کی جائے گی اگرچہ اس کے پاس ایسی چیز بھی ہو جسے پکایا نہیں جاتا جیسے پھل وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے عرف میں زیارت کا مفہوم ان دونوں سے عام ہے کیونکہ ہمارے ہاں عورت زائرہ شمار ہوگی چاہے وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لے جائے۔

140- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

طلاقِ مریض کی بحث میں صاحبِ درِّ مختار نے المجتبیٰ کے حوالے سے بیان کیا کہ اگر مقعد[1]، مسلول[2] اور مفلوج[3] کی بیماری طویل ہو جائے اور اسے چلنے پھرنے سے معذور نہ کر دے تو وہ صحیح کی طرح ہے۔

اس پر تفریع کے طور پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیماری طویل نہ ہو یا طویل تو

١- الذی اقعدہ المرض عن القیام۔

٢- من السل بالکسر مرض معروف۔

٣- من یحدث فی احد شقی البدن طولا فیبطل احساسه و ربما کان فی الشقین و یحدث بغتة۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار ٢/١٦٥)-١٢ ہزاروی

ہو لیکن چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو تو وہ مریض ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوصایا میں دُرِّ مختار کے اس قول واعتمد في التجريد کی تشریح میں جو لکھا ہے، وہ اس کے خلاف ہے۔

فتاوی شامی کی عبارت یہ ہے:

و الظاهر انه مقيد بغير الامراض المزمنة التي طالت و لم يخف منها الموت كالفالج و نحوه و ان صيرته ذا فراش و منعته عن الذهاب في حوائجه۔[1]

141۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درِّ مختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: انت علی مثل امی اور احترام یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ کنایہ ہے۔ لہٰذا جو اس نے ارادہ کیا، وہی واقع ہوگا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چاہے نیت کرے چاہے دلالتِ حال ہو، طلاق واقع ہو جائے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صرف دلالتِ حال سے وقوعِ طلاق کے قول سے فقیر کو اختلاف ہے۔

142۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار اور دُرِّ مختار میں ہے کہ کفارہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ جو شخص کسی ایسے مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو، جس کے صحیح ہونے کی امید نہ ہو یا بوڑھا ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا اس کے برابر قیمت ادا کرے اور اگر ان کو صبح و شام کے

۱۔ ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۴۲۳/۵

کھانے کا مالک بنائے یا ایک وقت کا کھانا اور دوسرے وقت کی قیمت ادا کرے یا دو صبح یا دو پہر یا ایک سحری اور شام کے وقت کھانا کھلائے تو جائز ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کھانا جو مساکین کیلئے مباح کیا گیا، انہی کے ہاتھوں ضائع جائے تو جس نے مباح کیا اس کی ملک میں ضائع ہو گا یا جس کے ہاتھوں ضائع ہوا؟

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ جب وہ کھانے میں بدل گیا اور ماکول ہو گیا تو مباح کنندہ کی ملک زائل ہو گئی، اب وہ کسی کی ملک نہیں ہو گا''۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صار کا اسم وہ چیز ہے جو ہلاک (ضائع) ہو رہی ہے پس یہ اس کو بھی شامل ہو گا جب پانی کو مباح کیا جائے تا کہ اس کے ساتھ وضو کیا جائے، غسل کیا جائے یا اس کے ساتھ کپڑے دھوئے جائیں اور اسی قسم کی دوسری اشیاء بھی۔[1]

143- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے:

لوا باحه كل الطعام في يوم واحد دفعة اجزا عن يومه ذلك فقط و كذا اذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الاصح۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لو اباحہ میں اباحت سے مراد تملیک ہے یعنی اگر کفارہ ادا کرنے والے نے مسکین کو ایک ہی دن میں پورے طعام (کفارہ) کا مالک بنا دیا یا ایک ہی دن میں کئی بار کے ذریعے مالک بنایا تو فقط اسی دن کا کفارہ ادا ہو گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اباحت سے تملیک مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ اباحت کے مقابلے

ا۔ یعنی جب کوئی چیز کسی نے مباح کر دی تو وہ مبیح عنہ کی ملک نہیں رہے گی۔۱۲ ہزاروی

میں مصنف او ملکہ لائے ہیں (جس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں سے ایک معنٰے مراد نہیں ہے)۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اس لئے بتائی کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً اباحہ دفعۃ کہا پھر ملکہ بدفعات کہا جس سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے گمان کیا کہ دونوں مسئلوں میں صرف دفعۃ اور دفعات کا فرق ہے ورنہ اگر اباحت اور تملیک کو ہم معنیٰ نہ مانا جائے تو یہ قیود (دفعۃ اور دفعات) باطل ہیں لیکن امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا نہایت عمدہ جواب دیا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ قبیلۂ احتباک سے ہے یعنی دونوں جگہوں میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تصریح کردی جسے دوسرے مقام پر ذکر نہیں کیا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں مقامات پر بدفعۃ اور دفعات مراد ہے یعنی دونوں مسئلوں میں عبارت مقدر ہے۔ علامہ شامی کی عبارت یہ ہے:

(قوله دفعة) ای او بدفعات و قوله بدفعات ای او بدفعة كما افاد فی البحر فهو من قبيل الاحتباك حيث صرح فی كل من الموضعين بما سكت عنه فی الموضع الاٰخر۔[1]

اب تنویر الابصار کی عبارت یوں ہوگی:

و لو اباحه كل الطعام فی يوم واحد دفعة او بدفعات اجزا عن يومه ذٰلك فقط و كذا اذا ملكه الطعام بدفعات او بدفعة فی يوم واحد على الاصح۔

144۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عنّین کے احکامات کے سلسلہ میں تنویر الابصار میں باب باندھا گیا:

باب العنين وغيره۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے وغیرہ کے تحت فرمایا:

شمل الخصی و الشكاز و المسحور و الخنثی المشكل و المعتوه و

۱۔ ردالمحتار علی الدر المختار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۲/۵۸۳

الشیخ الکبیر الخ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

الشکاز مبالغے کا صیغہ ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے معانقہ کرے، اسے چھوئے یا اسے بوسہ دے تو بلادخول انزال ہوجائے (یعنی سرعتِ انزال کا مریض)۔

145- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درمختار نے عنین کا لغوی معنیٰ یہ بیان کیا:

من لا یقدر علی الجماع۔

صاحب تنویرالابصار نے اصطلاحی معنیٰ یہ بیان کیا:

من لا یقدر علیٰ جماع فرج زوجتہ۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لغوی معنیٰ اصطلاحی معنیٰ سے زیادہ عام ہے، کیونکہ اس میں تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت کا مفہوم ہے جبکہ اصطلاحی معنیٰ میں صرف زوجہ کا ذکر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک اعتبار سے تو لغوی معنیٰ اعم نہیں بلکہ اخص ہے کیونکہ اصطلاحی معنیٰ میں تو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے فرج میں جماع پر قادر نہ ہو اگرچہ اس کی دبر میں قادر ہو یا باقی تمام عورتوں کی فروج میں جماع پر پہلے قادر رہ چکا ہو اور لغوی معنیٰ خاص ہے کہ مطلقاً جماع پر قادر نہ ہو لیکن (دوسرے اعتبار سے لغوی معنیٰ اعم ہے جس طرح علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا) لغوی معنیٰ کے اعتبار سے تمام عورتوں سے جماع پر عدمِ قدرت مراد لی گئی ہے اور اصطلاحی معنیٰ میں صرف اپنی بیوی کی فرج سے جماع پر عدمِ قدرت مراد ہے۔ پس اس معنیٰ کے اعتبار سے لغوی معنیٰ اعم ہے یعنی یہ (صرف بیوی کی فرج ہی نہیں بلکہ) ان فروج کو بھی شامل ہوگا جن سے جماع کی عدمِ قدرت کا بیان کیا گیا ہے۔

146-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ابن عقیل نے کہا کہ عنین سے دبر میں جماع کی بھی نفی ہے کیونکہ یہ قُبل (فرج) میں جماع سے بھی سخت ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فرج میں جماع کی عدمِ قدرت سے دُبر میں جماع کی عدمِ قدرت ثابت کرنا صحیح نہیں کیونکہ بعض اوقات جادو کے سبب فرج میں جماع پر قدرت نہیں ہوتی۔

147-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی مہلت دے۔ پھر فرماتے ہیں: حموی شرح کنز میں ہے اور اس کی کلام دلالت کرتی ہے کہ غیرِ قاضی کی تاجیل معتبر نہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محکم بھی ہو تو اسے بھی اختیار نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات فتاوی خیریہ کی تصریح کے خلاف ہے البتہ فتاوی خیریہ میں صرف ضابطۂ کلیہ بیان کیا گیا ہے، کوئی دلیل نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ حد اور قصاص کے علاوہ تحکیم جائز ہے۔[1]

148-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

باکرہ عورت کی پہچان کیلئے یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے۔ اگر سیدھا دیوار پر لگے تو وہ باکرہ ہے ورنہ ثیبہ ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات تجربہ سے تعلق رکھتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں کہ تجربہ سے ثیبہ اور باکرہ کے درمیان

۱- فتاوی خیریہ بر حاشیہ فتاوی حامدیہ ۲/۲۷

کیفیتِ پیشاب میں فرق ثابت ہو چکا ہے۔

149- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ زوجین میں کسی ایک کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے رد کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ وہ عیب زیادہ ہو مثلاً جنون، جذام، برص، رتق اور قرن وغیرہ۔ ائمہ ثلاثہ نے ان پانچوں عیوب میں خاوند کے اختیار کی مخالفت کی ہے جبکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین عیوب میں مخالفت کی ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہی قہستانی نے ہر اُس عیب کو لاحق کیا جس کی وجہ سے عورت کیلئے خاوند کے ساتھ ٹھہرنا ناممکن ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اسے زیلعی نے تبیین میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب خاوند میں ایسا عیب ہو جس کے باعث عورت اپنا حق نہ پا سکتی ہو تو اسے رد کا اختیار ہے کیونکہ وہ اس عیب کی وجہ سے اپنا حق حاصل نہیں کر سکے گی۔ پس وہ مجبوب اور عنین کی طرح ہو گا لیکن مرد کو یہ اختیار نہیں کیونکہ عورت میں عیب کی وجہ سے خاوند طلاق کے ذریعے ضرر سے بچ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی دوسری عورت سے متمتع ہو۔

150- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِّ مختار میں ہے کہ بچے کی تربیت عصبات کے بعد ذوالرحم کے ذمے ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذوالرحم کو محرم کی قید سے مقید کیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر مطلقاً ذوالرحم مراد ہو تو یہ ان عورتوں کو بھی شامل ہو گا جو محرم نہیں جس طرح پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہنیں اور یہ بات صحیح نہیں کیونکہ یہ درِّ مختار کے بعد والے قول و لا حق لولد عم و عمة و خال و خالة لعدم المحرمية کے مخالف ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

لا حق لو لد عم الخ مشتہاۃ کے حق میں ہے جب کہ چچا زاد سے امن نہ ہو جس

طرح خود علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے۔ اس لئے دونوں عبارتوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ بحر الرائق کے حوالے سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت نقل کی ہے:

عبر بالو لد لیعم الذکر و الانثٰی و ھٰذا فی حق الانثٰی المشتھاۃ اذا کان ابن العم غیر مامون الخ۔[1]

بحر الرائق میں ہے:

لٰکن ینبغی ان یکون محل عدم الدفع الی ابن العم ما اذا کانت الصغیرۃ تشتھی و ھو غیر مامون اما اذا کانت لا تشتھی کبنت سنۃ فلا منع لا نہ لا فتنۃ و کذا اذا کانت تشتھی و کان ما مونا۔[2]

151- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار میں ہے کہ چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں کو حقِ حضانت (تربیت) حاصل نہیں کیونکہ وہ محرم نہیں۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدمِ محرمیت کی علت کا تقاضا ہے کہ ان مذکورانِ بالا کو حقِ پرورش حاصل نہیں اگر چہ بچی غیر مشتہاۃ ہی کیوں نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف کتبِ فقہ کے حوالہ جات سے بیان فرمایا کہ چچا زاد بھائیوں کو بچہ یا چھوٹی بچی پرورش کیلئے نہ دی جائے۔ (قاضی ملخصاً)

غیر محرم اور عصبہ فاسق کو بچی کی پرورش کا کوئی اختیار نہیں۔ (کفایہ و ہندیہ)[3]

محرم ہی کو بچی کی تربیت کا حق حاصل ہے۔ (فتاوی خیریہ عن المنہاج للعقیلی، خلاصہ، تاتارخانیہ)

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲/۲۴۶

۲- بحر الرائق شرح کنز الدقائق ۴/۱۶۹

۳- فتاویٰ ہندیہ ۱/۵۴۲

چچازاد کولڑکی کی پرورش کا کوئی حق نہیں (خانیہ و فتح القدیر)[1]

ہدایہ میں ابنِ عم کیلئے عدمِ حق حضانت کو بلا تفصیل بیان کیا گیا ہے اگرچہ صاحب ہدایہ نے جو دلیل بیان کی ہے، اس کے ظاہر الفاظ تفصیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ صاحب ہدایہ نے ابنِ عم کو حقِ حضانت حاصل نہ ہونے کی دلیل "فتنے سے حفاظت" بیان کی[2] اور ظاہر ہے کہ فتنہ مشتہاۃ ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

152- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ قاری الہدایہ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ فقہاء کے قول و یصح اسلام الصبی العاقل میں صبی سے مراد وہ ہے جو سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو جائے۔ اس پر بطورِ دلیل فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سات سال کی عمر میں دعوتِ اسلام دی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صحیح یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔

153- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ پرورش کرنے والی ربیبہ کے غیر محرم سے نکاح کر لے تو حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا۔ اس مسئلے کے ضمن میں درِّ مختار میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر بچے کی ماں کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور اس بچے کو اس کی نانی اس کے سوتیلے باپ کے گھر میں رکھے تو باپ کو بچہ واپس لینے کا حق ہے۔ بحر الرائق میں ہے: مجھے اس بارے میں تردد ہے کہ اگر بچے کو اس کی خالہ یا اس جیسی کوئی رشتہ دار کسی اجنبی کے ہاں ٹھہرائے تو آیا حقِ حضانت ساقط ہو جائے گا؟ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں کہ ساقط ہو جائے گا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ زوج الام اور اجنبی میں فرق ہے۔

۱- فتاویٰ خانیہ برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ ۱/۴۲۳، فتح القدیر ۴/۱۸۶

۲- ہدایہ اولین ۲/۴۳۵

صاحب نہر الفائق کے قول کی وجہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی کہ اگرچہ زوج الام اپنی بیوی کے بچے پر اپنا مال خرچ نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود ماں سے تعلق کی بنا پر اسے ناپسند کرتا ہے اور بسا اوقات بعض اغراض کے تحت اپنی بیوی یا اس بچے کو منع کر دیتی ہے جبکہ اجنبی میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دلیل کو اقوی قرار دیتے ہوئے وجہ بیان فرمائی کہ چونکہ عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہوتا ہے اور عام طور پر گھر کا سب سامان عورت کے اختیار میں ہوتا ہے اس لئے اجتناب کے باوجود ماں از روئے شفقت بچے کو خاوند کے مال میں سے بالخصوص پھل اور کھانا وغیرہ دے دیتی ہے چنانچہ خاوند بدگمانی کرتا ہے اور عورت کو مہتم کرتا ہے اور اس بنا پر وہ بچے کو ناپسند کرتا ہے حتی کہ بیوی اور خاوند کے درمیان اختلاف رونما ہوتا ہے جبکہ اجنبی میں یہ بات نہیں ہوتی کیونکہ عورتیں اجنبی کے مال سے اجتناب کرتی ہیں اور وہ بھی ان کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا۔ ان تمام باتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ اجنبی لوگ چھوٹے بچوں پر مشفق ہوتے ہیں اور زوج الام کو بچے سے نفرت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ المختصر اجنبی سے عداوت متصور نہیں جبکہ مُربّی سے علاقۂ عداوت ہے لہٰذا دونوں میں فرق ہے۔

154- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ ماں اور دادی کو بچی کے حیض آنے تک حقِ حضانت ہے اور ان کے غیر کو اس بچی کے مشتہاۃ ہونے تک حق ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ماں اور دادی کیلئے مشتہاۃ ہونے تک حقِ حضانت ہے۔ درِ مختار میں زیلعی کے حوالے سے اس کی وجہ کثرتِ فساد بیان کی گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت پر عمل درآمد اس وقت ہوسکتا ہے جب بچی کا باپ یا کوئی عصبہ موجود ہو نیز حاضنہ سے کوئی بہتری کی امید نہ ہو اور عصبہ سے مراد محارِم ہیں اور بچی ان

کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد بھی نہ کی جائے۔

155- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مسائلِ نفقہ کے ضمن میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالقادر کی کتاب ''الواقعات'' کا ذکر فرمایا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ علامہ عبدالقادر یوسف آفندی ہیں جو قدری روزری مشہور ہیں۔

156- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

دُرِّ مختار میں ہے کہ کیا غیر اللہ کے ساتھ قسم کھائی جاسکتی ہے؟ بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں۔ بالخصوص ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے اور حدیثِ پاک میں جو نہی وارد ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عادۃً اور تفاخُراً قسم نہ کھائی جائے۔ اگر وثو قاً ہو تو کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حدیثِ پاک میں طلاق کے ساتھ قسم کی مذمت کی گئی۔ ابنِ بلبان نے تلخیص الجامع میں اس کی تصریح کی ہے جیسے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے (ردالمحتار کے) صفحہ ۶۹ پر نقل کی ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ کے صفحہ ۷۰ پر اس کی توجیہ کی ہے۔

157- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

یمینِ لغو کے بارے میں مصنفِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ اس میں گناہ نہیں ہوگا لیکن امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جزم نہیں کیا بلکہ عدمِ مؤاخذہ کی امید سے معلق کیا۔

اب امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں اس آیت لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ کے ذریعہ عدمِ مؤاخذہ پر جزم کیا گیا ہے اور امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے خلاف ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ چونکہ یمینِ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے اس لئے عدمِ مؤاخذہ کو امامِ موصوف نے امید سے معلق کیا ہے۔ نہر الفائق میں اس کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ دو چیزیں ہیں: ایک کفارہ، دوسرا عذاب۔ تو جب آیت میں مؤاخذہ بالکفارہ کے ساتھ منفی ہوگی تو آیت میں آخرت کے بارے میں سکوت ہے اسی لئے امامِ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے رجا سے معلق کیا ہے۔

امامِ حموی نے نہر الفائق کی عبارت نقل کر کے اس پر اعتراض کیا کہ امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہوئے ہیں لہٰذا اس وقت اختلاف ہی نہ تھا تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اختلاف تفسیر کی بنا پر امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے امید کے ساتھ معلق کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یمینِ لغو کی تفسیر میں صرف امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا اختلاف نہیں بلکہ امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ بلکہ امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ائمۂ مجتہدین میں اختلاف تھا۔

158۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

و سلطان اللہ کے الفاظ اسی وقت قسم بن سکتے ہیں جبکہ قدرت کی نیت کی جاتی۔ اگر بادشاہی یا قوتِ مراد لی جائے تو قسم نہیں بنیں گے لہٰذا عرف کے اعتبار سے فرق کیا جائے گا یعنی جہاں سلطان کے معنیٰ قدرت لئے جاتے ہیں، وہاں قسم منعقد ہو جائے گی اور جہاں نہیں، وہاں نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ردالمحتار میں اس کی بہترین توجیہ کی گئی اور وہ یہ کہ نوی قدرتہ کے الفاظ کے ساتھ اس کلام سے احتراز کیا گیا جب السلطان کے ساتھ البرھان و الحجۃ کے الفاظ بھی ہوں کیونکہ لفظ برہان اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔[1]

۱۔ ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۳/۵۴

159- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ زنا جس سے حد واجب ہوتی ہے، اس کی تعریف صاحبِ تنویر الابصار نے یہ فرمائی:

و طیٔ مکلف ناطق طائع في قبل مشتهاة خال عن ملكه و شبهة في دار السلام او تمكينه من ذلك او تمكينها۔

محیط میں اس کے ساتھ العلم بالتحریم کی بھی قید لگائی گئی۔ صاحبِ فتح القدیر نے فرمایا کہ زنا ہر ملت میں حرام ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ فتح القدیر کا رد ظاہر نہیں کیونکہ ہر ملت میں حرمت کا ثبوت اس بات کے مخالف نہیں کہ بعض لوگ اس سے لاعلم ہوں، نیز کسی صاحب نے ہر ملت میں اس کے حلال ہونے کا دعوٰی بھی نہیں کیا اور اسی کے ساتھ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ اگر وہ شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کیا ہے تو اسے کوڑے لگاؤ اور اگر نہیں جانتا تو اُسے بتاؤ کہ پھر ارتکابِ زنا کرے تو کوڑے لگاؤ۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب کے ساتھ کہ بعض لوگوں کی جہالت اس کی حرمتِ ثابتہ کے مخالف نہیں۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو شریعتِ حقہ کے بہت سے احکام کو اپنی باطل شریعت کے مخالف دیکھتے ہیں لہٰذا نو مسلم کا اپنے دین میں کسی بات کی حرمت کو جاننے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دینِ اسلام میں اس کی حرمت کو بھی جانتا ہو۔

160- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

زنا کے ثبوت کیلئے جو چار گواہ گواہی دیں، ان سے قاضی پوچھے: ما هو و كيف هو و اين هو و متي زني و بمن زني۔ "ما هو" سے زنا کی شرعی تعریف یعنی "ایلاج" کا

[1] امیر المؤمنین عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ حکم اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے یمن میں زنا کا ارتکاب کیا۔۱۲ ہزاروی

سوال ہوگا تاکہ غیرِ ایلاج سے احتراز ہوجائے۔"کیف ھو" سے یہ مطلب ہے کہ آیا ارتکابِ زنا اطاعت کے ساتھ ہوا یا اکراہ کے ساتھ۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زنا موجبِ حد کی تعریف میں لفظِ "طائعًا" کے ذریعے مکرہ سے احتراز ہوگیا تو یہاں اس کی کیا ضرورت ہے؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیف ھو کے ذریعے سوال صحیح ہے کیونکہ ایک زنا وہ ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے اور اس کو جمیع قیود کے ساتھ علماء ہی جانتے ہیں۔ اس تعریف سے مکرہ کا خارج ہونا اسے مطلقاً زنا کی تعریف سے تو خارج نہیں کرتا اور زنا کی شرعی تعریف جس کے بارے میں گواہوں سے سوال کیا جاتا ہے، محض آنکھوں اور ہاتھوں کے زنا نیز ران یا ناف کے جماع سے احتراز کیلئے ہے۔ اسی لئے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اسے محض ایلاج قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ مکرہ سے زنا میں فرج میں ذکر کا دخول پایا جاتا ہے لہٰذا یہ سوال ضروری ہوگیا کہ کیف ھو تا کہ اس کے ذریعے مکرہ وغیرہ کو حدِ زنا سے خارج کیا جاسکے۔

161- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تتمہ" کے عنوان کے تحت فتوحاتِ مکیہ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ اہلِ جنت کی صفات میں سے ہے کہ ان کے دُبر نہیں ہوں گے کیونکہ یہ دنیا میں ناپاک قضائے حاجت کیلئے بنائے گئے ہیں اور جنت ناپاکی کی جگہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا علت پر قیاس کرتے ہوئے عورتوں کی شرمگاہوں کے بارے میں بھی یہی بات مناسب ہے کیونکہ وہ پیشاب کے سوراخ ہیں۔

162- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ بچے، غلام اور عورت پر جہاد فرض نہیں ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو یا مالک اپنے غلام کو جہاد کا حکم دے تو ان کے حکم کی تعمیل میں فرض ہوگا۔ بحر الرائق میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ بات مسلمان غلام کے بارے میں تو کہی جا سکتی ہے لیکن عورت کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت پر صرف انہی احکام میں خاوند کی اطاعت واجب ہے جو نکاح سے متعلق ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نکاح سے متعلق امور جن میں بیوی پر خاوند کی اطاعت واجب ہے، یہ ہیں: زیبائش اختیار کرنا، جماع کی طرف بلائی جائے تو حاضر ہونا بشرطیکہ جماع اپنی شروط کے ساتھ ہو، خاوند کے گھر سے ناجائز باہر نہ جانا، کسی کے ہاں چاہے باپ ہی کیوں نہ ہو، رات نہ گذارنا البتہ اگر باپ کو بالخصوص اس کی ضرورت ہو تو وہاں رات گذار سکتی ہے، نفلی روزے ترک کر دینا، لباس اور بدن کو عطر وغیرہ سے خوشبو لگانا اور حیض کے بعد شرمگاہ کو خوشبودار روئی وغیرہ سے صاف کرنا وغیرہا۔

163- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر دارِ حرب سے قیدیوں کو خریدنے کا ارادہ کیا جائے اور قیدیوں میں مرد، عورتیں، علماء اور جُہّال ملے جُلے ہوں تو انہیں کس ترتیب سے خریدا جائے؟

اس بحث میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الدر المنتقی کے حوالے سے فرمایا کہ مردوں کو مقدم کیا جائے تاکہ دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں ان سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ اگر امام کو تکثیرِ لشکر کی ضرورت ہو تو مردوں کو پہلے خریدے ورنہ عورتوں کی خرید کو مقدم کرے تاکہ ان کی عصمت محفوظ ہو سکے۔

164- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ مالِ غنیمت میں سے بعض لوگوں کیلئے حصہ مقرر ہے جبکہ بعض

کیلئے کچھ عطیہ ہے، مؤخر الذکر افراد میں سے ایک وہ ذمی ہے جو راستہ دکھائے۔ صاحبِ دُرِ مختار فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کفار سے استعانت جائز ہے اور خود رسولِ اکرم ﷺ نے بھی یہودیوں کے خلاف یہودیوں سے مدد لی اور مالِ غنیمت میں سے بھی انہیں کچھ حصہ دیا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلۂ مذکورہ کے ضمن میں فتح القدیر کی عبارت نقل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے خلاف مشرکین سے استعانت جائز ہے جبکہ وہ خوشی سے آمادہ ہوں نیز نہ تو ان کو حصہ دیا جائے اور نہ ہی ان کیلئے جھنڈا ہو۔ رسولِ کریم ﷺ سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کو پورا حصہ دیا ہو بلکہ کچھ مال دیا۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت ﷺ نے جنگِ بدر میں بعض افراد کو واپس کر دیا۔ صاحبِ فتح القدیر نے فرمایا:

و لعل رد من ردہ فی غزوۃ بدر رجاء ان یسلم الخ۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

"لعل رد من الخ" فتح القدیر کی کلام نہیں بلکہ صاحبِ فتح القدیر نے اسے امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا جیسا کہ انہوں نے اسے نصب الرایہ میں بیان کیا۔

165- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بزازی نے کہا کہ اگر کوئی شخص شراب پیتے، ارتکابِ زنا کرتے یا قطعی حرام کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمِ مبارک کی توہین کی۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزازی کے قول لا نہ استخف باسم اللہ تعالیٰ میں اس بات کی صراحت ہے کہ کفر کی وجہ استخفاف ہے اور استخفاف کا تعلق دل سے ہے لہٰذا اگر استخفاف ثابت ہو جائے تو کفر ہے ورنہ کفر نہیں ہوگا۔

1- فتح القدیر شرح ہدایہ ۵/۲۴۳

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

موجباتِ کفر مختلف ہیں بعض میں جانبین (استخفاف وعدمِ استخفاف) برابر ہیں اور استخفاف صرف دلیل ہی سے ثابت ہوسکتا ہے جیسے کوئی شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جمال کی کم پرواہ کرے اور لباس مبارک کے مَیلا ہونے کو اگر القاء پر یا اس بات کے اظہار پر کہ دنیا قابلِ التفات نہیں یا کسی دوسرے اچھے مقصد سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر محمود ہے اور اگر اس بات کا ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے انداز میں ہو تو کفر ہے اور یہ بات ظاہر سے معلوم ہوئی۔

بعض موجبات وہ ہیں جن میں جانبِ استخفاف راجح ہے تو جب تک اس کے خلاف پر دلیل نہ ہو، استخفاف ہی سمجھا جائے گا جیسے قرآن پاک کو (معاذ اللہ) نجاست میں ڈالنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کے وقت اپنا ستر کھولنا۔ پس ضابطے کو اچھی طرح محفوظ کر لے کہ جزئیات میں تجھے نفع دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے اور ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۳۸ میں ملاحظہ کریں۔

166- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بحرالرائق کے حوالہ سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے باب المرتد میں بیان فرمایا:

و یکفر بقوله هم تعص الانبیاء حال النبوة و لا قبلها لردہ النصوص۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

الاشباہ میں لم تعص کی بجائے لم یعصوا ہے اور امام حموی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ لم یعصوا ہے (عصیان سے نہیں بلکہ عصمت سے ہے) کیونکہ اکابر محققینِ اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نہ تو نبوت کے بعد اور نہ ہی پہلے کبھی عصیان کے مرتکب ہوئے۔ ان محققین میں سے ایک حضرتِ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی افضل القریٰ اور الزواجر میں یہی نقل فرمایا۔ حموی کی عبارت یہ ہے:

و قد یقال ان المیم سقطت من ثنایا الا قلام فاوجبت فساد الکلام و ان الاصل کانْ و لو قال الانبیاء لم یعصموا حال النبوۃ و لا قبلها کفر لا نه رد النصوص و المراد بالنصوص حینئذٍ الادلۃ الدالۃ علٰی عصمتهم المذکورۃ فی علم الکلام و اللّٰہ الهادی الٰی بلوغ المرام۔[1]

167–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بحر الرائق میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش نہ ہوتی۔ اس قول سے وہ کافر تو نہ ہوگا البتہ یہ بات خطا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں یہ بات (خطا نہیں بلکہ) صحیح اور متفق علیہ ہے اور صحیح احادیث میں مذکور ہے لہٰذا اس قولِ خطا سے بچنا چاہیے۔

168–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کسی شخصِ معین کی بعثت سے انکار کفر نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات محلِ غور ہے کیونکہ نصوصِ متواترہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ جس طرح مطلقاً بعثت ثابت ہے اسی طرح بعثتِ[2] مطلقہ کا ثبوت بھی ہے اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

169–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دو شریکوں میں سے ایک کا مال ضائع ہو گیا، پھر دوسرے نے اپنے مال سے سامان (تجارت) خریدا۔ اگر انہوں نے عقدِ شرکت میں

۱– الاشباہ والنظائر مع الحموی صفحہ ۱۷۹

۲– بعثتِ مطلقہ کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اقرار کیا جائے اور کسی ایک کی بعثت کا انکار سب کا انکار ہے۔ ۱۲ ہزاروی

وکالت کی تصریح کی ہے بایں طور کہ ہم میں سے جو بھی اپنے مال سے جو کچھ خریدے گا، وہ دونوں میں مشترک ہوگا تو حسب شرائط خریدا ہوا مال دونوں میں مشترک ہوگا کیونکہ وکالت باقی ہے اور اگر انہوں نے محض شرکت کا ذکر کیا تھا اور وکالت کا ذکر نہیں کیا تھا تو پھر وہ مال صرف اسی کا ہوگا جس نے خریدا ہے۔ یہاں درمختار اور طحطاوی دونوں میں و لم یتصادقا علی الوکالۃ کے الفاظ ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صحیح عبارت لم ینصا علی الوکالۃ فیھا ہے جیسے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔[1]

170- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تعلیقِ وقف کی بحث میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق کی ایک طویل عبارت نقل فرمائی جس میں وقفِ مریض کا ذکر ہے، پھر خود ہی سوال اٹھایا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ منقولہ عبارتِ وقف مریض کے بارے میں ہے اور تمہاری کلام تعلیقِ وقف کے سلسلہ میں ہے تو اس کا جواب علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا کہ اس سے قبل صاحبِ بحر الرائق نے طحطاوی کے حوالے سے بتایا کہ مرضِ موت میں وقف وصیت بعد الموت کی طرح ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحیح ہے کہ بحر الرائق نے طحطاوی سے نقل کیا لیکن اس کے بعد اس کے خلاف کو صحیح قرار دیا۔ اس لئے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس شخص پر تعجب ہے جس نے بحر الرائق کی ابتدائی عبارت نقل کی لیکن پوری عبارت نہیں دیکھی۔

171- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد کا بانی فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ اہلِ مسجد کو

ا- ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۳/۳۴۴، فتح القدیر ۵/۴۰۰

مسجد میں کمی زیادتی سے منع کریں اور اگر وہ راستے میں سے کچھ حصہ مسجد میں داخل کر کے مسجد کو وسیع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ اجازت اس وقت ہے جب راستہ بطورِ علامت ہو اور گزرنے والے کو اس کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے نیز مسجد کو توسیع کی ضرورت ہے۔ زیلعی اور الدر وغیرہما میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

172۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی بستی کے خراب ہونے اور وہاں کے ماحول کے خراب ہو جانے کی وجہ سے مسجد غیر آباد ہو جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قاضی کی اجازت سے اس کا سامان بیچ کر دوسری مساجد میں صرف کیا جائے۔ زیلعی[1] نے اس کی تصریح کی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ زیلعی نے لفظِ عند کے ساتھ ذکر کیا جو ظاہر روایت پر دلالت کرتا ہے لیکن الدر سے اس کے غیر کا پتہ چلتا ہے۔

173۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

شرح الملتقی میں ہے کہ اگر متولی کسی غیر کو مختار بنائے تو صحیح نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی کو تولیت کی وصیت کرے تو جائز ہے اور وہی وصی متولی ہو گا جس طرح فتاوی خیریہ اور اسی فتاوی طحطاوی میں ہے۔

174۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

وقف میں اگر کوئی شخص اپنی ذمہ داری سے کسی دوسرے کیلئے فارغ ہو تو مفروغ لہ،

۱۔ ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۳/۳۷۱

کیلئے حق اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک قاضی کی طرف سے تقرری نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ فارغ ہونے والا شخص بھی واقف یا قاضی کے علم کے بغیر (اپنے آپ) معزول نہیں ہوسکتا جیسے عنقریب متن میں آئے گا:

و لو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف او القاضی صح و الا لا۔[1]

175- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی معین شخص کو نگران مقرر کیا پھر حاکم کو نگران بنایا گیا۔ اب اس شخصِ معین نے کسی دوسرے شخص کی تقرری کی، پھر وہ مرگیا تو کیا اختیارات حاکم کی طرف لوٹیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تفویض صحت کی حالت میں ہوئی تو حاکم کو اختیار حاصل ہوجائے گا اور اگر حالتِ مرض میں تفویض کئے گئے تو جب تک مفوّض الیہ زندہ ہے، حاکم کو اختیارات حاصل نہیں ہوسکتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حموی نے اس بات کی مخالفت کی ہے کیونکہ یہ شرط واقف کو باطل کرنے کی طرف لے جاتی ہے۔[2]

176- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شیخ قاسم سے سوال کیا گیا کہ سلطان خشقدم نے بیت المال سے مصالح مسجد کیلئے زمین مہیا کی تو کیا یہ وقف صحیح ہے؟ علامۂ موصوف نے فتوٰی دیا کہ یہ وقف صحیح ہے اور دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔[3]

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۲/ ۵۵۷

۲- واقف نے تو اس کے بعد حاکم کو مقرر کیا ہے لہٰذا اس صورت میں واقف کی شرط باطل ہوجائے گی۔ ۱۲ ہزاروی

۳- تفصیل کیلئے دیکھئے: الاشباہ والنظائر مع الحموی صفحہ ۱۸۸

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی یہ اسی طرح لازم ہو جائے گی جس طرح واقف لازم ہوتا پس دوسرے سلطان کو اس کے باطل کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ وقف شرعی نہیں جس میں شروط کا اعتبار کیا جائے جیسے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ فتاوی شامی میں ہے:

افتی المولٰی ابو السعود بان اوقاف الملوك و الا مراء لا یراعی شرطها لا نها من بیت المال و تؤول الیه ...... و لعل مراد العلامة القاسم بقوله ان الوقف صحیح ای لازم لا ینتقض علی وجه الارصاد المقصود منه و صول المستحقین الی حقوقهم و لم یرد حقیقة الوقف الخ۔[1]

177- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درِ مختار نے نہر الفائق کے حوالہ سے نقل کیا کہ مصر میں امراء کے اوقاف عام طور پر زمین کے وہ ٹکڑے ہوتے ہیں جو بیت المال کے وکیل سے صورۃً خریدے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جب ان کا خریدنا صحیح نہیں تو وقف بھی صحیح نہیں۔ پھر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ التحفۃ المرضیہ سے نقل کرتے ہیں کہ بیت المال سے خریدی ہوئی زمین کا حال معلوم نہ ہو تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی جب یہ معلوم ہو کہ خریدی گئی ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ خریدنا صحیح ہے یا نہیں تو اسے اصل پر محمول کرتے ہوئے صحیح قرار دیا جائے گا لیکن جب نفسِ شراء کا بھی علم نہ ہو تو پھر صحت پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ اب یہ صورۃً وقف ہوگی کیونکہ وقف سلطان کیلئے خریدنا لازم نہیں ہے جیسے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق فرمائی۔

۱- ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۳/۳۹۳

فتاوی شامی میں ہے:

و ان کان الواقف لھا السلطان من بیت المال من غیر شراء فافتی العلامہ قاسم بان الواقف صحیح۔[1]

178- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

الاشباہ والنظائر میں ہے: (چند مسائل کے علاوہ) خاموشی کلام کی طرح ہے۔ان میں سے ایک مسئلہ سکوت البکر عند استیمار ولیھا قبل التزویح و بعدھا[2] بیان کیا گیا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظِ و بعدہ کا عطف عند استیمار پر ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس مسئلہ یعنی عطفِ بیان میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حموی کی پیروی کی ہے اور جو کچھ ہم نے اس پر لکھا ہے، اسے ملاحظہ کریں۔حموی میں ہے:

و بعدہ عطف علی قولہ عند استیمارھا لا علی قبلہ کما ھو ظاھر لمن تدبر۔[3]

179- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

لفظِ "قبل" پر بھی عطف جائز ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بلکہ یہی (لفظِ "قبل" پر عطف ہی) متعین ہے جس طرح ہم نے اپنے مقام پر بیان کیا ہے۔

۱- ردالمحتار المعروف بہ فتاوی شامی ۳/۳۹۲

۲- الاشباہ والنظائر مع الحموی صفحہ ۱۱۴

۳- الاشباہ والنظائر مع الحموی صفحہ ۱۱۴

180-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مجبور شخص کی خرید وفروخت فاسد ہے یعنی کسی کو کسی چیز کے اصل قیمت سے زیادہ کے ساتھ خریدنے پر مجبور کیا جائے اور یونہی اسے مجبور کر کے اس سے کچھ خریدا جائے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

الاشباہ میں جو حکایت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعرابی کے ساتھ پانی فروخت کرنے کے بارے میں مذکورہ ہے، اس میں دیکھیں! شاید وہ امام صاحب سے ثابت نہیں۔

181-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ دراہم ودنانیر آٹھ مسائل میں ایک ہی جنس ہیں جن میں سے ایک ادائیگی قرض ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک صورت یہ بیان فرمائی کہ ایک شخص کے دراہم دوسرے کے ذمے قرض ہیں اور وہ مقروض ادائیگی نہیں کرتا، دریں اثناء اس کے مال سے دنانیر قاضی کے قبضہ میں آجاتے ہیں تو قاضی کو حق پہنچتا ہے کہ ان دنانیر کو دراہم کی جگہ صرف کرے اور قرض خواہ کا قرض بھی ادا کرے لیکن امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف دیناروں ہی میں اس طرح کر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک غیر دینار بھی اسی حکم میں ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ظاہرِ روایت کے مطابق قرض خواہ خود بخود دینار نہیں لے سکتا جبکہ اس کا قرض درہم ہوں اور یونہی بالعکس۔ قاضی خاں نے باب الصرف میں اسے صحیح قرار دیا ہے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے جس طرح باب الحجر میں آرہا ہے:

و الفتوٰی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لا سیما فی دیارنا لمداومتھم العقوۃ۔[1]

1- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار۴/۸۶

فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:

و ان ظفر بدنانیر مدیونه فی ظاهر الروایة لیس له ان یاخذ الدنانیر و ذکر فی کتاب العین و الدین له ان یاخذ و الصحیح هو الاول۔[1]

182- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

غصب شدہ کھانا اگرچہ پکانے کے سبب اسے اپنی اصل سے بدل دیا گیا ہو جب تک اس کی قیمت نہ ادا کی جائے یا ضمانت نہ دی جائے یا معاف نہ کرایا جائے، خریدنا حرام ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تعمیم صاحبین کے مذہب پر صحیح ہے کیونکہ ان کے نزدیک غاصب مغصوب کے تبدیل یا ہلاک ہونے سے مالک نہیں بنتا جب تک اس کی قیمت ادا نہ کرے یا ضمانت نہ دے لیکن امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غاصب مغصوب کا مالک ہے اگرچہ سبب ملک میں خبث ہے لہٰذا یہ اُسی طرح ہوگا جیسے بیع فاسد میں خریدار ہوتا ہے یعنی مشتری کیلئے طیب ہے کیونکہ خبث کا تعلق صرف غاصب کے ساتھ ہے لہٰذا مغصوب کے تبدیل ہونے یا ہلاکت پذیر ہونے سے اس کا تعلق مغصوب منہ کے ساتھ نہیں ہوگا کیونکہ وہ تعلق ضمانت کی طرف منتقل ہو گیا بلکہ ہماری تحقیق کے مطابق غاصب کی ملکیت پر تمام ائمہ کا اجماع ہے جیسے کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے۔

183- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بیعِ فضولی کے ضمن میں بحر الرائق عن البزازیہ کے حوالہ سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عبارت نقل فرمائی:

والصحیح انه اذا اضیف العقد فی احد الکلامین الیٰ فلان یتوقف علیٰ اجازة فلان کذا فی البحر عن البزازیة۔[2]

۱- قاضی خاں بر حاشیہ فتاویٰ عالمگیری ۲/۲۵۲

۲- بحر الرائق شرح کنز الدقائق ۶/۱۴۹

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی بزازیہ میں کتاب البیوع کی فصل عاشر کے آخر میں یہ عبارت ہے لیکن وہاں لفظِ الصحیح نہیں ہے۔[1]

184۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی قرض خواہ مقروض کے دراہم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور قرض معجّل بھی نہ ہو اور نہ ہی یہ دراہم اس کے دراہم سے زیادہ کھرے ہوں تو وہ لے سکتا ہے ورنہ نہیں جیسے اسے اگر مدیون کے دینار مل جائیں اور مقروض کے ذمہ دراہم ہوں تو نہیں لے سکتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی خانیہ کے باب الصرف میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے۔

185۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے کہ کسی شخص سے ایک مقررہ وعدہ پر کوئی چیز بنوانا بیعِ سُلَم ہے بشرطیکہ وقتِ مقررہ میں عجلت نہ ہو بلکہ مہلت ہو۔

اس کی تفصیل میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اجل یا تو اجلِ سُلَم کی طرح ہوگا جس طرح ایک مہینہ یا زائد تو یہ بلاتفصیل سُلَم ہے اور اگر اجل سُلَم کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں: اس میں تعامل جاری ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اگر جاری ہوسکتا ہے تو پھر طلبِ صفت ہے ورنہ پھر دو صورتیں ہوں گی: اگر اجل بطورِ عجلت ہے تو بھی طلبِ صفت کہلائے گی لیکن اگر بطورِ مہلت ہو تو اجل فاسد ہوگی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تجزیہ اس صورت میں ہے جب

۱۔ فتاوی بزازیہ علیٰ حاشیہ فتاوی ہندیہ ۴/۴۹۰

تعامل جاری نہ ہوسکتا ہوتو اس صورت میں فساد کی دو شرطیں ہیں: اجل کا ذکر بطورِ مہلت کیا جائے اور تعامل بھی نہ ہو سکے اور صحت کے سلسلہ میں دو باتوں سے ایک بات ضروری ہے: تعامل یا ذکر بطور عجلت، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے پس صحت کیلئے دو شرطیں ہیں: تعامل اور اجل بلا مہلت اور ان دونوں میں سے ایک کے پائے جانے سے حصولِ فساد ہے۔

186- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ استصناع بطورِ بیع صحیح ہے، بطور معاہدہ صحیح نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ مذہب سے ایک جماعت نے بطورِ معاہدہ صحیح ہونے کا قول کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس جماعت میں سے حاکم شہید بھی ہیں جیسا کہ قہستانی میں ہے۔[1]

187- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِّ مختار میں بیع الوفاء کی یہ صورت بیان کی گئی کہ کوئی شخص کسی عین چیز کو مثلاً ایک ہزار درہم پر بیچے اور یہ بات طے ہو جائے کہ جب وہ چیز واپس لوٹائے گا تو رقم واپس کر دی جائے گی۔ اس کے بعد کہا گیا: ثم اذا ذکر الفسخ فیه او قبله الخ۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بیع وفا کی صورت میں علی انه اذا رد علیه الثمن الخ کہہ دیا تو پھر ثم اذا ذکر الفسخ صحیح نہیں لہٰذا اسے حذف کرنا اولیٰ ہے تاکہ اختلاف صحیح ہو سکے۔

1- بحرالرائق میں بھی اسی طرح ہے:

فقد اختلفوا فی کونه مواعدة و معاقدة فعند الحاکم الشهید و الصفار و محمد بن سلمة و صاحب المنشور مواعدة۔ (بحرالرائق شرح کنز الدقائق ۶/۱۷۱)-۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں کہ جب بیع مطلق ہو اور نفسِ عقد میں شرطِ فسخ اور عدمِ لزوم کا نہ تو صراحۃً ذکر ہو اور نہ دلالۃً اور عقد کے بعد اس کا معاہدہ ہو اور اس بیع میں بائع کے علم میں غبنِ فاحش یا اصل ثمن پر زائد منافع بھی نہ ہو تو وہ بیع رہن نہ ہوگی اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ بیعِ وفا وہ ہے جس میں نفسِ عقد میں فسخ کا ذکر ہو جس طرح بحرالرائق اور دیگر کتبِ فقہ میں ہے اور اسی میں اختلاف جاری ہوتے ہیں اور درِّ مختار میں تیسرے قیل کے تحت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مسئلہ کی مختلف اجمالی صورتیں ہیں اگرچہ بعض صورتیں بیعِ وفا کی نہیں ہیں لہٰذا علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول سیاتی الخلاف ساقط ہو جائے گا۔

188- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ حاکم سے میرا فلاں کام کرا دو اور رشوت کا ذکر نہیں کرتا پھر کام بن جانے پر کچھ دیتا ہے تو کیا یہ عطیہ لینا جائز ہے؟ بعض کے نزدیک ناجائز ہے اور بعض کہتے ہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ بدلۂ احسان ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے مناسب تھا کہ جواز سے عطیۂ معہودہ کی استثناء کرتے کیونکہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے۔

189- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص اپنے مقروض سے کہے کہ میرا فلاں کام بادشاہ سے کرا دو تو میں نے قرض سے تمہیں بری الذمہ کر دیا تو یہ ابراء صحیح نہیں کیونکہ یہ اصلاحِ مہم کی خاطر ہے اور اصلاحِ مہم قرض دار کا اخلاقی فرض ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس کام کا کرنا اخلاقی فرض ہے، اس پر کوئی چیز لینا جائز

نہیں ہے۔

190- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

لفظِ بحر سے قبل بحر الرائق کی عبارت ہے اور اس کے بعد فتاوی ہندیہ کی عبارت شروع ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ''تتمہ'' سے لے کر یہاں تک تمام عبارت بحر الرائق سے منقول ہے۔

191- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

یتیموں کے مال میں وصی کیلئے مصانعت جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مصانعت کا مطلب ہے ظالموں کے ظلم کو دور کرنے کیلئے کوئی چیز بطورِ رشوت دینا یعنی جب وصی کو معلوم ہو کہ اگر وہ یتیم کے مال سے بطورِ رشوت نہ دے تو مشقت زیادہ ہوگی یا مال کم ہو جائے گا تو وہ ظالم کو کچھ دے کر بچاؤ کرسکتا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

و فی فتاوی النسفی فی مسائل المیراث الوصی اذا طولب بحیاته دار الیتیم و کان بحیث لو امتنع ذادت المؤنة فدفع من الترکة جبایة دارہ فلا ضمان علیه و کان کالمصانعة۔[1]

192- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ میں ہدیّہ کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں:

1- لینا دینا دونوں حلال اور یہ باہمی میل جول کی خاطر ہے۔

2- لینا دینا دونوں حرام اور وہ ظلم پر مدد کی خاطر کچھ لیا جائے۔

1- فتاوی عالمگیری المعروف بہ فتاوی ہندیہ ۶/۱۵۰

3- دینا حرام نہیں البتہ لینا حرام ہے اور وہ ظلم سے نجات حاصل کرنے کیلئے دیا جائے اور اس کا حیلہ حیلۂ اِستیجار ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ کی عبارت یہ ہے:

والثالث الاھداء لدفع الظلم عن نفسه وھو حرام علی الاخذ والحیلة ان یستاجرہ ثلاثة ایّام او نحوہ لیعمل له ثم یستعمله اذا کان فعلا یجوز کتبلیغ الرسالة ونحوہ و ان لم یبین المدة لا یجوز الخ۔

''اور تیسری (قسم) اپنے نفس سے ظلم دور کرنے کیلئے ہدیہ دینا اور یہ لینے والے کیلئے حرام ہے اور حیلہ یہ ہے کہ اس کو تین دن کیلئے یا اس کی مثل کیلئے اجرت پر حاصل کرلے تاکہ وہ اس کیلئے کام کرے پھر اس سے کام لے (لیکن یہ حیلہ اس وقت ہوگا) جبکہ وہ کام جائز ہو، مثلاً پیغام پہنچانا وغیرہ اور اگر مدت کا تعین نہ ہو تو جائز نہیں''۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دفعِ ظلم کیلئے کچھ لینا جائز نہیں۔ چاہے ظالم کوئی دوسرا شخص ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حیلۂ استیجار امرِ جائز میں ہوتا ہے اور مظلوم سے دفعِ ظلم تو شرعاً ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو لہٰذا اس پر اجر لینا جائز نہیں اور یہی مراد بحرالرائق کے اس قول کی ہے جو گذر چکا ہے کہ کسی کی مشکلات حل کرنا دیانۃً لازم ہے اور اس کی دلیل فتاویٰ ہندیہ کا وہ قول ہے جو محیط کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ اگر معاملہ کو ٹھیک کرنے اور ظلم سے نجات دلانے کے بعد کچھ دیا تو دینا اور لینا دونوں صحیح ہیں۔ (اس تفصیل کے بعد) اب اس قول کی حاجت نہیں رہے گی جو میں نے بحرالرائق کے قولِ مذکور ۲۸۶/۶ پر لکھا ہے کہ شاید اصلاح المھم مستحق علیه دیانۃ اس وقت ہو جب وہ بادشاہ کی جانب سے اس کام پر باتنخواہ متعین ہو۔ پس بحکمِ اجارہ اس پر واجب ہوگا۔ اور جو کچھ فتاویٰ شامی ۴/۱۷۴ پر لکھا ہے، اسے ملاحظہ کریں۔

193- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بعض لوگوں کے نزدیک غیر انبیاء پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہے جس طرح قرآنِ پاک میں حضرتِ آدم علیہ السلام اور حضرتِ داؤد علیہ السلام کیلئے لفظ خلیفہ استعمال ہوا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حدیثِ پاک میں حضرتِ امامِ مہدی رضی اللہ عنہ کیلئے خلیفۃ اللّٰہ کا لفظ آیا ہے، جس سے غیر انبیاء پر اس لفظ کے اطلاق کا جواز ثابت ہے۔

194- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ تنویر الابصار نے فرمایا کہ "بادشاہ عادل ہو یا جائر اس کی طرف سے عہدۂ قضا قبول کرنا جائز ہے"۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ عہدہ قبول کیا حالانکہ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ مثال نہایت غیر مناسب ہے کیونکہ کہیں اس سے فاسق، ظالم اور عیب جُو قسم کے لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے بغضِ عظیم کی تسکین کیلئے توہین کی جرأت نہ کریں حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک جائر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو اپنی جگہ پر نہ رکھے جیسے عادل کسی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنے والے کو کہتے ہیں۔ حضرتِ علی المرتضیٰ اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں برحق امام اور سچے خلیفہ تھے البتہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے احکامات کی سماعت وطاعت لازم تھی لیکن انہوں نے اس کے برعکس دعویٰ کر کے خلافت کو اس کے غیر مقام پر رکھا اور یہ لفظ اس لفظ سے زیادہ تعجب خیز بھی نہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حواری، پھوپھی زاد بھائی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کیلئے استعمال کیا اور فرمایا کہ تُو علی سے لڑائی لڑے گا اور تو ظالم ہوگا۔ تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں سے مراد وہی شخص ہے جو کسی چیز کو اس کے غیر مقام پر رکھتا ہے۔

اب اگر یہ وضعِ عناد سے ہو تو قابلِ مذمت ہے اور اجتہاد میں خطا ہو تو مجتہد معذور، مستحقِ اجر، غیر عاصی ہوگا [1] پس یہ لفظ قبیح ہے کیونکہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کا دروازہ کھل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی توبہ قبول فرمائے ہر قسم کی قوت اللہ بلند و بالا کیلئے جو نہایت توبہ قبول کرنے والا، بخشنہار، مہربان ہے۔

195- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ اجتہادی مسئلہ میں اگر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا تو مطلقاً نفاذ نہیں ہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کمال کا قول نقل کیا کہ اگر قصداً اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو یہ اچھے مقصد کیلئے ایسا نہیں کر رہا بلکہ باطل خواہش کے تحت ایسا کر رہا ہے اور بھول کر ایسا فیصلہ کرنے والے کا فیصلہ اس لئے نہیں قبول کیا جائے گا کہ مقلد نے اس کی تقلید اس لئے کی کہ وہ اس کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے، اس لئے نہیں کہ وہ غیر کے مذہب پر فیصلہ کرے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مقلد سے مراد وہ شخص ہے جس نے اس قاضی کو فیصلہ کیلئے قاضی بنا کر اس کی تقلید کی۔

196- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بابِ شہادت میں فرع (جس کا عدل ظاہر ہے) کا اپنے اصل کا عدل ثابت کرنا کافی ہے جس طرح دو گواہوں میں سے ایک کا دوسرے گواہ کی عدالت ثابت کرنا کافی ہے کیونکہ فرع اصل کا ناقل ہونے کی وجہ سے اس کی مثل ہو گیا اور مثل کی تعدیل سے عدل تہمت سے

ا- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی خطائے اجتہادی واقع ہوئی لہٰذا وہ بھی معذور و مستحقِ اجر ہیں۔ ۱۲ ہزاردی

ملوث نہیں ہوتا۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس تعلیل لان العدل لا یتھم بمثلہ کا مطلب ظاہر نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

الحمدللہ! اس تعلیل کا مطلب واضح ہے کیونکہ وہ شخص جس کے قول پر اکتفا نہیں کیا جاتا (بلکہ دوسرے کے قول کی بھی ضرورت ہوتی ہے)، وہ اپنے اصل یا اپنے ساتھی کی تعدیل اس لئے کرتا ہے کہ اس کی اپنی گواہی چل سکے کیونکہ دوسرے کی عدم موجودگی میں وحدت کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہے۔

197– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ زمین کے دعوٰی میں حد بندی شرط ہے جس طرح اس کے خلاف گواہی میں شرط ہے اگرچہ زمین مشہور ہو البتہ جب گواہ زمین کو بالتعیین جانتے ہوں، اس وقت حد بندی کی ضرورت نہیں۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ قاضی کو علم ہو جائے اور گواہوں کی معرفت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

الا اذا عرف الشھود میں عرف بابِ تفعیل (تعریف) سے ہے، معرفۃ (مجرد) سے نہیں لہٰذا امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض ساقط ہو گیا۔ ردالمحتار پر جو کچھ ہم نے لکھا ہے، اس کا مطالعہ کیا جائے۔

198– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ اگر مضارب رب المال کی ہدایات کے خلاف عمل کرے تو غصب ہو گا چاہے رب المال بعد میں اجازت بھی دے دے کیونکہ مخالفت کی وجہ

سے وہ غاصب شمار ہوتا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لصیرورته غاصبا بالمخالفة کے الفاظ سے جو علت بیان کی گئی ہے، وہ تعلیل الشی بنفسہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مالک کی اجازت نہ ہونا اس کے غصب کی دلیل ہے، مخالفت کے باعث اس کا غاصب ہونا دلیل نہیں تا کہ عین دعوی کا دلیل ہونا لازم آئے۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ جب وہ غاصب ہو گیا تو مالک اس کی اجازت سے غصب کو مضاربت میں بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس کو بغور دیکھیں! شاید حق اس سے متجاوز نہ ہوگا۔

199- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اجارۂ فاسدہ میں مضارب کو نفع میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا بلکہ عمل کے مطابق اجر ہوگا۔ امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر نفع حاصل نہ ہو تو اجرِ عمل بھی نہیں دیا جائے گا اور یہ صحیح ہے تا کہ اجارۂ صحیحہ پر اجارۂ فاسدہ کی فضیلت لازم نہ آئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کیونکہ جب اجارۂ صحیحہ میں فائدہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں دیا جاتا۔

200- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص یہ کہے: منحتك ثوبي او جاريتي هٰذه و حملتك علىٰ دابتي هٰذه تو یہ عاریت ہوگی بشرطیکہ ہبہ کا ارادہ نہ کرے کیونکہ یہ الفاظ عاریت کیلئے صریح ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کہا گیا ہے کہ یہ الفاظ بادشاہ کی جانب سے ہوں تو ہبہ ہوگا جیسے کہ فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

و قيل هو من السلطان هبة كما في الظهيرية۔[1]

1- فتاوٰی ہندیہ ۴/۳۷۵، فتاوٰی خانیہ ۳/۲۶۳

201- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوٰی ہندیہ کے حوالے سے فرمایا کہ موہوب لہٗ کیلئے ملک کا ثبوت قبضہ کے ساتھ مشروط ہے۔اس کے بعد تفریع میں ''قبض'' کی بجائے لفظِ ''قبول'' ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میرے پاس فتاوٰی ہندیہ کا جونسخہ ہے اس میں لفظِ ''قبض'' کی بجائے لفظِ ''قبول'' ہے اور یہی اس تفریع کیلئے ظاہر ہے جو آگے آرہی ہے:

حتی لو حلف لا یهب فوهب و لم یقبل الأخر حنث۔[1]

202- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

قہستانی نے اس مسئلہ کی تائید کی ہے جو محیط میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا مال راستے میں رکھا تاکہ وہ اٹھانے والے کی ملک ہوجائے تو یہ جائز ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میرے پاس جونسخہ ہے اس میں (محیط کی) تائید نہیں بلکہ محیط میں مذکورہ مسئلہ کی مخالفت ہے اور اگر مان بھی لیا جائے (کہ تائید ہے) تو بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبولیت شرط نہیں ہے۔مع ہذا محیط میں رکنیت کا انکار ہے شرط کا انکار نہیں۔قہستانی کے اس استدلال کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

203- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب تنویرالابصار نے ارکانِ ہبہ میں سے ایک رکن شرطِ خیار کا نہ ہونا بتایا۔اس پر بطورِ تفریع صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اگر اس نے شرط لگادی تو صحیح ہوجائے گی اگر وہ جدا ہونے سے پہلے اختیار کرلے۔

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار ۳/۳۹۳

۲- اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت شرط نہیں۔۱۲ ہزاروی

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدم صحتها بخیار الشرط کے الفاظ اولیٰ ہیں کیونکہ تفریع اس پر قرینہ ہے ورنہ معنیٰ یہ ہوگا کہ ہبہ مطلقاً صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوٰی خانیہ میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ واہب کو تین دن کا اختیار ہے تو ہبہ صحیح ہو جائے گا اور اختیار باطل ہوگا کیونکہ ہبہ عقدِ غیر لازم ہے لہٰذا اس میں شرطِ خیار صحیح نہیں۔ (تنویر الابصار کے) متن سے یہی بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے البتہ (درِّ مختار کی) تفریع اس کے خلاف ہے۔ پھر میں نے فتاوٰی خانیہ میں اسی مسئلہ منقولہ کے متصل دیکھا کہ اگر کوئی شخص غلام یا کوئی اور چیز ہبہ کرے اور موہوب لہٗ کو تین دن کا اختیار دے (تو اس صورت میں) اگر موہوب لہٗ مجلس برخاست ہونے سے قبل جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ نہیں (اور اختیار باطل ہے) اور جب اختیار واہب کو ہو تو اس وقت شرط صحیح نہیں اور جب اختیار موہوب لہٗ کو ہو تو ہبہ صحیح نہیں، پس مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی کلام محلِ تخصیص میں مطلق ہے (کسی ایک کی تخصیص نہیں) اور شارح کی تفریع علیٰ وجہ الاختلاف ہے۔

میرے لئے (بیع اور ہبہ) دونوں میں فرق اس طرح ہے کہ ہبہ بنفسہٖ لازم نہیں ہوتا لہٰذا واہب کیلئے شرطِ خیار لغو ہے جس طرح فتاوٰی خانیہ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ عقد غیر لازم ہے لیکن بیع عقد لازم جازم ہے لہٰذا بائع مشتری کیلئے اور اسی طرح مشتری بھی خیار کی شرط لگا سکتے ہیں اور اگر موہوب لہٗ کیلئے اختیار ہو تو یہ عطیہ کے ذریعے تکلیف پہنچانا اسے تین دن تک اپنے مال میں تصرف سے روکنا اور انتظار کرنا کہ آیا موہوب لہٗ قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے، پس اس میں قلبِ موضوع ہے، علاوہ ازیں قبولیت میں اختیار دینا ہلکا پن ہے۔
بیع میں خیارِ شرط حاجت کو پورا کرنے کیلئے ہے تا کہ زیادتی نہ ہو اور یہاں کوئی حاجت نہیں لہٰذا جائز نہیں اور اگر شرطِ خیار ہو تو اصلاً قبولیت کے منافی ہے کیونکہ اس کی بنا رکاوٹ، تردد اور شک پر ہے پس جب موہوب لہٗ کو اختیار دیا گیا اور اسی حالت میں وہ جدا جدا ہوئے تو گویا کہ وہ بغیر قبولیت کے جدا ہوئے اور یہ بات معلوم ہے کہ جب تک مجلس میں موہوب

شئے قبول نہ کی جائے، ہبہ صحیح نہیں۔

204- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ میرے مال میں سے تیرے لئے کھانا، لینا یا کسی کو دینا حلال ہے تو اس کیلئے قائل کے مال میں سے کھانا، لینا اور کسی کو دینا جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوٰی خانیہ اور ہندیہ وغیرہما میں ہے کہ کھانا تو حلال ہے لیکن لینا یا کسی کو دینا جائز نہیں۔ اس کی دلیل فتاوٰی خانیہ میں ہے اور وہ یہ ہے:

لان اباحۃ الطعام المجھول جائزۃ و تملیک المجھول باطل (ملخصاً)[1]

205- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع دُرِّ مختار میں ہے کہ مشترکہ چیز جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی، کیا ہبہ کی جاسکتی ہے؟ عام کتبِ فقہ میں ہے اور یہی مذہب ہے کہ چاہے شریک کیلئے ہو یا اجنبی کیلئے، ہبہ نہیں کی جاسکتی اور ایک قول یہ ہے کہ شریک کیلئے جائز ہے اور یہی مختار ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کی عبارات سے قول کا معتمد علیہ ہونا ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے اہلِ مذہب سے اطلاق کی حکایت کے بعد دوسرے قول کو ابنِ ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام قاضی خان نے بھی یونہی ابن ابی لیلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔

206- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مشترکہ مال سے قرض دینا بالاجماع جائز ہے۔

1- فتاوٰی خانیہ بر حاشیہ فتاوٰی ہندیہ ۳/۲۶۱

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو ایک ہزار روپیہ دیا کہ نصف قرض ہے اور نصف مضاربت کیلئے ہے۔

207-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ عبارت تنویر الابصار کی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر موہوب لہٗ کو مشترکہ چیز ہبہ کر کے اُس کے حوالے کر دی جائے تو وہ نہ تو اس کا مالک ہوگا اور نہ ہی اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہی صحیح و مختار ہے۔ یہی ظاہرِ روایت کے مطابق ہے اور اسی پر عمل ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اسی پر اعتماد ہے جبکہ فتویٰ اس کے خلاف ہے جو بعض فتاویٰ میں مذکور ہے، اسے ظاہرِ روایت پر جو صحیح ہے، ترجیح نہیں دی جا سکتی اگر چہ دوسری جانب "وبه یفتٰی" کے الفاظ ہیں۔ مکمل بحث فتاویٰ شامی میں ملاحظہ کی جائے۔

208-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

محبت میں بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ عملِ قلب ہے (اور اس میں انسان مجبور ہے) اسی طرح اگر ارادۂ ضرر نہ ہو تو عطیات میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دی جا سکتی ہے اور اگر ارادۂ ضرر ہو تو پھر امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کو برابر دے اور امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (میراث کی طرح) لڑکے کو دوگنا دے۔ (درِ مختار مع الطحطاوی)

بزازیہ میں ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو ہبہ کرنے میں تثلیث افضل ہے یعنی میراث کی طرف لڑکے کو دوگنا دے اور امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصف نصف ہے اور یہی مختار ہے اور اگر تمام مال اپنے بیٹے کو دے دیا تو قضاءً جائز ہے لیکن واہب گنہگار ہوگا۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزازیہ کی نص قصدِ اِضرار سے خالی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ایک کو دوسرے پر فضیلت تفضیل کی صورت میں ہے لیکن جب ایک کو تمام مال ہبہ کردیا جائے تو مطلقاً ضرر پہنچانا ہے۔اس مسئلہ میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بزازیہ کی نص کا ذکر نہیں کیا بلکہ بزازیہ کے قول و عند الثاني التنصيف و هو المختار سے اس کا قصدِ اضرار سے خالی ہونا مراد لیا جبکہ درمختار میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تسویہ قصدِ اضرار کی صورت میں ہوگا (ورنہ تفضیل جائز ہے)۔

209-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

سید حموی نے المفتاح نامی کتاب کے حوالے سے تملیک اور ہبہ کے بارے میں بحث کی ہے جسے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ کے عنوان سے نقل فرمایا، وہ یہ ہے:

اعلم ان التمليك يكون في معنى الهبة ويتمّ بالقبض و اذا عرى عن القبض والتسليم اختلف العلماء فيه فقيل يجوز و قيل لا يجوز قياسا على الهبة و اكثر المشائخ على انه يجوز بدون تسليم و انه غير الهبة لان التمليك والهبة شيئان اسما وحكما اما الاسم فظاهر و اما حكما فلانه لو وهب الثمار على رؤس الاشجار لا تجوز ولواقر بالتمليك يجوز فثبت ان التمليك يصح بدون التسليم و انه غير الهبة و عليه الفتوٰى و عمل الناس و موت المقرّ بمنزلة التسليم بالاتفاق۔[1]

''تملیک ہبہ کے معنی میں ہے اور قبضہ سے مکمل ہوتی ہے، جب قبضہ اور تسلیم نہ پائے جائیں تو اس کے جواز وعدمِ جواز میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے ہبہ پر قیاس کرتے ہوئے عدمِ جواز کا قول کیا ہے جبکہ اکثر مشائخ کے نزدیک بغیر تسلیم کے بھی جائز ہے، اور یہ غیر ہبہ ہے کیونکہ ہبہ اور تملیک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، نام کا اختلاف تو ظاہر ہے اور حکم میں اختلاف یوں ہے کہ اگر کوئی

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار ۳/۴۰۹

شخص کسی کو درخت پر موجود پھل ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہے، اس سے ثابت ہوا کہ تملیک بغیر تسلیم کے صحیح ہے اور یہ ہبہ کا غیر ہے، اسی پر فتوی اور لوگوں کا عمل ہے، نیز مُقِر کی موت تسلیم کے قائم مقام ہے اور اسی پر اتفاق ہے"۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ نقل مجہول غیر معقول اور غیر مقبول ہے، جہالت اس لئے کہ مفتاح نامی کتاب کتبِ مذہب سے نہیں ہے اور غیر معقول اس لئے کہ تملیک فی الحال کی چار صورتیں ہیں:

1- تملیک عین بالعوض۔

2- تملیک عین بلاعوض۔

3- تملیک منافع بالعوض۔

4- تملیک منافع بلاعوض۔

تملیک عقلی طور پر ان چار صورتوں میں منحصر ہے اور یہ بات بالبداہۃ معلوم ہے کہ جس تملیک کا یہاں ذکر ہے وہ نہ تو تملیکِ عین بہ عوض ہے نہ تملیک منافع بالعوض اور نہ ہی تملیک منافع بالعوض بلکہ تملیک عین بلاعوض ہے اور یہی تو ہبہ ہے، متونِ فقہ میں اسی طرح تفسیر کی گئی ہے۔

قاضی زادہ نے نتائج الافکار میں فرمایا کہ ہبہ کا شرعی مفہوم مال کی بلاعوض تملیک ہے، اسی طرح عام شروح بلکہ متون میں مذکور ہے۔ نیز شریعتِ مطہرہ میں ایسا کوئی عقد نہیں کہ جس میں تملیکِ عین بلاعوض فی الحال ہو اور وہ ہبہ بھی نہ ہو، اگر کوئی ایسا عقد ہوتا تو اس کیلئے کتبِ فقہ میں کوئی کتاب، باب، فصل یا کچھ عنوان مختص ہوتا جیسے کتب میں بیع، ہبہ، عاریہ اور اجارہ وغیرہ کیلئے باب باندھے گئے ہیں لیکن عام کتب مذہب اس بات کی طرف ادنیٰ اشارے سے بھی خالی ہیں لہٰذا یہ عقد شریعت میں غیر معروف ہے بلکہ لوگوں کے درمیان یقینی طور پر یہ بات مشہور ہے کہ اگر کہا جائے کہ زید نے عمرو کو اپنے مکان کا بلاعوض مالک بنایا

تو اس سے کوئی شخص بھی ہبہ سے سوا کوئی دوسرا مفہوم نہیں سمجھے گا اور کسی عقلمند بچے اور نہ ہی کسی فاضل عالم کے دل میں اس کے سوا (ہبہ کے سوا) کوئی دوسری بات کھٹکے گی۔

ہدایہ اور دیگر متعلقہ کتب میں ہبہ کے قبضہ کے ساتھ مشروط ہونے کی تعلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ ہبہ عطیہ پر مبنی عقد ہے اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت کرنے میں معطی پر ایسی چیز لازم کی جا رہی ہے جو عطیہ کے خلاف ہے اور وہ مالِ موہوب کا سپرد کرنا ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے۔

(صاحبِ مفتاح کا) مسئلۂ اقرار سے استدلال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام بغیر سمجھ کے واقع ہوئی کیونکہ یہاں (صورتِ اقرار میں) مطالبہ اقرار کی وجہ سے ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ مملک کے قبول کئے بغیر تملیک صحیح ہو جائے، پھر اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں کہ بیع کا اقرار جائز ہے تو کیا اس سے یہ استدلال کیا جائے کہ بیع صرف بائع سے پوری ہو جاتی ہے کیونکہ یہاں مشتری کی جانب سے تو کوئی بات بھی نہیں بلکہ وہ بات جس سے استدلالِ مذکور میں غفلت برتی گئی ہے، یہ ہے کہ اقرار کی دو صورتیں ہیں: ایک لحاظ سے خبر ہے اور ایک لحاظ سے انشاء۔ پس خبر سے مشابہت کی وجہ سے اقرار کی صورت میں مطالبہ ہوتا ہے، اس لئے مطالبہ نہیں ہوتا کہ یہ کوئی نیا عقد ہے جو قبضہ کا محتاج نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غیر منقسم گھر کے نصف حصے کا غیر کیلئے اقرار کرے تو صحیح ہے جس طرح درر وغیرہ میں ہے تو یہ صحت محض اقرار کے خبر سے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے، اگر یہ انشاء ہوتی تو یہ قول صحیح نہ ہوتا جیسے کہ اس پر فقہاء کی نص وارد ہے۔

اگر اس واہم (صاحبِ مفتاح) کے وہم کو صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو بھی اقرار کے باب میں اس سے قبل یہ بات متن اور شرح میں گزر چکی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے:

جمیع مالی او ما املکه له هبة لا اقرار فلا بد من التسلیم بخلاف الاقرار۔

''میرا تمام مال یا جس مال کا۔ میں مالک ہوں، فلاں کیلئے ہبہ ہے تو یہ اقرار نہیں ہوگا۔ پس تسلیم ضروری ہوگی بخلاف اقرار کے'' ۔[1]

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۳/۳۳۰

لام تملیک سے معلوم ہوا کہ یہ ہبہ ہے اور تسلیم شرط ہے اور اقرار میں تسلیم کی شرط کا نہ ہونا اس لئے ہے کہ وہ ایک لحاظ سے خبر ہے، اس واسطے نہیں کہ وہ ایک ایسا عقد ہے جو تسلیم کا محتاج نہیں، اس میں نکتہ یہ ہے کہ تملیک بیع اور ہبہ دونوں کو شامل ہے۔ پس جب کسی نے کسی دوسرے کیلئے تملیک کا اقرار کیا تو (دیکھا جائے) اگر درختوں پر موجود پھلوں کی تملیک کا اقرار کیا ہے تو اس سے مراد بیع ہوگی اور اقرار کی وجہ سے اس سے مطالبہ کیا جائے گا تا کہ اس کی کلام ممکن حد تک صحیح قرار پائے لیکن ہبہ کے اقرار کی صورت میں اس نے اس چیز کی تصریح کی ہے جو بوجہ مشغولیت (پھل کا درخت پر ہونا) پوری نہیں کی جاسکتی اور یونہی ہر بات میں ہوگا کہ جب کوئی اقرار کرے کہ میں نے اس سے قبل فلاں کو مالک بنایا اور اس نے مشغولیت یا اجزاء یا ان کے علاوہ کسی قسم کی تفصیل بیان نہیں کی کیونکہ تملیک کے اقرار سے اس کی ملکیت ختم ہوگئی اور جس کیلئے اقرار کیا، اس کی ملکیت ثابت ہوگئی اور عطیات میں یہ بات بلا قبضہ صحیح نہیں لہٰذا ایسا اقرار ہبہ کا اور اسی وقت قبضہ دینے کا اقرار ہوگا لیکن اگر وہ یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تو واہب سے ہبہ کا صدور قبضہ دینے کو مستلزم نہیں پس وہ موہوب لہٗ کیلئے حصولِ ملک کا اقرار نہیں ہوگا اور دونوں اقراروں میں یہی فرق ہے۔

یہ مطلب جو صاحبِ مفتاح نے سمجھا کہ تملیک میں قبضہ ضروری نہی، اگر موصوف یہ دلیل ذکر کرتے تو ہم تعین کرتے کہ یہ نقل اور فتوی مشائخ پر افتراء ہے لیکن استدلال سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ کے سمجھنے میں خطا واقع ہوئی۔

اس سے قبل ہم نصوصِ قاطبہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ یہاں تملیک سے مراد ہبہ ہے اور اس بات کا اس فاضل (علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی کلام کے شروع میں اعتراف کیا کہ تملیک ہبہ کے معنٰی میں ہے اور قبضہ سے تام ہوتی ہے۔

لہٰذا جب قبضہ کے بغیر یہ تام نہیں ہوتی تو بلا تسلیم کیسے مکمل ہوگی پھر نہایت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اختلاف تو اس بات میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنایا، آیا یہ ہبہ ہوگا یا یہ کلام بالکل صحیح نہیں ہوگی کیونکہ تملیک عام ہے جیسے ہم ردالمحتار سے پہلے نقل کر چکے ہیں اور تملیک بلا قبضہ کو بالکل صحیح قرار دینا اور مفتٰی بہ قول بتانا تو نہایت

تعجب خیز ہے۔

تتمہ:

جامع الفصولین، خیر رملی اور عقود الدریہ میں یہ نص موجود ہے کہ کسی دستاویز میں یہ تحریر ہو کہ فلاں نے فلاں کو تملیکِ صحیح کے ساتھ مالک بنایا تو یہ تملیک فاسد غیر مقبول ہے کیونکہ جہتِ تملیک مجہول ہے[1] اور یہ عقدِ جدید من گھڑت ہے جس کا شریعت اور عرف میں کوئی وجود نہیں البتہ جو شخص اس قول کو ہبہ پر محمول کرتے ہوئے قبول کرے تو مقبول ہو جائے گا اور یہ بات کہ اقرار کرنے والے کی موت بالاتفاق تسلیم کے قائم مقام ہے، اس اجماع کے خلاف ہے کہ تسلیم سے پہلے عاقدین میں سے کسی ایک کی موت عقد کو باطل کر دیتی ہے، پس حق بات یہ ہے کہ یہ نقلِ مجہول لامعقول ہے جس پر نہ صرف یہ کہ اعتماد جائز نہیں بلکہ یہ لائقِ توجہ ہی نہیں، عصمت و توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

210–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتاح کی گذشتہ عبارت کے ذکر کے بعد علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تملیک کو ہبہ کے مقابلہ میں لانے کی صورت میں مناسب یہ تھا کہ کہا جاتا و لو ملکه کیونکہ اقرار بالملک کی صورت یہ ہے کہ کہے: یہ چیز فلاں کیلئے ہے، تو یہ خبر ہے، تملیک نہیں ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

قرۃ العیون میں بھی امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے اور یہی بہتر ہے۔

211–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو خط لکھے اور اس میں لکھے کہ جواب اس کی دوسری طرف

۱– فتاوٰی خانیہ بر حاشیہ فتاوٰی ہندیہ ۳/۲۶۱ پر ہے: و تملیك المجهول باطل۔ ۱۲ ہزاروی

۲– مخطوطہ میں یہاں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت موجود نہیں، تتبع کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اسی قول کو حاشیہ کے طور پر درج کرنا مناسب سمجھا گیا۔ و اللہ اعلم۔ ۱۲ ہزاروی

لکھ دو تو مکتوب الیہ کیلئے وہ کاغذ لوٹانا ضروری ہے اور اسے اس میں تصرف کا کوئی حق نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح اگر اس مکتوب میں لکھے کہ اسے پڑھ کر فلاں کو پہنچا دو تو مکتوب الیہ کیلئے اس میں تصرف جائز نہیں۔ اب یا تو وہ کاتب کی طرف لوٹا دے یا اس (جس کے بارے میں کہا گیا ہے) کی طرف پہنچا دے۔

212- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درِ مختار میں ہے کہ اجارۂ فاسدہ میں اجرِ مثل واجب ہوگا اگر مقررہ اجر معلوم ہو۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (درِ مختار کے قول) **لو المسمی معلوما** سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اجرِ مقرر کی صورت میں اجرِ مثل واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو حالانکہ یہ مطلب نہیں بلکہ مفہوم یہ ہے کہ جب مقررہ اجرت معلوم نہ ہو تو اجرِ مثل واجب نہیں ہوگا حالانکہ عدمِ علم کی صورت میں اجرِ مثل ہی واجب ہوگا چاہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں امامِ طحطاوی کے الفاظ یہ ہیں:

مع انه یجب بالغا ما بلغ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یجب بالغا ما بلغ کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وہ مقررہ اجرت سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔

213- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ بزاز اور طیالسی نے بھی اسے روایت کیا اور طبرانی نے بھی حلیۃ الاولیاء میں حضرتِ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اسے بیان کیا۔ یہ بات المقاصد الحسنہ میں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (ردالمحتار میں) اسی طرح المقاصد الحسنہ کے حوالے سے بلا تبصرہ نقل فرمایا حالانکہ "حلیۃ الاولیاء" حافظ ابونعیم (احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفّٰی ۴۰۳ھ) کی تصنیف ہے، حافظ ابوقاسم سلیمان طبرانی اس کے مؤلف نہیں ہیں۔

214- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درِّ مختار میں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس نے اسی شخص یا کسی دوسرے سے یہ عقد باندھا کہ وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے جنایت کی دیت دے گا، تو یہ عقد عقدِ موالات کہلاتا ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے عقدِ موالات باندھا تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے دیت ادا کرے گا۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ امامِ نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صحتِ موالاۃ، وراثت اور دیت کی شرط پر موقوف نہیں بلکہ صرف عقد ہی کافی ہے کیونکہ حاکم نے وراثت اور دیت کو بطور شرط ذکر نہیں کیا بلکہ صحتِ عقد کے بعد ان دونوں کو حکم قرار دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کسی بات کا حکم ہونا اس کے شرط ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جب کسی چیز میں تمام شروط پائی جاتی ہیں، اس وقت اس پر حکم نافذ ہوتا ہے۔ جب کہا جاتا ہے: عقد کذا تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے تمام شرائط کو پورا کیا لہٰذا اگر وراثت اور دیت کو شرط قرار دیا جائے تو ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول والاہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے کہا: "میں نے تجھ سے عقد باندھا کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری طرف سے دیت ادا کرے گا"۔ جیسے کوئی کہے: "الرجل الرجل الرجل الخ" تو اس سے مراد وہ شخص ہوگا جو مجہول النسب غیر عربی ہوگا

جس کیلئے نہ تو ولایتِ عتاقہ ہو اور نہ ہی کسی کے ساتھ عقدِ موالات ہو جو اس کی طرف سے دیت ادا کرے۔

215– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص والیتك کہے یعنی میں نے تجھ سے عقد باندھا اور دوسرا کہے: قبلت ''میں نے قبول کیا'' تو اس صورت میں عقدِ موالات منعقد ہو جائے گا۔ (تحفہ بحوالہ شرنبلانی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

تحفہ کی یہ عبارت دو باتوں کا احتمال رکھتی ہے: یا تو اس مجموعۂ عبارت کا عوض ہے جو اوّلاً ذکر کی گئی یا صرف انت مولای کا بدل ہے۔ اس دوسری صورت میں بقیہ عبارت ضروری ہے کیونکہ ملک العلماء جو صاحبِ تحفہ کے تلمیذ ہیں، انہوں نے اپنی شرح البدائع جسے انہوں نے اپنے استاذ کے سامنے پیش کیا تو استاذ نے ان سے اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا، میں لکھا ہے کہ یا کوئی کہے و الیتك اور جواباً دوسرا شخص عقد میں وراثت اور دیت کے تذکرہ کے بعد کہے: قبلت ''میں نے قبول کیا''۔

216– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے اِرث اور دیت کی شرط کے بغیر عقد کو ثابت کرتے ہوئے صاحبِ تحفہ کی تفسیر کو بطور تائید پیش کیا (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)، اسے قاضی زادہ نے رد کرتے ہوئے کہا کہ اس عبارت میں ایسی کوئی بات نہیں جو اِرث اور دیت کے عدمِ شرط ہونے پر دلالت کرے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی عبارت میں صراحۃً ایسی بات نہیں۔

217– طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی زادہ کا رد محقق بالدلائل نہیں بلکہ محض جواز اور

امکان پر مبنی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس کا جواب ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے۔

218- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عقدِ موالاۃ کی شرائط کے بیان میں صاحبِ درِّ مختار نے فرمایا:

و الخامس ان یشترط العقل و الارث۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شرط کے بارے میں بحث گزر چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

قد سبق کی بجائے قدسلف فیہ کے الفاظ مناسب ہیں۔[1]

219- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ درِّ مختار نے مجمع الفتاوٰی سے ایک مسئلہ نقل فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیمار بیوی کو اپنے ماں باپ کے پاس جانے سے روکے اور اجازت کیلئے مہر کے ہبہ کا مطالبہ کرے، اس صورت میں اگر عورت بعض مہر ہبہ کردے تو ہبہ باطل ہوگا کیونکہ وہ عورت بمنزلۂ مجبور ہے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اس جزیہ سے اس نو پید فتوی کا جواب بھی حاصل ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی باکرہ لڑکی کا نکاح کرے اور زفاف سے منع کرتے ہوئے اس سے گواہی حاصل کرے کہ اس (لڑکی) نے اپنے باپ سے ماں کی وراثت حاصل کر لی ہے، پھر جب لڑکی اقرار کرلے تو وہ اسے شب باشی کی اجازت دے تو اس صورت میں اقرار صحیح نہیں کیونکہ وہ مجبور کے حکم میں ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ علت اس وقت ظاہر ہوگی جب خاوند اس عورت پر دوسری شادی کرنا چاہے یا لونڈی سے شب باشی کا ارادہ کرے کیونکہ اس سے اس میں صبر کی طاقت باقی نہیں رہتی۔

1- کیونکہ سبقت کے معنی کسی سے آگے بڑھنا اور سلف کے معنی محض گزشتہ ذکر کے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے اس کا جواب ردالمحتار کے حاشیے پر دیا ہے چنانچہ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

220۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

جو بات محض نفع بخش ہو، اس میں بچہ بالغ کی طرح ہے لہٰذا اس کا (کسی کی طرف سے) ہبہ قبول کرنا اور اسلام لانا صحیح ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بچے کا اسلام اسی وقت صحیح ہے جب کہ وہ سمجھدار ہو ورنہ نہیں جس طرح مجنون کا اسلام صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار اور اعتقاد کا نام ہے اور ان دونوں کیلئے اذعان ثابت نہیں۔

221۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ناسمجھ اگر اپنا مال غلط کاموں میں ضائع کرتا ہے تو وہ فاسق ہے۔ اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جو شخص اپنا مال ناجائز کاموں میں ضائع کرے، وہ فاسق ہے۔ اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس سے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہوا جو شب براءت وغیرہ میں آتش بازی یا پتنگ بازی کرتے ہیں اور یہ دونوں کام ہندوستان بلکہ دوسرے مقامات پر بھی عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

222۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درمختار نے نقل فرمایا کہ بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی جیب سے درہم غصب کرے، پھر اسے بتائے بغیر واپس کردے تو بری الذمہ ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بچے سے کچھ دراہم لے اور اپنی ضرورت میں خرچ کرے، پھر ان کی مثل دراہم واپس لوٹائے تو عہدہ برآ نہیں ہوگا جب تک بچہ بالغ ہو کر اسے بری الذمہ قرار نہ دے۔

223- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص مالِ مغصوب یا مالِ ودیعت میں تصرف کر کے نفع حاصل کرے تو اسے صدقہ کر دے جبکہ وہ دراہم اشارہ کے ساتھ یا ودیعت وغصب کے دراہم کے ساتھ خریدنے اور نقد قیمت ادا کرنے کی وجہ سے متعین ہو جائیں اور اگر اس کی طرف اشارہ کیا اور نقد سودا کیا، پھر بھی صدقہ کرے کیونکہ نقدیت کی وجہ سے خبث پیدا ہو گیا اگرچہ وہ اشارہ کے ساتھ متعین نہیں ہوا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اس بات سے اختلاف ہے جس کا ذکر میں نے ردالمحتار کے حاشیے پر کیا ہے۔

224- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

دراہم مغصوب وودیعت کے غیر متعین ہونے کی صورت میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ امامِ کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین صورتوں میں نفع صدقہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ کا قول کیا گیا ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نفع میں چار صورتیں جاری ہوتی ہیں تو اس چیز کے حصول میں بھی یہی چار صورتیں پیدا ہوں گی جو خریدی گئی ہے کیونکہ نفع اپنے اصل کے تابع ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ردالمحتار میں تبیین کے حوالے سے ہے کہ ادائیگی ضمانت سے پہلے حلال نہیں، بعد میں جائز ہے مگر جو کچھ قیمت سے زائد ہے اور وہ نفع ہے، وہ (کسی صورت میں) جائز نہیں،

اسے صدقہ کردے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں حکمِ نفع حکمِ اصل کے خلاف ہے۔[1]

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس صورت کے بارے میں ہو کہ جب ضمانت ادا نہ کی جائے کیونکہ اس صورت میں اصل اور نفع دونوں ناپاک ہیں۔ اسی لئے اس پر خبث کا حکم لگایا گیا ہے۔[2]

225- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

حموی میں صدر الاسلام سے ہے کہ اگر غصب شدہ ہزار روپے سے کھانے کا سامان خریدا تو کھانا جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی ضمانت ادا کرنے سے پہلے (جائز ہے)۔

226- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صدر الاسلام کا قول نقل کرنے کے بعد علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا کھانا حلال نہیں کیونکہ سبب میں ایک قسم کی خبث پایا جاتا ہے، پھر اس پر تفریع کے طور پر فرماتے ہیں کہ بعض ظالم غیر عابد چیزیں خریدتے ہیں، پھر اپنی حاجات پوری کرنے کے بعد قیمت ادا کرتے ہیں۔

۱- پھر فتاوٰی ہندیہ میں تبیین کے حوالے سے دیکھا وہاں صراحت ہے کہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد اصل کا حاصل کرنا جائز ہے لیکن صورتِ نقد میں نفع کا استعمال جائز نہیں۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے مشائخ نے اسے ہر حال میں غیر طیب قرار دیا ہے، چاہے ضمانت سے قبل ہو یا بعد، ہر حال میں نفع کا استعمال اچھا نہیں اور یہی مختار ہے۔ ۱۲ منہ

۲- یعنی امامِ کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت جب اشارہ کیا جائے اور نقد ادائیگی ہو اور مختار قول کے مطابق مطلقاً ناجائز ہے۔ ۱۲ منہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

عدمِ ملک کی وجہ سے خبث پایا گیا۔ پس یہی خبث نقود میں بھی مستعمل ہوگا البتہ ضمانت کی ادائیگی کے بعد چونکہ یہ خبث زائل ہو جاتا ہے لہٰذا یہ کھانا بھی حلال ہے اور مغصوب مال سے خرید کردہ لونڈی سے وطی بھی صحیح جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیے پر تحقیق کی ہے۔

227- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کسی شخص نے کپڑا وغیرہ غصب کیا اور اس سے لونڈی خریدی تو اس کے ساتھ وطی حلال نہیں اور اگر اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے شادی کی تو جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ خلافِ صحیح ہے یعنی امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ لونڈی سے وطی جائز نہیں، یہ ضمانت کی عدم ادائیگی تک ہے، بعد ادائے ضمانت صحیح ہے۔

228- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر ان دونوں میں سے ایک کے ذریعے عورت سے نکاح کیا یا کپڑا وغیرہ خریدا اور ضمانت ادا کر چکا ہے تو نفع حلال ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ھما کا مرجع دراہمِ غصب و ودیعت ہیں یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خریدا۔

229- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر کے حوالے سے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عبارت نقل فرمائی جس کا کچھ ذکر پیچھے ہو چکا ہے کہ اگر مغصوبہ کپڑے سے لونڈی خریدے تو وطی حلال نہیں البتہ اس مغصوبہ کپڑے کے ذریعے کسی عورت سے شادی کی تو وطی جائز ہے۔

اسی کے تحت علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب دراہم غصب جو معین بھی ہوں اور نقد بھی، کے ساتھ کچھ خریدا تو اس کا استعمال حرام نہیں کیونکہ عین کے ساتھ عقد کا تعلق نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات جو علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی، اس ضابطہ کے موافق ہے جو بیع فاسد میں ذکر کیا گیا کہ اگر کلام اس میں ہو جس میں ضمانت ادا کی گئی تو اس وقت وہ ملک ہو گی اگرچہ ملک خبث ہی سہی اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اگر خبث فسادِ ملک کے سبب سے ہو تو غیر معین میں حلال نہیں۔ پس نفع بغیر عقد و نقد کی تفصیل کے حلال ہو گا اور مطلقاً جواز کے قول سے بظاہر جو فائدہ نظر آتا ہے کہ چاہے ضمانت ادا کی جائے یا نہ، وہ ضابطہ کے خلاف ہے۔ ضابطہ میں کہا گیا ہے کہ جب خبث عدمِ ملک کے سبب سے ہو تو متعین و غیر متعین دونوں میں عمل ہو گا۔ پس اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ یہ مقامِ لغزش ہے اور ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر کتاب الغصب اور بیع فاسد کے بیان میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔

230- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کسی شخص نے ورق غصب کیا اور اس پر کچھ لکھا، آیا مالک کی ملک منقطع ہو جائے گی؟ اس میں اختلاف ہے۔ سغدی نے کہا صحیح یہ ہے کہ ملک منقطع نہیں ہو گی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

خلاصہ میں ہے کہ منقطع ہو جائے گی۔

231- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب بحرِ ذاخر میں ہے کہ مغصوبہ بکری کو پکایا یا بھونا تو قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو لیکن ضمانت پر راضی نہ ہو تو غاصب کیلئے قیمت کی ضمانت ادا کرنے یا اس کے ذمہ قرض ہو جانے سے قبل نہ تو کھانا جائز ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو کھلانا۔ یونہی کسی دوسرے کو کھانا جائز نہیں۔ (مکی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

السراج الوہاج کے صفحہ ۵۵ پر "غصب الشاۃ" کے ذکر میں یہ مسئلہ زیادہ بیّن اور واضح ہے۔

232- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے کوئی چیز غصب کی اور اسے تبدیل کر دیا یہاں تک کہ اس کا نام بدل گیا اور وہ زیادہ نفع بخش ہوگئی یا وہ مغصوبہ چیز غاصب کی ملک سے مخلوط ہوگئی اور امتیاز ناممکن ہوگیا تو اس صورت میں غاصب کو ضمانت دینی پڑے گی اور وہ چیز کا مالک ہو جائے گا لیکن ادائیگی ضمانت سے قبل نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں: قیاس یہ ہے کہ ضمانت کی ادائیگی سے قبل بھی انتفاع حلال ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: زیلعی نے کہا: قیاس یہ ہے کہ اس سے انتفاع جائز ہے اور یہ قول امامِ زفر رحمۃ اللہ علیہ و امامِ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یونہی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات واضح طور پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ظاہر روایت کے خلاف ہے لیکن خلاصہ، ہندیہ اور دیگر کتب میں اسے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول قرار دیا گیا ہے۔ صاحبین کا قول استحسان ہے اور اسی پر فتوٰی ہے لیکن فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ امام نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کی امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اگر اسے امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول قرار دیا جائے اور یہ سوال کیا جائے کہ اس صورت میں اور بیعِ فاسد کے ساتھ مبیع میں کیا فرق ہوگا کیونکہ اس سے انتفاع امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حلال نہیں حالانکہ اس میں ملک ثابت ہے اگرچہ ملک خبیث ہی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں اس طرح فرق کیا جائے گا کہ مغصوب میں تبدیلی ہو جائے تو رد نہیں کی جا سکتی جبکہ بیع فاسد کے مبیع کا رد کرنا حقِ شریعت کے تحت واجب ہے کیونکہ یہ بیع فسخ ہے۔ پس غیر کا حق اس چیز کی

ذات سے ہے جبکہ بدلے ہوئے مغصوب میں یہ بات نہیں۔

233- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مغصوبہ زمین کے مسائل کو صاحب درمختار نے تفصیل سے بیان فرمایا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل علامہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض کتب میں ذکر فرمائی اور فرمایا کہ کتاب میں جو کچھ ہے، اس سے یہی مراد ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

کتاب کے مطلقاً ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ البدایہ مراد ہے اور ہوسکتا ہے کہ مبسوط مراد ہو لیکن مختصر القدوری مراد لینا ممکن نہیں جیسے عام طور پر فقہاء مطلقاً ذکرِ کتاب کے وقت مختصر القدوری مراد لیتے ہیں کیونکہ امامِ قدوری رحمۃ اللہ علیہ کو امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے تین واسطوں سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

234- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

ضمانتِ غصب کے ضمن میں صاحب درمختار نے چند مثالیں بیان فرمائی مثلاً زمین غصب کی اور اس پر مکان تعمیر کیا یا درخت لگائے یا مرغی نے کسی کا موتی نگل لیا وغیرہ وغیرہ تو ان صورتوں میں زیادہ قیمت والے کو اختیار ہے، چاہے تو کم قیمت والی چیز لے کر مالک کو قیمت دے دے یا وہ چیز چھوڑ دے اور کم قیمت والے سے اپنی چیز کی قیمت وصول کرے مثلاً زمین غصب کی، اس پر مکان بنایا، اب قیمت زیادہ ہوگئی اب یا تو زمین کی قیمت دے یا مکان بھی چھوڑ دے اور اس کی لاگت وصول کرلے، امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں یونہی ذکر کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی خانیہ میں جو کچھ اس بارے میں مذکور ہے، وہ بھی اس قول کو رد کرتا ہے کہ صاحب اکثر صاحبِ اقل کو قیمت کا مالک بنائے۔[1]

1- فتاوی خانیہ برحاشیہ فتاوی ہندیہ ۳/۲۴۲

235-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کسی غیر کی زمین میں عمارت تعمیر کی یا درخت لگائے تو درخت کاٹنے اور زمین واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم نہیں دیا جائے گا اور وہ غاصب قیمت کی ضمانت دے گا۔ اسی پر بعض متاخرین مثلاً صدر الاسلام وغیرہ کا فتویٰ ہے اور یہ احسن ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

قہستانی اور عقود میں ان سے اسمِ تفضیل کے ہمزہ کے بغیر (صرف) ''حسن'' مروی ہے۔

236-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِ مختار میں ہے کہ کسی انسان کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں لیکن جہاد میں (جائز ہے)۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الافی الغزو کے دو احتمال بیان کر کے فرمایا کہ تفکرات اور پریشانیوں کی کثرت کی وجہ سے میری سوچ میں ضعف ہے لہٰذا کسی دوسری جانب رجوع کیا جائے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا احتمال یہ ذکر فرمایا کہ غازی اہلِ حرب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہوسکتا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ جب جہاد فرض ہو جائے اور بعض لوگ پہلوتہی کریں تو سربراہ کو اختیار ہے کہ وہ کسی کو بھیجے جو لوگوں کے گھروں میں داخل ہو کر انہیں نکال لائے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری توجیہ یہ بیان فرمائی کہ جب کسی شخص کا گھر دشمنوں سے بلندی پر واقع ہو تو مجاہدین کیلئے وہاں داخل ہونا جائز ہے تا کہ وہ وہاں سے دشمن کے ساتھ جنگ کریں۔

میں کہتا ہوں کہ ایک چوتھی توجیہ میرے لئے ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ بعض کفار کسی ذمی یا مسلمان کے گھر میں پناہ لیں اور مجاہدینِ اسلام اسے قتل کرنا چاہتے ہوں تو جبکہ صاحب خانہ اُن کو اندر آنے کی اجازت نہ دیتا ہو تو مسلمانوں کیلئے اندر داخل ہونا جائز ہے اگر چہ گھر میں مستورات ہوں کیونکہ خود گھر والا مسلمانوں کو روک کر مستورات کے بے پردہ کرنے کا باعث بنا۔

پانچویں توجیہ یہ ہے کہ مجاہدین کسی حاجت یا مصلحت کے تحت اندر جانا چاہتے ہوں۔
یہ تمام توجیہات ممکن ہیں کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ ضرورت کے مقامات مستثنیٰ ہیں جیسے تجنیس کے حوالے سے غمز میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

237- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درِّ مختار میں ہے کہ اگر غاصب مغصوبہ مال کو اجرت پر دے اور اجرت مالک کی طرف لوٹا دے تو یہ مالک کیلئے پاکیزہ ہے کیونکہ اجرت کا لینا جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ عجیب بات ہے کیونکہ اجازت کا تعلق معدوم چیز کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور اجازت کی صحت کیلئے معقود علیہ کا قائم ہونا شرط ہے اور وہ اس صورت میں نفع ہے جو معدوم ہے البتہ یہ تعلیل اس صورت میں جاری ہو سکتی ہے جب مستاجر کے مالِ اجرت سے نفع حاصل کرنے سے پہلے اجرت حاصل کر لی جائے اور مالک کی طرف لوٹا دی جائے۔

238- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب درِّ مختار نے فروع کے عنوان سے چند مسائل بیان فرمائے جن میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سوائے جہاد کے (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے) کسی انسان کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ مسائل الاشباہ سے منقول ہیں اور حموی (شارحِ اشباہ) نے الا فی الغزو پر کوئی

بحث نہیں کی۔

239- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح النقایہ اور تشنیع المصنف کے حوالے سے ایک عبارت نقل فرمائی جو یہ ہے:

و قد ایدہ ما صح عندنا انه افضل العلماء فی زمانه و اکمل العرفاء فی اوانه زین الملة و الدین و قد رای بعضهم فی المنام انه شافعی المذهب الخ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اصل عبارت جو صفحہ ۴۴۳ پر منقول ہے وہ یہ ہے۔[1]

240- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اہلِ ہوا اور بدعتی کی تکفیر میں اختلاف ہے۔ اگر بدعتی کا مذہب کفر کی طرف پہنچاتا ہو اور اس کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے البتہ جس کی بدعت اس طرح نہ ہو، اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابنِ ھمام رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ اہلِ مذاہب کی کلام میں ایسے بہت سے لوگوں کی تکفیر ثابت ہے لیکن یہ ان فقہاء کی کلام نہیں جو منصبِ اجتہاد پر فائز ہیں اور غیر مجتہد کا اعتبار نہیں۔ فقہاء و مجتہدین سے عدمِ تکفیر منقول ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

غیرِ فقہاء کی کلام جب فقہاء کے اقوال کے خلاف ہو، اس وقت غیر معتبر ہوگی (مطلقاً نہیں)۔

۱- امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی منقولہ عبارت میں انه میں ضمیر کے اضافے ابوبکر البانباری کے عدمِ ذکر اور و قد رای میں واؤ کے اضافے سے عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا اور امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مراد لئے گئے اور خواب دیکھنے والے خود ابوبکر ہیں جبکہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے خواب کسی دوسرے کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔

نوٹ: آگے خواب کا ذکر ہے جو امامِ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ۱۲ ہزاروی

241–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مذبوحہ جانور کے پیٹ سے بچہ نکلا تو صاحبین کے نزدیک اگر اس کے اعضاء مکمل ہو گئے ہوں تو کھایا جائے گا۔ان تمہ خلقه کی قید سے یہ پتہ چلا کہ نا تمام کو نہیں کھایا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے وہ بمنزلہ جزوِ جانور کے ہے لہٰذا حلال ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ احتمال صحیح نہیں کیونکہ نص سے ثابت ہے کہ مضغہ ناپاک ہے اسی طرح وہ بچہ بھی جس نے پیدا ہونے کے بعد کوئی آواز نہیں نکالی اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ ہر نجس حرام ہے۔

242–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

شرمگاہ، کپورے اور مثانہ مکروہ ہیں اور یہ کراہتِ تحریمی ہے یا تنزیہی، اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مادہ جانور کی شرمگاہ اور پِتہ (دونوں) بھی مکروہ ہیں جیسا کہ اسی کتاب کے آخر میں مختلف مسائل کے ذکر میں آئے گا۔

243–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح وہ خون بھی مکروہ ہے جو گوشت سے نکلتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ردالمحتار میں و الدم المسفوح کے الفاظ ہیں نیز وہ خون جو ذبح کے بعد رگوں میں رہ جاتا ہے، مکروہ نہیں اور اسے خود علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائلِ شتّٰی کے باب میں بیان کیا ہے۔

244–طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کیا یہ کراہتِ تحریمی ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی شرمگاہ اور اس کے بعد مذکورہ اشیاء کی کراہت کے بارے میں دوقول ملتے ہیں۔

245- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مچھلی کی ایک قسم الجریث کا ذکر کرتے ہوئے علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالسعود کے حوالے سے بتایا کہ عینی سے الجریث جیم کے کسرہ کے ساتھ مروی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صحیح لفظ الوانی ہے کیونکہ ابوالسعود کی عبارت میں عینی سے جو منقول ہے وہ الجریث سمکۃ ہے اور الوانی سے الجریث بکسر الجیم منقول ہے۔

246- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر ماکول اللحم جانور نے شراب پی اور پھر اسی وقت اسے ذبح کر دیا گیا تو اس کا گوشت حلال ہے البتہ مکروہ ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ جب مطلقاً کراہت کا لفظ بولا جائے بالخصوص کتاب الحظر میں تو اس سے مراد مکروہ تحریمہ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

حلت کے ساتھ مقید کراہتِ مطلقہ نہیں ہوتی اور اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ پر ہم نے کی ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ کی جائے۔

247- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

عورت اپنے خاوند کی محبت کے حصول کیلئے تعویذ کرے اور اس سے قبل وہ اس سے بغض رکھتا ہے تو یہ عمل حرام ہے، حلال نہیں۔ جامع اصغر میں اسی طرح ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جامع صغیر میں امامِ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں: التولہ تاء کے کسرہ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ، ایک قسم کا جادو ہے جو محبت کے حصول کیلئے کیا جاتا ہے اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن وہ تعویذ جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ یا کسی قرآنی آیت سے کیا جائے، ظاہر ہو یا پوشیدہ، جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسمائے باری تعالیٰ میں تاثیر پائی جاتی ہے، نیز محبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب چیز ہے، البتہ اگر عورت کا ارادہ یہ ہو کہ حاکمیت کیلئے خاوند کو مطیع بنایا جائے تو اس مقصد کیلئے یہ تعویذ یا دوسری کوئی بھی کوشش حرام ہے اور اِس کی حرمت میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس میں شرعی موضوع کو بدلنا ہے جو مرد کے حق میں ہے اور وہ قرآنِ پاک کا یہ ارشاد ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض۔ (نساء:۳۴)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے"۔

اور اس صورت میں حرمت ایک دوسری وجہ سے ہے۔

248۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ مستحب ہے اور صرف صبح اور عصر کو نماز کے بعد، کے ساتھ تخصیص کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔

ابوالحسن البکری کہتے ہیں کہ شاید یہ اس زمانے میں لوگوں کی عادت ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی فجر اور عصر کے ساتھ تخصیص اس زمانے (امامِ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے) میں لوگوں کی عادت ہو۔

249۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں لوگوں کی عادت تھی کہ وہ صبح اور عصر کے بعد مصافحہ

کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ابوالحسن البکری کی کلام کا تتمہ یہ ہے کہ (یہ امامِ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی عادت ہوگی) ورنہ تمام نمازیں اسی طرح ہیں یعنی ہر نماز کے بعد مصافحہ مستحب ہے۔

250- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

جو چیز بازار میں فروخت کی جارہی ہے، اگر گمان غالب ہو کہ یہ ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو وہ چیز نہیں خریدنی چاہئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں فتاوی ہندیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ ہر وہ چیز جو قائم ہے اور خریدنے والے کو ظنِ غالب ہے کہ یہ غیر سے ظلماً حاصل کی گئی ہے اور پھر بازار میں بیچی گئی ہے تو اس کا خریدنا مناسب نہیں اگرچہ بار بار فروخت ہوتی چلی آئی ہو۔

یہ بات مقصود کو نہایت واضح طور پر ظاہر کرتی ہے یعنی وہ مغصوبہ چیز خریدنی جائز نہیں جس کے بارے میں گمانِ غالب ہو کہ یہی مغصوبہ ہے۔

251- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

مغصوبہ چیز نہیں خریدنی چاہئے اگرچہ کئی ہاتھوں سے ہو کر آئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پھر مذہبِ مختار کے مطابق اس حکم میں سامان اور نقود برابر ہیں کیونکہ خبث عدمِ ملک کی وجہ سے ہے لہٰذا متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرے گا لیکن امامِ کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق نقودِ مغصوبہ کا بدل خریدنا جائز ہے جبکہ ان نقود پر عقد نہ ہو لیکن بعینہٖ مالِ مغصوب کا خریدنا جائز نہیں اور قرض میں لینا، امانت رکھنا یا کسی بھی انداز میں لینا جائز نہیں جب تک غاصب عہدہ برآ نہ ہو جائے یا ضمانت نہ ادا کردے۔ اس پر اجماع ہے کیونکہ نفسِ

مغصوب سے خبث کے ازالہ کی یہی صورت ہے۔

252- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر یہ معلوم ہو کہ مغصوبہ چیز بعینہٖ قائم ہے لیکن دوسری چیز سے اس طرح مخلوط ہو چکی ہے کہ امتیاز ناممکن ہے تو امامِ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ غاصب کی مِلک ہو جائے گی لیکن جب تک مخالف عوض لے کر راضی نہ ہو جائے، یہ مغصوبہ چیز خریدنی مناسب نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

میں کہتا ہوں: اگر غاصب نے مغصوبہ چیز کو کسی دوسری شے سے بدل دیا تو اس کا بدل خریدنا بھی جائز نہیں جبکہ مغصوب متعین ہو کیونکہ وہ ملکِ خبیث کے ساتھ اس کا مالک ہوا لہٰذا مُفتیٰ بہ مذہب کے مطابق براءت سے پہلے انتفاع جائز نہیں اور جب خبث فسادِ ملک کی وجہ سے ہو تو متعین میں عمل ہوگا البتہ ایک ضعیف روایت اس کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ محض تغیر اور مخلوط ہو جانے سے انتفاع حلال ہو جاتا ہے۔ اگر غیر متعین ہو تو بدل کا خریدنا جائز ہے کیونکہ خبث فسادِ ملک کی وجہ سے ہے اور غیر متعین میں عمل صرف ان لوگوں کے قول پر ہوگا جو رد کرنے یا ضمانت دینے سے قبل خلط اور تغیر کو ملک کیلئے مفید نہیں سمجھتے۔

امام مفتی الثقلین نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے محققین نے اس بات پر اجماع کیا ہے۔ پس اس وقت عدمِ تعین کی وجہ سے خبثِ ملک پایا گیا لہٰذا اس میں عمل ہوگا اور ابدال اسی وقت جائز ہوگا جب اس مغصوب سے عہدہ برآ ہو جائے یا ضمان دے دے۔

253- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور نچوڑنے والے پر لعنت کی۔

صاحب درِ مختار نے فرمایا کہ شراب کیلئے انگور کا نچوڑنا جائز نہیں کیونکہ اصل کے ساتھ معصیت قائم ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے قبل صاحبِ درمختار نے فرمایا:

لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ۔

لہٰذا دونوں اقوال میں منافات ہے اور معصیت کی دلیل "المنح" میں رسول اللہ ﷺ کی اس حدیثِ پاک کو قرار دیا گیا ہے:

ان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لعن العاصر۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مطلقاً نچوڑنے والا ملعون نہیں بلکہ وہ جو گناہ کا ارادہ کرے اور شارح رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں بھی یہی مراد ہے لہٰذا یہ تعلیل (جو حدیثِ پاک سے بیان کی گئی ہے) صحیح ہے کیونکہ وہ اس کے ذریعے قصدِ گناہ کرتا ہے، چنانچہ ان دو اقوال میں سے منافات بھی زائل ہوگئی۔

254- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ گانے بجانے والے کو کچھ دینا حرام ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ وہ بلا شرط لیتے ہیں، جائز ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات معلوم ہے کہ معروف مشروط کی طرح ہوتا ہے[1] اور شاید یہ مسئلہ محشی (امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ) نے باب الاجارہ میں تحریر فرمایا ہے۔

255- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ درِّمختار نے وہبانیہ سے چند اشعار نقل کیے جن میں سے ایک کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پرندہ چھوڑے اور یہ کہے کہ جو اسے پکڑے وہی اس کا مالک ہے تو یہ جائز ہے اور اگر بغیر کسی کی تملیک کے ارادے کے آزاد کیا تو بعض ائمہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

امامِ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شارح نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اکثر ائمہ نے اسے جائز قرار دیا حالانکہ یہ منقول نہیں بلکہ ظاہر مذہب کے مطابق حرام ہے۔

۱- لہٰذا جہاں گویّوں کو کچھ دینا معروف ہے وہاں اسے مشروط ہی تصور کیا جائے گا۔۱۲ہزاروی

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

لیکن احادیثِ مبارکہ سے (بلا تملیک چھوڑنے کا) جواز اور استحباب ثابت ہوتا ہے اور شارح علیہ الرحمۃ نے جو اس سے پہلے حج کے باب میں بیان کیا ہے، وہ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

درِ مختار میں ہے:

شرٰی عصافیر من الصیاد و اعتقها جاز ان قال من اخذ ها فهی له الخ۔[1]

256۔ طحطاوی علیہ الرحمۃ

المجتبٰی کے حوالے سے درِ مختار میں ایک مسئلہ بیان کیا گیا کہ صاحب مال قرض دار کا مال بلا اجازت رہن رکھ سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب نا امید ہو جائے تو اپنا قرض پورا کرتے ہوئے اسے لے سکتا ہے۔ لفظِ "قیل" کے ساتھ دوسرا قول بیان کر کے آخر میں کہا گیا: و اقرہ المصنف۔

امامِ طحطاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مصنف کی نقل میں لفظِ "قیل" نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

لیکن فتاوٰی شامی میں درمختار کا یہی قول (قیل کے ساتھ) نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے کہ اسی طرح "المغ" میں تعبیر کیا گیا ہے۔[2]

257۔ طحطاوی علیہ الرحمۃ

تنویر الابصار میں ہے کہ اگر راہن مرہون کو فروخت کرے تو (اس کی صحت) مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

امامِ طحطاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور امامِ ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک بیع نافذ ہو جائے گی۔

۱۔ دُرِ مختار شرح تنویر الابصار صفحہ ۱۶۹

۲۔ ردالمحتار المعروف بہ فتاوٰی شامی ۵/۳۲۲

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فتاوی خانیہ میں عمادیہ سے نقل کیا گیا کہ صغریٰ میں مرہون کی بیع کے نفاذ کا فتویٰ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہیں، اسی طرح طحطاوی کے باب الاجارہ میں بھی گزر چکا ہے۔

258- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

کیا مرتہن مرہون کے زوائد سے راہن کی اجازت سے نفع حاصل کر سکتا ہے؟ بعض کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ سود ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتاوی خیریہ میں رہن کے باب صفحہ ۱۷۳ میں یہی فتویٰ دیا ہے۔

259- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

بعض فقہاء نے مرہون کے زوائد سے مرتہن کے انتفاع کو مباح قرار دیا ہے۔ کئی کتب فقہ اور شروح میں اسی طرح ہے اور حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔[1]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اباحت کے قول کو اس بات سے مقید کرنا ضروری ہے کہ جب عقد میں شرط نہ رکھی گئی اور عرف میں بھی ایسا نہ ہو، کیونکہ وہ مشروط کی مثل ہے۔ ردالمحتار کی کتاب البیوع کے باب القرض اور باب الرہن کے شروع میں نیز اسی حاشیۃ الطحطاوی کے صفحہ ۲۳۶ پر بھی اسی طرح ہے۔

۱- الاشباہ مع الحموی صفحہ ۳۱۰

260۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

دیت کے بیان میں صاحب تنویر الابصار نے آنکھوں کا ذکر کیا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اصل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

فی العینین الدیۃ۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

تبیین الحقائق میں یہ حدیث مذکور ہے۔

261۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا حصہ کسی دوسرے کیلئے وصیت کردے تو صحیح نہیں جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کیلئے زید کی ملکیت کی وصیت کردے پھر وہ مرجائے اور زید اسے اجازت دے دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس صورت میں بیٹے کو موصی لہٗ کیلئے مال دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح ہے جیسے کوئی شخص غیر کا مال ہبہ کردے تو محض مالک کی اجازت سے صحیح نہیں ہوگا جب تک مالک مال موہوب لہٗ کے سپرد کردینے پر راضی نہ ہوجائے۔ فتاوی عالمگیری کی کتاب الوصایا کے پہلے باب کے آخر میں یونہی بیان کیا گیا ہے:

كانه وهب مال غيره لا يصح الا بالتسليم والقبض كذافي المبسوط۔[1]

262۔ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

اس بارے میں اختلاف ہے کہ دو وصیوں میں سے ایک کا فعل دوسرے کی رائے کے بغیر باطل ہوگا یا دونوں اپنے اپنے فعل میں منفرد ہوں گے۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف اس وقت ہے جب وصی کی تقرری میت، واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہو اور

۱۔ فتاوی عالمگیری المعروف بہ فتاوی ہندیہ ۹۴/۶

اگر دو شہروں کے دو قاضیوں کی جانب سے دو وصی مقرر ہوں تو دونوں کا تصرف انفرادی ہوگا کیونکہ دونوں اپنے اپنے تصرف میں منفرد ہیں لہٰذا ان کے نائبین کا بھی یہی حکم ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بَلْدَتَیْن کی قید تو اتفاقی ہے اس لئے کہ عام طور پر ایک شہر میں ایک ہی قاضی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر بادشاہ نے ایک شہر میں دو قاضی مقرر کئے اور انہیں وصی مقرر کرنے کا اختیار دیا تو اس کا حکم بھی یہی ہوگا، اور قید احترازی بھی ہوسکتی ہے لیکن تعلیل پہلے احتمال کی مؤید ہے۔ تعلیل یہ ہے کہ ہر قاضی کا تصرف اپنی جگہ جائز ہے۔ اسی طرح ان کے نائبین کا صرف بھی جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اگر سلطان کسی ایک کنارۂ شہر کیلئے کسی کو قاضی مقرر کرے اور دوسرے حصے کے لئے دوسرے کو پھر ہر ایک قاضی نے وصی مقرر کیا تو ہر وصی اپنے قاضی کی جانب سے منفرد ہوگا کیونکہ دونوں قاضی تصرف میں منفرد ہیں لہٰذا ان کے نائبین کا بھی یہی حکم ہوگا اور اگر ایک شہر میں دو قاضی مقرر کئے تو ہر ایک کے لئے فیصلے میں انفراد نہیں ہوگا جیسے کہ وکالۃ الاشباہ میں ہے کہ یہی حکم اوصیاء کا بھی ہے البتہ وصی کو قاضی کا نائب قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ وصی میت کا نائب ہے اگر چہ قاضی نے مقرر کیا جس طرح محافظِ اوقات فقراء کا وکیل ہے اگر چہ واقف نے مُقرر کیا۔

263- طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

وصی یتیم کے مال میں سے کسی کو قرض نہ دے اور اگر دے دیا تو خیانت نہیں ہوگی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اگر قرض دے دیا تو ضامن ہوگا جیسے فتاوٰی شامی میں فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے ہے:

ولا یتصدق بشیء خانیة وفیها و لا یملك اقراض مال الیتیم فان اقرض ضمن۔[1]

۱- فتاوٰی شامی ۵/۴۵۵

264-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

الاشباہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول ہے کہ وصی کسی دوسرے کو وصی بنا سکتا ہے، چاہے میت کا مقرر کردہ وصی ہو یا قاضی کا البتہ ثانی یعنی قاضی کے مقرر کردہ وصی میں اختلاف ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اقوال مختلفہ میں اس طرح موافقت پیدا کی گئی ہے کہ قاضی نے وصی کو عمومی اختیار دیا ہے تو اس کا مقرر کردہ وصی وصی کہلائے گا ورنہ نہیں اور عنقریب اس کی شرح آئے گی اور وہ یہ ہے:

فله ان یوصی فی العامة دون الخاصة۔

اور

وقد نقل البیری عن القنیة ما منه یستفاد التسویة بین وصی القاضی ووصی المیت فی نصب الوصی عنها من غیر تقیید بعموم فی جانب وصی القاضی۔[1]

265-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

درمختار میں ہے کہ قاضی اپنے مقرر کردہ قاضی کو معزول کر سکتا ہے اگر چہ وہ عادل ہو۔ امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تتمہ میں ہے کہ اسے یہ اختیار نہیں کیونکہ یہ غیر مقید میں مشغولیت ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مناسب ہے کہ متولّی اوقاف پر قیاس کرتے ہوئے فتوٰی دیا جائے اور وہ یہ کہ اپنے مقرر کردہ متولّی اوقاف کو بلاوجہ معزول کرنے کا حق نہیں جس طرح واقف کے مقرر کردہ متولی کو معزول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس دور کے قاضی قابل اعتماد نہیں ہیں۔

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۴/ ۳۴۷

266-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

قرض کی ادائیگی سے قبل ترکہ قرض کے بدلے میں مرہون کے حکم میں ہے لہٰذا اس میں ورثا کا تصرف نہیں نافذ ہوسکتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یعنی قرض خواہوں کی مرضی کے بغیر تصرف نہیں ہوسکتا اور اگر وہ رضا مند ہوں تو جائز ہے۔اسی طرح خانیہ اور حموی میں ہے۔

267-طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

تنویر الابصار میں ہے کہ اگر اصحابِ فروض سے ترکہ بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو بقیہ ترکہ اصحابِ فروض کی طرف ان کے اپنے اپنے حصے کے مطابق لوٹایا جائے البتہ بیوی یا خاوند کی طرف نہ لوٹایا جائے۔

درمختار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا کہ زوجین کی طرف بھی لوٹایا جائے۔ اسے مصنف وغیرہ نے بیان کیا اور میں (صاحبِ درمختار) کہتا ہوں کہ الاختیار میں اس بات پر جزم ہے کہ یہ راوی کے وہم سے ہے۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولیٰ عجم زادہ نے حاشیہ شرح سید علی السراجیہ میں اسے ضعیف قرار دیا کیونکہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی زوجین کی طرف لوٹانے کا قول نہیں کیا۔

اس کے بعد علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بات نہیں کیونکہ جب مثبت اور نافی کی خبروں میں تعارض پیدا ہو جائے تو مثبت کی خبر اولیٰ ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا لیس بشیء کہنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ روایۃً ثبوت کی شان درایۃً ثبوت سے زیادہ ہے (اور یہاں روایۃً ثبوت نہیں ہے) اس لئے اگر ایسی کوئی

روایت ثابت بھی ہو کہ ایک عورت مرگئی اور اس کا وارث اس کا خاوند ہی ہے، خاوند کو تمام مال وراثت دے دیا گیا تو اس واقعہ سے زوجین پر رد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ واقعاتِ خارجیہ میں ہر قسم کا احتمال ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ خاوند اس عورت کا چچازاد ہو اور بقیہ مال اسے بصورتِ عصبیت ملا ہو۔ اسی بات پر "الاختیار" میں جزم کیا گیا ہے۔

التعليقات

على

حاشية الطحطاوي على الدر المختار

علق عليه

الامام المجدد احمد رضا الحنفي الهندي

المتوفي ١٣٤٠ھ/١٩٢١ء

رتبه وحققه وخرج نصوصه

الاستاذ محمد صديق الهزاروي

الجامعة النظامية الرضوية بلاهور

صحح البروف

محمد رضاء الحسن القادري

كرمانواله دار الكتب لاهور

اسم الكتاب ———— التعليقات (1)
الماتن ———— العلامة السيّد احمد الطحطاوی المصری
المحشّی ———— الامام احمد رضا خان الحنفی الهندی
المحقّق ———— الاستاذ محمّد صديق الهزاروی
المصحّح ———— محمد رضاء الحسن القادری
السعی المحمود ———— مجلس العلماء النظاميّة لاهور
الناشران ———— سميع الله بركت، سيف الله بركت
الكتابت ———— الايمان مركز التنضيين، لاهور
الطبع الاول ———— ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، مركزی مجلس الرضا، لاهور
الطبع الثانی ———— ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء، كرمانواله دارالكتب، لاهور
عدد الصفحات ———— ۹۷
القيمة ————

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجزء الاوّل

1– قوله

و لو کان من الوسم کما قال الکوفی۔[1]

اقول

وتعد ھا الکوفیة من باب القلب کآدر فی ادور، اینق فی انیق۔

2– قوله

و اما کونه خاصا فلان الاولیٰ۔[2]

اقول

ولا یضر کونه خاصاعند قیام القرینة۔

3– قوله

وغیرہ خاص المعنٰی بالمؤمن۔[3]

اقول

یعنی اذا اطلق علی اللّٰه تبارک وتعا لی۔

4– قوله

رحیم الدنیا ورحمٰن الآخرة۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۴

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۴

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۴

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۵

اقول

اقول والحق ان تغیراللفظ فی الحدیث من قبیل التفنن والا فقد ورد فی الحدیث رحمٰن الدنیا والاٰخرۃ و رحیمھما وھٰذا یرد المذھبین فاذا الصواب مایستنظرہ۔

5– قولہ

فتسن التسمیۃ و اما المباح۔[1]

اقول

قلت وھو الثابت بالحدیث الذی ذکر فیہ سیدنا عثمان[2] رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ وجہ عدم کتابۃ بسم اللّٰہ فی اول البراءۃ کما لا یخفیٰ۔

6– قولہ

ھل توکل الاصح لا لکفرہ۔[3]

اقول

اقول ھٰذا خلاف المعتمد و لا یعول علیہ کما افادہ الشامی عن السائحانی و بیناہ فی الذبائح من فتاوٰنا۔

7– قولہ

ایھم المنادی تعظیما لہ۔[4]

۱– حاشیۃ الطحطاوی ۱/۵

۲– عثمٰن (مخطوطۃ)

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۶

۴– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۷

اقول

و منھم من کرھه و الصواب الجواب للورود فی کثیر من الاحادیث منھا قوله صلّی اللّٰه تعالٰی علیه وسلّم یا من ستر القبیح و اظھر الجمیل و قوله صلّی اللّٰه تعالٰی علیه وسلّم یا من و عد فوفا و اوعد فعفا ای غیر ذٰلك۔

8– قوله

کما قاله فی القنیة و ان استبعده الزیلعی۔[۱]

اقول

کما ان الاکتفاء عن حروف المد بالحرکات لغة قوم اٰخرین کما حکاہ ایضا فی القنیة فا لاولون یقولون فی اعوذ اعوذ و الاٰخرون اغذ۔

9– قوله

روی الخطیب فی تاریخه عن ابی یوسف قال قال ابو حنیفة۔[۲]

اقول

سا محنا اللّٰه تعالٰی و ایاہ جمع فی کتابه مثالب الامام و مناقبه و اکثر من ایراد کلام الطاعنین و المادحین و قد جوزی علٰی ما اورد من جھالات الذامین بالسھم المصیب فی کبد الخطیب[۳] و ھٰذہ الحکایة من ذٰلك الباب غیر ان واضعھا ساق فیھا الکلام بحیث لا یکون حکایة فی[۴] الذم فاغتر به الامام

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۱۴

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۶

۵– السھم المصیب فی کبد الخطیب (او فی رد الخطیب) صنفه عیسٰی بن ابی بکر الملك المعظم الا یوبی الحنفی (م ۶۲۴ھ) (کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۲/۱۰۱۰)–۳الھزاروی

۶– حکانی (مخطوطة)

الجلال السیوطی فاوردھا فی المناقب و تبعه ھٰذا السید غفر اللّٰه الجمیع و کل من یرجع الٰی عقله یشھد بسخا فتھا خلقة مما[1] فیھا من الرکاکة و سخف القول مما لا یرجٰی الامن السوقیة العوام الانعام[2] دون العلماء الائمة الاعلام و کان الزمان من خیر القرون و لم یکن الناس بلغوا من الجھالة[3] و الضلالة الٰی ان یترکوا الحدیث[4] و القرأن و یمنعوا الطالب عن طلبھما و من اکبر شاھد علٰی بطلانه ان الفقه لم یکن یعرف عندھم مع[5] حفظ الفروع من کلام احد بل ھو الاجتھاد و لا امکان له الا بعد الاحاطة باحکام القرأن والحدیث و لا ادراك لھا الا باللغة[6] العربیة فقبح اللّٰه من و ضعھا و انما غرضه من ھٰذہ الدسیسة الخبیثة ان یوھم ان الامام لم یتعلم القرأن و لا الحدیث الا العربیة و انما افترٰی[7] علی الشریعة برایه[8] فاحل ماشاء و حرم ماشاء و ھٰذا لا یقول به من له حیاء او دین و لا حول و لا قوة الا باللّٰه العلی العظیم۔

10– قوله

ان العلم ببرکته حصل تصحیحه۔[9]

۱- عما (مخطوطة)

۲- الطعام (مخطوطة)

۳- الحیل له (مخطوطة)

۴- الحدیث ولی (مخطوطة)

۵- مور (مخطوطة)

۶- بالخواء (مخطوطة)

۷- افتح (مخطوطة)

۸- مرآتیه (مخطوطة)

۹- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختارا/۳۰

اقول

و قرر الغزالی فی الاحیاء من حال العلم الحقیقی بانه لا تحصل الا اذا خلصت[1] النیة للّٰه تعالیٰ و ما یریٰ لمن لم یخلصها فلیس بالعلم الحقیقی الذی هو علم الأخرة المرغب الی اللّٰه المزهد فیما سواه۔ هٰذا حاصل ما قاله و التفصیل فیه۔

11– قوله

فهو کذب لا اصل له و التنجیم۔[2]

اقول

ای نسبته الیٰ امیر المؤمنین رضی اللّٰه عنه نعم هو حق ثابت من سیدنا الامام جعفر الصادق رحمه اللّٰه کما ذکره العلامة الزرقانی فی شرح المواهب اللدنیة اقول و من عرف علم الجفر علم ان لیس فیه خطر و لا خطر الامن اعتقد الخیر و الشر من غیر الخالق العلی الاکبر او ادعٰی علم الغیب بنفسه و بهٰذا لا یثبت فی نفس العلم ضرر و اللّٰه اعلم بحقائق الخیر۔

12– قوله

ای الشیخ زین فی الاشباه و النظائر۔[3]

اقول

و نصه هٰکذا صفحة ۳۹۷ الرجل لا یصیر محدثا کاملا الا ان یکتسب اربعا مع اربع کا ربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علیٰ اربع عن اربع لاربع

۱– خلفت (مخطوطة)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳۱/۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳۲/۱

وهٰذه الرباعيات لا تتم الا باربع فی اربع فاذا تمت له کلها هانت علیه اربع باربع فاذا صبر اکرم اللّٰه تعالٰی فی الدنیا باربع و اثابه فی الاٰخرة باربع الخ۔

13– قوله

فیه ان علیا مات قبل الثمانین۔[1]

اقول

الظاہر ان الباء فی بجدی زیادة من بعض النساخ او الرواة و انما الروایة ذهب ثابت جدی۔

14– قوله

صاحب الاشاعة الخ۔[2]

اقول

السید محمد بن السید عبد الرسول البرزنجی المدنی الشافعی المتوفی ۱۱۰۳ھ رحمه اللّٰه تعالٰی۔

15– قوله

فی تصنیف له شاع الخ۔[3]

اقول

ای بالفارسیة کما فی الاشاعة المراد به الشیخ المجدد و ذکره فی مکتوب ۲۸۲ من الجلد الاول و اوله بموافقة احکام المسیح لا جتهاد ابی حنیفة فی المکتوب ۵۵ من الجلد الثانی۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۷ الثلاثین (مخطوطة)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۹

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۹

16– قوله

من کتاب انیس الجلساء الخ۔[۱]

اقول

لم یذکرہ فی کشف الظنون و لا یعرف ھو و لا مؤلفه۔

17– قوله

و کفر فیما اظھر۔[۲]

اقول

بالذی فی الاشاعة صفحة ۱۲٦ فیما ظھراہ و لو کان کما و قع ھٰھنا لکان الاظھر کفر بما اظھر۔

18– قوله

ینسخ شرعه الخ۔[۳]

اقول

ھٰذا من شنیع الزلات و العیاذ باللّٰه تعالٰی و انما معناہ انه لا نبی بعدہ صلّی اللّٰه تعالٰی علیه وسلّم احد من العٰلمین ای لا تحدث النبوۃ لا حد سواء جاء بشرع موافق او مخالف او لا و لا فھٰذا ھو ایمان المسلمین۔

19– قوله

فیصدقنی دلیل علیٰ ان عیسٰی علیه السلام الخ۔[۴]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۱

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۱

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۱

اقول

لا یدل الاعلیٰ انه علیه الصلوٰة والسلام عالم بان ابا ھریرة عدل ضابط مرضي فی القول۔

20– قوله

ثم ردا یضا قول القائل الخ۔[1]

اقول

ای صاحب الاشاعة فان من ھھنا الیٰ ھھنا الیٰ اخر القولة کلامه ببعض اختصار۔

21– قوله

ای تنقیص الانبیاء علیھم الصلوٰة والسلام فانا للّٰه وانا الیه راجعون الخ۔[2]

اقول

بعده فی الاشاعة ومن العجائب انه وقع للقھستانی مع فضله وجلالته شیء من ذٰلك فی شرح خطبته اقتقاء به[3] ان عیسٰی علیه الصلوٰة والسلام اذا نزل عمل بمذھب ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ذکره فی الفصول الستة ولیت شعری ماالفضول الستةوما علیٰ ھذا القول اھ۔

ثم بعده فانا للّٰه وانا الیه راجعون الخ۔

اقول الفصول الستة کتاب مشھور للامام الجلیل العارف باللّٰه تعالیٰ سید الخواجه محمد پارسا قدس سره المتوفی ۸۲۲ھ ولو ان السید راجع کشف

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۱

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۲

۳– افتقابة (مخطوطة)

الظنون لوجدھاو لو عرفھاعرف مصنفھا العامل المکاشف یسال عن الدلیل فان الکشف عیان والعیان غنی عن البیان ولیس المعنی علی التقلید حاش للّٰہ بل ان عملہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بموافق مذھب الامام کما نقل السید أنفاعن الفتوحات ان لو رفعت تلک النازلۃ الٰی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم لحکم بحکم المھدی ومن الدلیل علیہ مانقل فی ردالمحتار عن العارف الشعرانی قدس سرہ۔

22– قولہ

وکذا یقال فی الشبر یحرز۔[1]

اقول

الشیخ نفسہ نقل فی حاشیۃ مراقی الفلاح عن بعضھم یکون طول شبر مستعملہ لان الزائد یرکب علیہ الشیطان۔

23– قولہ

قالوا فی المفھوم۔[2]

اقول

ای بیان مفھوم قولھم ان الحدیث محمول علی الاعتقاد۔

24– قولہ

لحاجۃ فلا باس بہ۔[3]

اقول

فا فادوا ان لو زاد بلا غرض فان فیہ باس۔

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۰

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۲

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۷۲

25– قوله

ولو کان کما ذکرلا تکرہ الزیادۃ مطلقا۔[1]

اقول

انه لا باس الا فی الاعتقاد۔

26– قوله

فی حقیقته و مجازه۔[2]

اقول

اقول بل یحمل علی المعنی الاخیر وھو الذی حصل له الوضوء وھذا شامل للحی الذی توضا نفسه۔

27– قوله

انه الاولی (قوله لما قالوا)۔[3]

اقول

انما رجع الکمال والسرخسی قولھما کمافی ردالمحتار وانماتبع المحشی تحریفا وقع فی البحر۔

28– قوله

وفی الدرایة قول محمد الخ۔[4]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۲

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۷

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۷

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۷

اقول

کذافی الفتح لکن فی منحۃ الخالق ان فی الدرایۃ ذکر اولا قول ابی یوسف ثم قول محمد ثم قال و الاول اصح۔

29– قولہ

فھما قولان مصححان۔[۱]

اقول

لکن الذی اختار الشارح ظاھر الروایۃ۔

30– قولہ

من تصحیح الزیلعی فھو سھو۔[۲]

اقول

ای لعدم النقض فی الصلٰوۃ مطلقا۔

31– قولہ

ولو تیمما صلٰوۃ۔[۳]

اقول

اقول ھذا نسخ من الناسخ کمالا یخفیٰ لانھا صفۃ بطھارۃ صغریٰ۔

32– قولہ

عدم التالم فالحصر ممنوع۔[۴]

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۷۹

۲- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۸۱

۳- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۸۳

۴- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۸۵

اقول

الحصر واضح فانه لم یکن الامن علّة وبرؤها لا یجعلها لم تکن۔

33– قوله

لانه ربما حصلت الشهوة الخ۔[1]

اقول

اقول کذا ذکره الزاهدی علی ما فی حفظی واللّٰه تعالٰی اعلم۔

34– قوله

ولم یذکر هذاالمعنٰی الخ۔[2]

اقول

الی ان المراد نفی الوجوب دون النهی۔

35– قوله

والشلبی وغیرها الخ۔[3]

اقول

لٰکنه فی الفتح بلفظ لا یجب۔

36– قوله

ای فی فخذه او ثوبه کذا فی البحر۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۸۷

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۸۷

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۸۷

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۹۲

اقول

او فی احلیله کما فی المنیة والخانیة۔

37– قوله

فی کلام الشارح الخ۔[1]

اقول

لان المحذوف ھو التذکر و فیه الغسل و ان علم انه مذی۔

38– قوله

ان فی مفهوم المستیقظ تفصیلا الخ۔[2]

اقول

ای مفهومه المخالف و هو السکران و المغمٰی علیه تفصیلا فیجب فی المنی دون المذی بخلاف المستیقظ حیث یجب علیه بهما۔

39–قوله

و هو ایضا متعلق بکلام۔[3]

اقول

ای مثل قوله الا اذا علم کما تقدم۔

40– قوله

و لم یذکر ما اذا کان الخلاف الخ۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۹۲

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۹۲

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۹۲

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۱۰۳

اقول

اقول قسم الٰی مبائن و اراد فی جمیع الاوصاف و موافق و مماثل الٰی جمیعها فبقی الموافق بمعنی ما یوافق فی بعضها و هو یشمل الوصف او الوصفین و لم یفصل بینهما کما فعل الزیلعی و متابعوه لا تحاد الحکم و هو حصول الغلبة بتغییر احد الاوصاف فلم یعد شیئا و هو من لطائف اعجازه رحمه اللّٰه تعالٰی۔

41–قوله

و ذٰلك نصف ذراع و سدس ثمن۔[1]

اقول

ثم ظهر ان ھٰهنا سقطا و اصل العبارة مثل ان یقول و ذٰلك نصف ذراع و نصف ثمن ذراع و ثلٰثة سبعة و سبعون ذراعا و ستمائة و احد و خمسون جزءً ا من الف و ما ئتین و خمسین جزءا من ذراع و ذٰلك نصف ذراع و سدس ثمن ذراع۔

42–قوله

و الشارح جری علی ما نصه محمد۔[2]

اقول

بل الظاهر انه جرٰی علی الفرق بالقطعیة و الظنیة و کل مجتهد فیه لا قطع به و اللّٰه اعلم۔

43–قوله

کما فی البحر والذی یظهر ان ذٰلك لکونهما۔[3]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/ ۱۰۸

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۱۱۱

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۱۱۹

اقول

اقول بل لان الماء لا یحمل الخبث اذا بلغ القلتین عند الشافعیة و مطلقا عند الظاھریة۔

44–قولہ

و قتھا عند الضرب کما فی نور الایضاح الخ[1]

اقول

یاتی الکلام فیما اذا نوی بعد الضرب عند قولہ ضربتین۔

45–قولہ

لا وجہ للتفریع الخ۔[2]

اقول

لیس تفریعا بل تعلیل لتعمیم النفی المستفاد من قولہ فی محالھا فان الذی تجوز انما ھو بتراب علیھا لا بھما کذا فی الفتح و البحر۔

46– قولہ

یضرب ثلاثا للوجہ الخ قد مرعند قولہ بضربتین و لو من غیرہ ما یخالفہ۔[3]

اقول

و لعل الوجہ فیہ ان الغیر اذا یمم فالعادة انہ یمسح کلا من یدیہ بکلتا یدیہ فاذا مسح الیمنی بالضربة الثانیة فکان صار التراب مستعملا فیحتاج للیسریٰ

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۲۴

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/ ۱۲۸

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/ ۱۲۸

الٰی ضربة ثالثة و هو الفرق بین المتیمم و المیمم فا فهم و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

47– قوله

و یفعلها و صورها بعض۔[1]

اقول

ثم یتوضا یصلی الفرض فی وقت الظهر۔

48– قوله

ان عدم صحة الصلٰوة به متفق علیه۔[2]

اقول

عند ابی یوسف یصح و تجوز الصلٰوة به عنده کما صرح به فی البحر۔

49–قوله

و فیه انه حیث کان المشترك الخ۔[3]

اقول

فیه ان الحکم لعله مبنی علی الدلیل الثالث من عدم جریان المسامحة من المیت فلا یجری فی المباح۔

50– قوله

لان التراب لا یوصف الخ۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۲۹

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۳۰

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۳۳

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۳۳

اقول

التراب لا یوصف بالاستعمال و نازعہ الشامی مستندا للنھر و الحلیۃ و الغنیۃ و قرر ان ما علق بیدہ و مسح بہ یصیر مستعملا لا المحل الذی تیممہ۔ حققنا بتوفیق اللّٰہ تعالٰی ان الصواب ھو الاطلاق راجع فتاوٰنا۔

51–قولہ

لا محدثا سواء کان ذٰلک الخ۔[۱]

اقول:

بحدث اصغر و ان کان کل جنب محدثا و بہ یجاب عن النظر الاٰتی۔

52–قولہ

ھل یعد قادرًا الخ۔[۲]

اقول

قال الامام لا و قالا نعم و فی رد المحتار فی صلٰوۃ المریض ما یقیدان ھٰذا القول من الامام غیر مطرد عندہ بل مخصوص ببعض المواضع۔

53– قولہ

خمس عشرۃ درجۃ الخ۔[۳]

اقول

ای مع سیرۃ[۴] الشمس فی ساعۃ بسیرھا الوسط و ھو ب[۵] قہ مط لح لب لح۔

- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۱۳۴
۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۱۳۵
۲- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۱۳۶
۴- تیرۃ (مخطوطۃ)
۵- ب (مخطوطۃ)

54–قوله

هل الامر لا بن سبع و هل الوجوب بالمعنی۔[1]

اقول

استظهرش ان نعم بد لیل الامر ای و لا صارف استظهرش الاول لظنیة الحدیث۔

55–قوله

الوقت المکروہ فی الظهر الخ۔[2]

اقول

سیأتی صفحة ۱۷۹ عن البحر ان وقت الظهر لا کراهة فیه و هو الاوجه کما حققت علی هامش رد المحتار۔

56–قوله

فان نص صاحب الملتقٰی و القهستانی بالکراهة۔[3]

اقول

ای ملتقی الابحر و هو المتن الجامع للمتون الاربعة المعتمد علیها صنفه الامام العلامة ابراهیم بن محمد الحلبی صاحب شرحی المنیة الکبیر و الصغیر۔

57–قوله

فلا باس ان الاولٰی عدمه۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۶۹

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۷۷

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۸۵

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۱۸۸

اقول

لیس کذلک بل ھو الافضل کما فی رد المحتار عن خزائن الاسرار عن اما لی الامام قاضی خان فلا باس لنفی الباس المتوھم بل سیأتی نقلہ للمحشی عن البحر۔

58– قولہ

یقیم قعدا الٰی قیام الامام الخ۔[1]

اقول

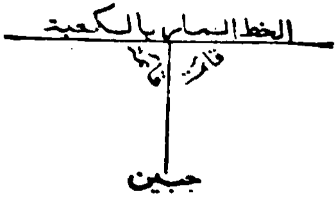
و یکرہ انتظارہ قائما ھندیہ فلیحفظ۔

59–قولہ

قلت و ھٰذہ صورتہ۔[2]

اقول

قد یقال لیس کما فھمہ بل المراد بالخط المار بالکعبۃ المار بھا من جنبیھا یمینا و یسارا و بالقائمتین الزاویتین الحاذتین عن جنبی الخط الخارج من جبین المصلی حین تلاقیہ للخط المار بالکعبۃ و ھٰذہ صورتہ



ھٰذا علی ما فھم العلامۃ الشامی و حمل ھٰذا التصویر من الدرر علی بیان المسافۃ تحقیقا کما ذکرنا علی ھامشہ و الاقرب بل الاصوب عندی ان کلیھما

١– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار/١٧٩

٢– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار/١٩٧

لبيان التوجه التقريبی و ان المراد بالجبين معناه الحقيقی و هو طرف الجبهة و هما جبينان کما فی القاموس و زد المحتار ايضا فاذن تکون صورة هی التی ذکر العلامة ط کما قررنا۔

60–قوله

يلتقيان الی الدماغ۔[1]

اقول

صوابه کما فی الدرر۔

61– قوله

و انظر هل يقال فيه ما يقال فی التحريمة الخ۔[2]

اقول

اقول رحمك اللّٰه ذهلت عن المسائل الاثنی عشرية و قد نص فی الحلية عن البدائع ان القعدة الاخيرة يشترط لها ما يشترط لسائر الارکان۔

62– قوله

کما ياتی قريبا الخ۔[3]

اقول

الاٰتی ايضاً غير مستند الٰی نقل و الذی حقق الشامی هو استنان المتابعة فی السنة و هو الاقرب نعم صرح فی الارکان الاربعة بوجوب المتابعة فی کل مشروع۔

۱– حاشية الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۱۹۷
۲– حاشية الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۰۳
۳– حاشية الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۰۳

63–قوله

فهي و اجبة مطلقًا الخ۔[۱]

اقول

اقول بل تجب انما الواجب عدم التاخير بمعنى ان لا يقع فعله بعد فراغ الامام عن ذٰلك الفعل اما القرأن فسنة كما حققه الشامي۔

64–قوله

فالظاهر موافقة الاول في الاعادة۔[۲]

اقول

اقول كيف هٰذا مع ان في الغنية بعده و لو خافت بأية او اكثر يتمها جهرا ولا يعيد كما في رد المحتار۔

65–قوله

كما صرح به العضدى في رسالة المسماة الخ۔[۳]

اقول

الظاهر انه السندى بالنون قال ش قال كثير من المشائخ ان كان عادته مراعاة موضع الخلاف جاز و الا فلا ذكره السندى رحمه اللّٰه۔

66–قوله

اى و قبل الصلٰوة۔[۴]

۱- حاشية الطحطاوى على الدرّالمختار ۱/۲۱۱

۲- حاشية الطحطاوى على الدرّالمختار ۱/۲۳۳

۳- حاشية الطحطاوى على الدرّالمختار ۱/۲۳۹

۴- حاشية الطحطاوى على الدرّالمختار ۱/۲۳۹

اقول

اقول ھٰذہ العنایة بعیدة الغایة و قد قال فی المجتبٰی و البحر الھندیة مثل ما فی المتن و نص البحر قید المعذور فی المجتبی بان یقارن الوضوء الحدیث او یطرؤ علیه للاحتراز علی اذا توضا علی الانقطاع و صلی کذلك فانه یصح الاقتداء لا نه فی حکم الطاھر اھ۔[1]

ولفظ الھندیة لا یصلی الطاھر خلف من بہٖ سلسل البول انه اذا قارن الوضوء الحدث اوطرؤ علیه ھٰکذا فی الزاھدی۔[2]

و معلوم نصا ان من توضا علی الانقطاع ثم عادہ فی الوقت فان و ضوئه وضوء معذور سواء عاد قبل الصلٰوة او بعدھا حتی لا ینتقض به و ینتقض بخروج الوقت کما نصوا علیه جمیعا فمن توضا علی الانقطاع و صلی علیه ثم عادہ فی الوقت یستحیل ان تکون صلٰوته صلاة کامله۔[3]

لا نھا لا تتادّٰی[4] بوضوء عذر فکیف یصح اقتداء الصحیح به الا ترٰی ان طھارة الصحیح طھارة مطلقة و طھارة من توضا علی الانقطاع ثم عادہ فی الوقت و لو بعد الصلٰوة طھارة مؤقتة حیث تبطل بخروج الوقت فکیف یصح بناء القویّ علی الضعیف و لا یغرنك انه اذا توضا علی الانقطاع و صلی علیه نعلم قطعنا انه صلی بطھارة سالمة عن المنافی فینبغی صحة اقتداء الصحیح به لما علمت انه دون سالمة[5] ولانھا مؤقتة[6] فھی طھارة ضعیفة لا جل التاقت و ایضا لا نسلم

١- البحر الرائق شرح کنزالدقائق ١/٣٦٠

٢- فتاوٰی ھندیه ١/٨٣

٣- لیس لفظ "کاملة" فی مخطوطة

٤- انھا دون سلمت (مخطوطة)

٥- تتاعوی (مخطوطة)

٦- معتاضا (مخطوطة)

عدم المنافی فان الانقطاع الناقص کالطھر المتخلل[1] لا یمنع اتصال الدم بل ھو دم متوال[2] کما فی الحائض کما نص علیه فی البحر عن السراج الوھاج فکما ان الحائض لا صلٰوۃ لھا فی الطھر الناقص کذٰلك المعذور لا امامة له فی الانقطاع الناقص و ھو مفاد اطلاق المتون و الشروح منع اقتداء صحیح بمعذور نعم ان توضا علی الانقطاع و دام الٰی خروج الوقت کان و ضوئه ھٰذا کو ضوء الاصحاء و ان لم یخرج ھو من العذر ان عادہ فی الوقت الثانی و لذا لا یبطل بخروج الوقت و یبطل بالسیلان بعدہ کما نصوا علیه قاطبة[3] فان قلنا بجواز الاقتداء بمن شانه ھٰذا لا یتجه[4] لان وضوئه لما کان وضوء المعذور[5] فکذا صلٰوته ھٰذا ما ظھر للعبد الضعیف فلیحرر فان المحشی رحمة اللّٰه تعالٰی لم یستند لنقل و قضیة الدلائل ما تریٰ و اللّٰه تعالٰی اعلم ثم رایت فی حواشیه علٰی مراقی الفلاح (لا یصح اقتداء غیرہ به) ای اذا توضا مع العذر او طرا علیه بعدہ اما اذا توضا و صلی خالیا عنه کان فی حکم الصحیح۔ و قد تبع فیه السید الازھری فاللفظ لفظ غیر انه قال کان فی حکم الطاھر و ھٰذا صحیح و ان کان یوھم ظاھر قولھما خالیا عنه ما وقع ھٰھنا و ذٰلك لا نھما اطلق فی الطریان بعدہ فشمل ما لذا طرا بعد الصلٰوۃ و ان کان یجب تقییدہ بحصوله فی الوقت و قولھما خالیا عنه لا یکون خالیا الا ان لا یعود فی الوقت لما علمت و قد افاد الصواب الصحیح قولھما کان فی حکم الصحیح فلا یکون فی حکمه قط اذا عاد فی الوقت و الظاھر انه شبه رحمه اللّٰه تعالٰی بقول الماتن توضا علی الانقطاع و صلی کذٰلك فحسب ان به کفایة و لیس کذلك فان المراد للانقطاع المعتبر و ھو تام مستوعب و قتا کاملا

۱- متخلص (مخطوطة)

۲- متدل (مخطوطة)

۳- فالحة (مخطوطة)

۴- لا تحبه (مخطوطة)

۵- وضوء العضو (مخطوطة)

و لا يراد هنا لان به يخرج عن العذر و الكلام في قدرة المعذور و ناقص و هو المستمر الى خروج الوقت لا يخرج به عن العذر لكن الوضوء فيه[1] فيه كوضوء صحيح حتى لا ينتقض بخروج الوقت فيه المراد ههنا لا نه ضعيف في الوقت هنيئة ثم يعود فانه ليس من الانقطاع في شيء ثم قد علمت ان المتون و الشروح و الفتاوى قاطبة على اطلاق المنع و انما ابدى هذا التقييد الزاهدي و ليس في كلامه على ما نقل في الهندية الا التقييد بالقرون او الطيران و قد ارسله ارسالا فشمل الطرد و بعد الصلوٰة و المصنف رحمة الله تعالى عليه لتعود بادخال مسائل الزاهدي في المتن و انما المتن لظاهر المذهب و الله تعالى اعلم۔

67–قوله

منفردا فاسدة على الظاهر الخ۔[2]

اقول

اقول اى اذا امكنه الاقتداء و الافلا تكلف نفس الاوسعها و معلوم ان لا حد لا جتهاده بل امربه دائما فهٰذا الحكم مستفاد من قول الشارح لا تصح صلاته ان امكنه الاقتداء۔

68–قوله

و القاضي ابو القاسم۔[3]

اقول

الذي في البزازية و هنا ايضاً في الهندية ابو عاصم۔

١– اوفيه(مخطوطة)

٢– حاشية الطحطاوى على الدر المختار١/٢٥١

٣– حاشية الطحطاوى على الدر المختار١/٢٦٧

69–قوله

مخالف لما فی البحر۔[۱]

اقول

لیس مرادہ ما فهم السیّد العلامة الشامی فانهما تکلّما فی الوضع علٰی کتفین و لا شك انه ارسل جانبیه کرہ مطلقا سواء کان موضوعا علٰی کتفیه او احد هما و انما کلام الشارح فی جانب الثوب فاذا ارسلهما کرہ و ان ارسل احدهما من الکتفین و الأخر معطوف علی الکتف الاٰخر لم یکرہ فاین هٰذا مما فهما رحمهما اللّٰه تعالٰی ورحمنا بهما۔ اٰمین۔

70–قوله

فی قنوته سقط عنه الواجب الخ۔[۲]

اقول

اقول لا کلام فی سقوط الواجب انما الکلام فی انه ما ذا ینبغی له ان یفعل هل القنوت المختار فی مذهبه تبعا لمذهبه ام قنوت الامام بالنظر الٰی متابعته و جوابه ما قرر الشیخ عبد الحی الشرنبلانی رحمه اللّٰه تعالٰی۔

71– اقوله

و قد یقال ان طول القیام۔[۳]

اقول

اقول القعود بعدہ اشد منه فی عدم المشروعیة فانه غیر مشروع اصلا و

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۷۰

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۸۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۸۱

وصفا بخلاف طول القیام۔

72–قوله

فقط و الذی یظهرلی۔[1]

اقول

فیه ما فیه کما یظهر للرجوع الٰی کتب الحدیث و سیاتی فی اٰخر هٰذه القولة و کانه اراده المواظبة کما سیاتی۔

73–قوله

و قال بعض الفضلاء۔[2]

اقول

اراد العلامة ابراهیم الحلبی و العلامة الشر نبلانی فانهما قالاه فی الغنیة و المراقی۔

74–قوله

فی نور الایضاح۔[3]

اقول

و مثله فی الخلاصة و غیرها۔

75–قوله

و ان نص لزمه اتفاقا۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۲۸۳

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۲۸۳

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۲۸۳

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۲۹۳

اقول

لا یجب القیام فی النفل المنذور ما لم ینص قلت و المسالۃ فیہا الخلاف۔

76–قولہ

و صلوۃ القوم فاسدۃ۔[1]

اقول

لان بین کل دابۃ و دابۃ فصلا یمنع الاقتداء۔

77–قولہ

فان المخالفۃ فیہ۔[2]

اقول

اقول لیس ھٰذا مخالفۃ فی التشہد بل بالتشہد فی السلام بل فی الخروج بصنعہ قائما یصح ھٰذا القول من الدرر علٰی قول من لا یقول بافتراضہ و اللہ تعالٰی اعلم۔

78–قولہ

لکن تعلیل الشرح یعم المفرد۔[3]

اقول

اعتراض علی الشارح حیث علل بما یعم المفرد ثم فرع بخلافہ و قد اجاب عنہ رد المحتار بوجہ حسن۔

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۲۹۳

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۲۸۴

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۲۹۷

79–قوله

لانہ لیس بتبع للتراویح۔[1]

اقول

اجاب عنه ش بانه و ان كان اصلا مجماعة تبع۔

80–قوله

و لا للعشاء عند الامام۔[2]

اقول

هٰذا قد يوهم جواز الوتر بجماعة و لولم يصل الفرض بها و هو خلاف المنصوص عليه في شرح النقاية و النغنية و غيرهما و تمام تحقيق المساله في فتاوٰنا۔

81–قوله

متعلق بالاخير فقط انتهٰى حلبى۔[3]

اقول

قلت و ان علق بالدرس و الوعظ و الحاجة جميعا سقطت الابحاث الموردة۔

82–قوله

و في المختصر البحر۔[4]

اقول

ليس هو البحر الرائق فانه نقل عنه الامام الزيلعي المقدم بكثير علٰى

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/ ۲۹۷

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/ ۲۹۷

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/ ۲۹۹

۴– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/ ۳۲۲

صاحب البحر۔

83–قوله

و یلزم علیه ان مسافة السفر۔[1]

اقول

لقد احسن الجواب عن العلامة الشامی فراجعه۔

84–قوله

ان نهارها اطول من لیلها۔[2]

اقول

کلما کان النهار اطول فی الصیف[3] کان اقصر بقدره فی الشتاء لا بد من ذٰلك فی کل موضع و اقتصارهم فی الاوقات علٰی ذکر انهار الا طول فی حق العشاء حیث یطلع الفجر قبل غروب الشفق اما انهار الاقصر فلا بد فیه زوال و بلوغ مثل و مثلین و ان کان النهار قصرا حدا کما لا یخفٰی۔

85–قوله

افاده الشیخ زین۔[4]

اقول

هو ماخوذ من البدائع۔

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۳۱

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۳۱

۳- الضعیف (مخطوطة)

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۳۱

86–قولہ

بحث فیہ بان العلۃ فی القصر۔[1]

اقول

الباحث الامام ابن الھمام۔

87–قولہ

و ھو بحث قوی۔[2]

اقول

و باللّٰہ التوفیق یظھر للفقیر الضعیف ان البحث لیس بشیء و الدلیل تام فان الشارع تبارک و تعالٰی انما رخص بالقصر و الفطر لعلۃ المشقۃ و اعتبر المشقۃ سیر ثلاثۃ ایام بلیالیھا فعلۃ الرخصۃ حقیقۃ بعد استکمال سیر ھٰذہ المدۃ اذبہ تحقیق المشقۃ الجالبۃ للرحمۃ الالٰھیۃ الموجبۃ للتخفیف و لا مشقۃ فی مجرد مفارقۃ البیوت و بھٰذہ النیۃ و لٰکن الرخصۃ للتجفیف حال اقبال المشقۃ لا بعد اکمالھا فان من امرتہ بحمل اثقال فی الحضر ثم امرتہ بالسفر فاردت التخفیف عنہ فانما یکون ھٰذا بان تضع عنہ بعض الاثقال حین اخذہ فی السفر لا ان تضعھا بعد ما اتمہ فلذٰلک یثبت الحکم بمجرد المفارقۃ بھٰذا القصد ثم اذا لم یبلغ مدۃ اعتبرھا الشارع للمشقۃ و اراد الرجوع تبین ان لم یکن ھناک مشقۃ مرخصۃ فعادت علیہ الاثقال التی کانت وضعت عنہ لمظنۃ المشقۃ ھٰذا ما ظھر لی و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

88–قولہ

لان البرکۃ تنزل علی المتقدم۔[3]

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۳۲

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۳۲

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۳۴۹

اقول

علی الامام اولا ثم من بحذائه من الصف المتقدم ثم من عن یمینه منه ثم من عن یسارہ منه فاذا تم الصف الاول نزلت علٰی من بعدہ بالترتیب المذکور فیتقدم الوسط ثم الیمین ثم الیسار و ھٰکذا الٰی اٰخر الصفوف۔

89–قوله

و ذکرا نه ما بدیٰ بشیء۔[1]

اقول

قلت و ورد حدیثا۔

90–قوله

ان الکراھة تنزیھیة۔[2]

اقول

قلت قد یطلق الجواز علٰی ما یقابل الواجب۔[3] فیشمل المکروہ تحریما و ھٰھنا الامر کٰک۔

91–قوله

فیکرہ ان یجتمع جمعهم الٰی جمع المسلمین۔[4]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۴۹

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۵۵

۳- الفاسین (مخطوطة)

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۶۰

اقول

هٰذا فی غیر حاجة او مصلحة و الا فقد صرحوا بجواز عبادة الذمی بالاجماع بل یجوز للمسلم دخول دار الحرب للتجارة۔

92–قوله

ذکره القرطبی فی تذکرته۔[1]

اقول

قلت و فی الفاظه ما یلوح علیه أثار کیت و ذیت۔

93–قوله

و عنده للنهی و من هٰذا یعلم۔[2]

اقول

ای علیه او الیه بلا حلل اذا کان فی موقع النظر لمن یصلی صلٰوة الخاشعینْ و کذا جنبه ایضا اذا کان هناك قبر تحته او تجانبه اما اذا خلا عن کل ذٰلك و صلی بجنب قبر فلا باس و لم یرونهی عنه و ان فعل ذٰلك بقبر صالح رجاء ان تعود ببرکته الیه کان حسنا کما حققناه فی فتاوٰنا و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

94–قوله

و هو ظاهر العدالة۔[3]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۸۳

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۳۸۳

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/۴۳۶

اقول

ای عدالة ظاهرة معلومة کما هو المذهب لان من[۱] لبسته و صورته لا یری فیهما مخالفة للشرع فان هٰذا شان المستور۔

95–قوله

علی من یماثلها۔[۲]

اقول

لعله سقط بعد من لفظة لا او قبله لفظه غیر۔

96–قوله

او الدخان۔[۳]

اقول

او النجار او الندی او النصاب۔

97–قوله

ای لا قاضی و لا والی (هندیه)۔[۴]

اقول

قلت و یشمل العالم فان العلماء ولاة حیث لا ولاة یجب علی المسلمین الرجوع الیهم و طاعة امرهم کمثل الولاة فان کثر فان من فیهم اعلم کان هو الوالی و الا اقترعوا نص علی کل ذٰلك فی الحدیقة الندیة۔

۱– لیس "من" فی مخطوطة

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۲۶

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۲۶

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۳۲۶

98–قوله

بلا باس للناس۔[1]

اقول

و ھٰکذا فی الخانیة و الخلاصة و الفتح و جواھر الاخلاطی و غیرھا۔

99–قوله

بذٰلك ا ھ حلبی۔[2]

اقول

اقول بل معناہ انه ینصب نائبا عنه ثم یشھد ھو بنفسه عند نائبه۔

100–قوله

فی الفطر بسبب۔[3]

اقول

ای اصباحھم مفطرین اول رمضان۔

101–قوله

وشھدوا عند قاضی۔[4]

اقول

بھلال رمضان۔

۱۔ حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/ ۴۴۷

۲۔ حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/ ۴۴۷

۳۔ حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/ ۴۴۷

۴۔ حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ا/ ۴۴۷

102–قوله

فصاموا و تبعھم۔[1]

اقول

کما حکم الشرع ان من رای ھلال رمضان صام و ان رد قوله۔

103–قوله

جمع کثیر علی الصوم۔[2]

اقول

و اساء وا ان لم یکونوا راوا بانفسھم۔

104–قوله

و امر ھو الناس۔[3]

اقول

ای القاضی و قد اصاب عملا بظاھر الروایة۔

105–قوله

او الفطر و اھل المشرق۔[4]

اقول

عمم ھٰھنا ھلال الفطر و قال فی الطریق الموجب او یستفیض الخبرفافاد

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۴۴۷

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۴۴۷

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۴۴۷

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱/۴۴۹

ان ھلال الفطر ایجا یثبت بالاستفاضة قلت فکذا سائر الاھلة و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

106–قولہ

فی شرح الملتقٰی۔[1]

اقول

لعلہ ارادبہ سکب الانھر[2] کما نص علیہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح۔

107–قولہ

بالعباس بن مراداس۔[3]

اقول

اللّٰھم اغفر۔ ھٰذا سبق قلم فان العباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ صحابی و لم یذکر فیہ احد ما نقلہ عن الحفاظ[4] و انما قول بن حبان فی ابنہ کنانة و مع ذلك اختلف قولہ فیہ فذکرہ فی الضعفاء و قال ھٰذا و اوردہ فی الثقات فھو ثقة کما نبہ علیہ الحافظ بن حجر۔

108–قولہ

و ایضا ورد فی الحدیث۔[5]

اقول

ای ففی ھٰذا الحدیث ما یدل علی الفضل العظیم للمسجد الکریم فکما ان الحدیث الذی اوردہ الشارح رحمہ اللّٰہ تعالٰی۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۴۵۰

۲– سلب الانھر (مخطوطة)

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۵۵۹

۴– الحفاض(مخطوطہ)

۵– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار۱/۲۶۲

الجزء الثانی

109–قوله

تولین مصححین۔[1]

اقول

بل ثمه ثالثها التفصیل المار عن قاضی خان الذی قال فیه فی الفتح نقل عنه فی رد المحتار ان الحق ھٰذا التفصیل الخ قلت و یصلح ان یکون توفیقا۔

110–قوله

لا یفید الملک۔[2]

اقول

فی ش بکل لفظ یفید الخ و هو الصواب۔

111–قوله

بل موقوفا علی اجازتها۔[3]

اقول

ھٰذہ زلة نبهنا علیها علی هامش ردالمحتار صفحة ۴۴۹ فلیتنبه۔

112–قوله

لا بدلها من نهی۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۸/۲

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۹/۲

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۲/۲

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲۱/۲

اقول

اقول و کذلك التنزیه ایضا لا بدلها من نهی خاص و الا لا یکون الاختلاف الاولٰی کما حققه المحقق فی الفتح و اللّٰه اعلم۔

113–قوله

هل المحکم مثله یحرر۔[1]

اقول

قلنا قد صرحوا ان الحکم کالقاضی الا فی القودو الحدود۔

114–قوله

فی الشرح فتامل۔[2]

اقول

قد حقق العبد الضعیف فی فتاوٰہ ان کل هٰذا لا طائل تحته و ان الصحیح الواجب التعویل هو عدم الجواز فیکون النکاح نکاح[3] الفضولی۔

115–قوله

عن المهر۔[4]

اقول

ای لغرض فوقه سقط هذا او معناه من هنا۔

١– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٢٣

٢– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٣٠

٣– "فظاهر" فی مخطوطة

٤– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٣٠

116–قوله

لا یجوز ان یزوجها۔[1]

اقول

فلا ینعقد النکاح کما فی الھدایۃ۔

117–قوله

ای غیر الاب و الجدّ۔[2]

اقول

فلو انکح غیر الاب و الجد الصغیرۃ او ھما و ھما سکرانان او معروفا بسوء الاختیار و الزوج بشیء العسرۃ فعلی ھٰذہ ینبغی ان لا یصلح النکاح اصلا قلت و لکن صرحوا ان الزوج ان صار غیر کفو بعد النکاح لا یرتفع و لا یحصل لا حد خیار الفسخ فینبغی ان یکون الزوج معروفا بسوء العسرۃ من قبل کما قالوا فی سوء اختیار الاب فافھم۔[3]

118–قوله

و یثبت النسب و علیھا العدۃ۔[4]

اقول

اقول سیجیء فی أخر باب ثبوت النسب ان نکاح الکافر مسلمۃ باطل لا فاسد فلا یثبت النسب و لا تجب العدۃ۔

١– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٣٣

٢– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٣٣

٣– سواء (مخطوطہ)

٤– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٥٩

119–قوله

و لا یوقف علیهما۔[1]

اقول

لئلا تختلف القافیة ش عن ح۔

120–قوله

لما مرقاله الحلبی۔[2]

اقول

اقول هٰذه الحوالة من العلامة الطحطاوی غیر مستحسنة فانه لم ینقل عن الحلبی فیما سبق ایضاً الا الحکم دون التعلیل وهو ما نقل عن الشامی۔

121–قوله

لا لطلب المهر۔[3]

اقول

ای و لا لمشروط عادة کالخف و المکعب و دیباج اللفافة[4] ودراهم السکر علی ما هو عادة اهل السمرقند۔

122–قوله

الا اذا ضمن و لا رجوع۔[5]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۶۰

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۶۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۶۱

۴– النفاقة(مخطوطة)

۵– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۶۲

اقول

صرحوا بالنفقة لا تکون دینا الا بالتراخی او فرض القاضی و معلوم ان الکفالة لا تکون الا بدین و لذا نصوا علٰی بطلان الکفالة بنفقة الزوجة کما فی باب الکفالة فلا بدمن حمل ما ھٰھنا علٰی ما اذا کانت النفقة مفروضة بالقضاء او الرضا۔ الا فلا یوخذ الاب قطعا لبطلان الکفالة ذکر ھٰذا التوفیق العلامة الشامی فی باب النفقة فی مسئلة اخذ المراة کفیلا بالنفقة و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

123–قوله

لان العادة جاریة۔[1]

اقول

التعلیل قاض بان وجه الافتاء علٰی قول الامام الثانی انما ھو ملاحظة العرف و العادة فیدور مع العرف حیث دار و المتعارف فی بلادنا الدخول قبل الاداء مطلقا فیجب ان لا یکون لھا الامتناع اتفاقا لان المعروف کالمشروط و سیصرح بانه لو یشترط الدخول قبل الحلول و رضیت لم تملک الامتناع بالاتفاق فعیله فعول و اللّٰه اعلم۔

124–قوله

و ذٰلک اکرام له علیه الصلٰوة و السلام۔[2]

اقول

وتوضیحه ان ھٰذا التخفیف مع ثباته علی الکفر و موته علیه و استحقاقه بانتھاء علمه فی شان النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم بتربیته من صغره و ملازمته فی

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۶۳

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۸۰

حضرہ و سفرہ و رؤیتہ لمعجزاتہ و غیرہ و استماعہ لشرعہ و ذکرہ زیادۃ عذاب علٰی غیرہ اما یکون بازاء ما کان بحوط النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم و ینصرہ او اکراما للنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فانہ کان یحبہ حبا طبعیا لما یرٰی منہ التشمیر عن ساعد الجد فی نصرہ و حمایۃ و لان عم الرجل صنو ابیہ لا سبیل الی الاول لما نطق بہ القرآن العزیز من ان اعمال الکفار ھباء منثور و ما عملوا من طیبات فقدا نھبوھا فی حیوتھم الدنیا فتعین الثانی و لا شك ان اکرامہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم فی ابویہ ازید منہ فی عمہ و حزنہ باصابۃ المکروہ و العیاذ باللّٰہ تعالٰی ایّاھما اشد من ایتمامہ بما یصیب عمہ فلو ثبتنا و استغفر اللّٰہ علی الکفر لوجب ان یکون عذابھما اخف من عذاب ابی طالب لا سیما و ھما لم یدرکا البعثۃ و لم یردا الدعوۃ بخلاف ابی طالب ولٰکن الحدیث ارشد انہ ھو ادنٰھم عذابا فثبت انھما مسلمان و لیس عندنا فیہ شك ان شاء اللّٰہ تعالٰی و اللّٰہ یھدی الٰی سبیل الصواب۔

125–قولہ

ان یضیفہ۔[1]

اقول

ضمیر الفاعل للجندی و المفعول بہ للفاضل۔

126–قولہ

لا یتوارثون لان الارث۔[2]

اقول

ای لا ترث الزوج الزوجۃ و لا بالعکس و اما الاولاد فیرثون من الابوین

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۸۱/۲

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۸۱/۲

لعدم اقتصاراتهم علٰی و لادتهم من النکاح الصحیح لعدم کونه علٰی خلاف القیاس فحیثما ثبت النسب ثبت الارث و اذلا فلا و الا فلا ارث فی الباطل کولد مسلم من و ثنیة لا یرث الاب۔

127–قوله

او المعتبر مدة الحرة۔[1]

اقول

و التشکیک فی هٰذا امر عجیب فانه لو اعتبر فی کل مدة ایلائها لزم تفضیل الاماء علی الحرائر اذ یصیبها فی کل شهرین مرة و لا یزید الابرضاها و لا یصیب الحرة الابعد مضی اربعة اشهر بل الزیادة هٰهنا هی النقیض[2] المطلوب و التنقیص هو الزیادة المنکرة و لذٰلک قدر الطحطاوی بیوم و لیلة من کل اربوع للحرائر و للاماء بیوم و لیلة من کل اسبوع وروی ان عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه بعث عسکرا و کان رضی اللّٰه تعالٰی عنه ینعس باللیالی فسمع امراة تنشد اشعارا فیها من الاشتیاق الملهب[3] الی الجماع و التحرز من الزنا خوفا من اللّٰه و حفظا لناموس الزوج و کان قد طال فراق زوجها عنها فی جهاد فرجع امیر المؤمنین الٰی بیته و سال بنته امیر المؤمنین رضی اللّٰه تعالٰی عنه کم تبصر المراة من الرجل قالت اربعة اشهر و لا شك انه یعم من تحته الاماء فثبت ان لا معتبر الا مدة الحرة و اللّٰه تعالٰی اعلم ثم رایت العلامة الشامی ذکر البحث کما بحثت و للّٰه الحمد۔

128–قوله

فقیل ترك مضاجعتها۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/ ۸۸

۲– التنقیض (مخطوطة)

۳– الملهت (مخطوطة)

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/ ۹۱

اقول

و هو ظاهر الآية۔[1]

129–قوله

ترک جماعها۔[2]

اقول

و الآية تحملها۔

130–قوله

کلامها مع المضاجعة۔[3]

اقول

هٰذا بعید من ظاهر لفظ واهجروهن فی المضاجع ظاهرا فلعله الاظهر دلیلا و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

131–قوله

ظاهره انه عند الامر به یکون و اجبا علیها۔[4]

اقول

و یأتی فی اوائل کتاب الجهاد من المحشی عن البحر انه لا یجب علیها

۱– و الّتی تخافون نشوزهن فعظوهن و اهجروهن فی المضاجع و اضربوهن۔ الآیة۔

(النساء: 34)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۹۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۹۱

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۹۱

امتثال او امرہ الافیما یرجع الی النکاح و عن الفتح ما هو نص في وجوب الطاعة الا فیما فیه مخاطرة الروح فلیحرر۔

132–قوله

و هی طاهرة۔[1]

اقول

قلت و ینبغي التقیید بالسلامة من مرض لا تطیق معها الجماع او یضرها فیه و من صغر کذٰلك و اللّٰه اعلم۔

133–قوله

اذا جائك کتابی فانت طالق۔[2]

اقول

فما لم یجئ الکتاب لا یقع کذا فی فتاوٰی قاضیخان و ان کتب اذا جاءك کتابی هٰذا فانت طالق فکتب بعد ذٰلك حوائج صح هٰکذا هو فی الهندیة فلعل السید المحشّی اختصر الکلام او فی نسخة الهندیة سقطا۔

134–قوله

الاقرار بالطلاق کاذبا۔[3]

اقول

قد کان الفقیر غفر اللّٰه له افتٰی به من قبل بناء علٰی دلائل الاباحة و ذکرتها في هوامش الدر المختار فالحمد للّٰه علٰي موافقة المعقول للمنقول و لا حول و لا

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۹۱

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۱۱۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۱۱۳

قوة الا باللّٰه العلی العظیم۔

135–قوله

برقبتك و هبتك۔[١]

اقول

صوابه برفقتك كما فی الهندیة۔

136–قوله

و امك عفوت عنك۔[٢]

اقول

اخاف ان یكون فی الدر المنتقٰی ذكر وجه كون قوله و هبتك لا هلك كنایة بانه یحتمل الطلاق و یحتمل ان المعنی عفوت عنك لا جلهم فزلت قدم النظر و قد قال فی متن الدر المنتقٰی الملتقٰی و هبتك لا هلك فقال فی مجمع الانهر ای عفوت عنك لا جل اهلك او وهبتك لهم لا نی طلقتك۔

137–قوله

اظفری بمرادك۔[٣]

اقول

مثل ذٰلك الاحتمال فی هٰذا فلعله مذكور تحت قوله افلحی كما قدم الفاضل المحشی فی هٰذه الصفحة عن هذا البحر من انه یقع الطلاق فیها بالنیة لانه بمعنی اذ هبی و یحتمل اظفری بمرادك الخ نعم هو ظاهر حیث سالت المراة

١– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/ ١٣٨

٢– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/ ١٣٨

٣– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/ ١٣٨

طلاقها او قالت ارید ان تطلقنی فقال اظفری بمرادك و لیراجع الدر المنتقٰی۔

138—قوله

فی سم الخیاط لغو و کونه متصلا۔[1]

اقول

و یخطر ببالی ان لغویة تعلیق التطلیق بالمستحیل ظاهر کل ظهور اما ان علق بهٖ عدم الطلاق کان دخل الجمل فی سم الخیاط فلست بطالق هل یقع لان مفهومه تعلیق التطلیق بالکائن فیکون تنجیزا ام لا لان الطلاق انما یقع باللفظ لا بمجرد النیة و الفرض و لذا قالوا لو قال لا حاجة لی فیك لا یقع الطلاق نوٰی او لم ینو لا نه لیس من الفاظه فکذا هٰهنا التطلیق مفهوم لا ملفوظ فلیحرر و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

139—قوله

و لو معها شیء غیر ما یطبخ کفاکهة۔[2]

اقول

قلت و عرفنا اعم منهما فانها تعد زائرة و لو لم یکن معها شیء۔

140—قوله

او تطاول و اقعده فهو مریض۔[3]

اقول

قلت و لٰکن الشامی من الوصایا عند قوله و اعتمد فی التجرید ما یعطی

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۱۵۰

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۱۵۱

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۱۶۵

خلاف ھٰذہ۔

141–قولہ

او دلالۃ الحال علٰی ما مر۔[1]

اقول

اقول للفقیر کلام فی الاکتفاء بدلالۃ الحال۔

142–قولہ

اذا صار ماکولا زال ملک المبیح عنہ۔[2]

اقول

اقول اراد بہ مستھلکا فشمل ما اباح بہ الماء لیتوضا بہ او یغتسل او یغسل الثیاب و امثال ذٰلک۔

143–قولہ

المراد بالاباحۃ التملیک۔[3]

اقول

کیف یراد بالاباحۃ التملیک مع انہ قابلھا بقولہ و کذا اذا ملکہ و کان الحامل للمولی المحشی الفاضل علٰی ذٰلک انہ قال او لا اباحہ دفعۃ و أخرا ملکہ بدفعات فظن ان الفرق فی المسالتین انما ھو بدفعۃ و دفعات و الا لکان تقیید الاول بدفعۃ و الأخر بدفعات باطلا و لٰکن ما احسن اشار الیہ المولی المحقق الشامي في الجواب عن ھٰذہ بانہ من قبیل الاحتباك حیث صرح في کل

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/ ۱۹۷

۲- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/ ۲۰۱

۳- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/ ۲۰۱

الموضعین بما سکت عنه فی الموضع الأخر الخ فالمراد فی کله الموضعین بدفعة او دفعات۔

144–قوله

و الشکاز و المسحور۔[1]

اقول

علی صیغة المبالغة هو الذی اذ عانق المراۃ او لمسها او قبلها انزل قبل ان یدخل فی قبلها۔

145–قوله

فهو اعم من الاصطلاحی۔[2]

اقول

بل هو اخص من الاصطلاحی فان الاصطلاحی من لا یقدر علی جماع فرج زوجته و ان قدر علی جماع دبرها او جماع فروج سائر النساء او لا و اللغوی من لا یقدر علی الجماع مطلقاً و لٰکنه اراد ان الماخوذ فی اللغوی عدم القدرۃ علی جماع جمیع النساء و فی الاصطلاحی[3] عدمها علی جماع فرج امراته خاصة فکان بهٰذا المعنی اعم ای اشمل للفروع المنتفیة القدرۃ علی جماعها فافهم۔

146–قوله

اشد من جماع القبل۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۰۹

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۰۹

۳– اللغوی (مخطوطة)

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۰۹

اقول

و لکنه لم یعلم ان القدرة علی فرج الزوجة ربما منتفی بعقد السحر۔

147–قوله

و ظاهره و لو محکما۔[1]

اقول

لکن مخالف تصریح ما فی الخیریة من التحکیم الا انه لم یستند الٰی نقل سواء تصریحهم بالضابط الکلی و هو جواز التحکیم فی غیر الحد و القود۔

148–قوله

ھٰذا یرجع الی التجربة۔[2]

اقول

یعنی و قد ثبت الفرق بالتجربة۔

149–قوله

و الحق بها القهستانی کل عیب۔[3]

اقول

اقول هو نص الزیلعی فی التبیین حیث قال رحمه اللّٰه تعالٰی قال محمد ترد المراة اذا کان بالزوج عیب بحیث لا تطیق المقام معه لا نها تعذر علیها الوصول الٰی حقها بعیب[4] فیه فکان کالجب و العنة بخلاف ما اذا کان بها عیب لان الزوج

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۱۱

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۱۲

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۱۳

۴– معنی (مخطوطه)

قادر علی دفع الضرر عن نفسه بالطلاق و یمکنه ان یستمتع بغیرھا۔

150–قوله

لانھا یناقض قوله بعد و لا حق۔[1]

اقول

لا یتناقض بعد ما یقرر ان قوله لا حق لولد عم[2] الخ انما ھو فی حق المشتھاة اذا کان ابن العم غیر مامون علی ما سینقله من البحر فا فھم و اللّٰه تعالی اعلم۔

151–قوله

تقتضی عدم الدفع الیه۔[3]

اقول

اما اولاد الاعمام فانه یدفع الیھم الغلام و الصغیر لا تدفع الیھم (کافی ملخصا) لا حق لغیر المحرم فی حضانة الجاریة و لا للعصبة الفاسق علی الصغیرة (کفایة) کلھا فی (الھندیة) الانثی لا تدفع الا الی محرم (خیریة عن المنھاج للعقیلی و الخلاصة و التاتار خانیة و غیرہ) لا حق لا بن العم فی حضانة الجاریة (خانیة) و ھٰذا ھو الذی یعطیه کلام العلامة (فی فتح القدیر) و کذٰلك عمم الحکم (فی الھدایة) من دون التفصیل بین المشتھاة و غیرھا و المامون و غیرہ و ان کان ظاھر الفاظ دلیله ناظرا الی التفصیل لتعلیله بالتحرز عن الفتنة و معلوم ان لا امتنان الا بالمشتھاة و اللّٰه اعلم بالصواب۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۴۶

۲– و لا عم (مخطوطه)

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۴۶

152–قوله

و هو ابن سبع سنین۔[1]

اقول

و الصواب عشر سنین۔

153–قوله

لتعلقه بامه و ربما یمنعها او یمنعه۔[2]

اقول

و له وجه اقوی فان المراة نفقتها علی زوجها و العادة ثبوت یدها علی البیت و ما فیها و ربما یحملها شفقتها علی ان تطعم و لدها من مال زوجها و ان تحرجت و قل من یتحرج منهن عن امثال ذلك لا سیما فی الفواکه و المطعومات فان الزوج یتّهمها و یسیء الظن بها انها تطعم و لدها من اشیائه فیحمله ذلك علی کراهته و معاداته ثم یقع بذلك مشاجرات بین الزوجین فیکون ذلك اهیج لعداوته فی قلب الراب بخلاف الاجنبی فان النساء یتحرجن من اموالهم و هم قلما یتهمونهن و کل ذلك مرئی مشاهد فکثیرا مارأینا الاجانب یشفقون علی الصغار و لم تر رابا الا وهو یکره ربیبه و بالجملة فله مع الاجنبی عدم العلاقة و مع الراب علاقة العداوة فشتان ما هما۔

154–قوله

لکثرة الفساد زیلعی۔[3]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۴۶

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۴۶

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۴۶

اقول

و محل ھٰذہ الروایة ما اذا کان ھناك اب او عصبة و ان لا تبقٰی عند الخاضنة به خمریة قلت و المراد بالعصبة من کان من المحارم و لا تدفع ھی الا الیھم۔

155–قوله

للعلامة عبد القادر۔[1]

اقول

بن یوسف الأفندی الشھیر بقدری روزری۔

156–قوله

عن ھٰذہ المقاصد فیجوز الحلف به۔[2]

اقول

رد الحدیث بذم الحلف بالطلاق و به صرح ابن بلبان فی شرح تلخیص الجامع کما نقله الشامی صفحة۶۹ و قد ذکرنا التوجیه علٰی ھامشه صفحة۴۷۔

157–قوله

لان خلاف الشافعی بعد محمد۔[3]

اقول

لیس الشافعی منفردا به بل سبقه بذٰلك ائمة مجتھدون تقد موہ و تقدموا محمد بن الحسن۔

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۷۳

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۳۲۵

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۳۲۶

158–قوله

و لا یکون یمینا و لعل الفارق العرف۔[۱]

اقول

و احسن منه ما ورد فی رد المحتار انه قال کانه احتراز عما اذا بالسلطان البرہان و الحجة الخ فان البرہان لیس من صفات الرحمٰن تبارك و تعالٰی۔[۲]

159–قوله

ان بعض الناس یجهلها۔[۳]

اقول

اقول و مع ذٰلك جدید العهد بالاسلام یری کثیرا من احکام الشریعة الحقة مخالفة لا حکام ملته الباطلة فعلمه بحرمته فی ملته لا یوجب العلم بحرمته فی ملة الاسلام۔

160–قوله

و فی اخراج ذلك بالکیفیة۔[۴]

اقول

خروجه عن حد الزنا الموجب للحد الذی لا یعلمه بجمیع قیوده الا العلماء لا یوجب خروجه عن حد الزنٰی و تعریف ذاته شرعا الذی یسئل عنه الشهود احتراز عن عقدة زنی العین و الیدین مثلا او التفخیذ و التسریر مثلاً و

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۳۳۱

۲– ردّالمختار المعروف بالفتاوٰی الشامی ۳/۵۴

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۳۸۹

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۳۸۹

لذا اقتصر فی بیان ذاته الشرعیة علی الایلاج فقط و لا شک ان وطی المکرہ لا یخرج عن ایلاج الذکر فی الفرج فوجب السوال بکیف ہو لا خراج المکرہ مثلا و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

161–قولہ

لان الدبر انما خلق فی الدنیا۔[1]

اقول

و علی قیاسہ ینبغی فی فروج النساء لانہا ثقبة البول۔

162–قولہ

الافیما یرجع الی النکاح۔[2]

اقول

کالتزیین و الاجابة[3] الی الجماعة بشروطہا و عدم الخروج من بیتہ الا بحق و عدم البیتوتة عند احد و لو ابیہا الا انا احتاج الیہا عینا و ترک الصیام النافلة و تطیب اللباس و البدن بالعطریات و الفرج بعد الحیض بفرصتہ ممسکة و امثال ذلک و اللّٰہ اعلم۔

163–قولہ

و قد یقال انما الرجال۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۳۹۸

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۴۳۹

۳– الاجاجة (مخطوطة)

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۴۳۸

اقول

و علٰی ھٰذا لا یبعدان یقول قائل ان الامام ان کان محتاجا الٰی تکثیر العسکر فی الحال قدم اشتراء الرجال و الافتقدیم النساء اجب صونا للفروج الزکیة عن و قوع الکلاب الدنیة و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

164–قولہ

و لعل رد من ردہ فی غزوۃ بدر۔[1]

اقول

لیس ھٰذ امن کلام الفتح بل نقلہ عن الامام الشافعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کما بینہ فی نصب الرایۃ۔[2]

165–قولہ

فان تحقق منہ کفر و الا فلا۔[3]

اقول

نعم تتفاوت الموجبات فی ذٰلک فمنھا ما یستوی فیہ الجانبان و لا یثبت الا ستخفاف الابد لیل کمن حکی ما کان علیہ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم من قلۃ[4] مبالاتہ بالتجمل[5] الظاھری فقد تصیر ثیابہ و سخۃ[6] فحکایۃ ذٰلک اما علٰی طریق الملقی لہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کما ذکرنا او اظھار ان الدنیا لا تصلح للالتفات او

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۴۵۱

۲– نصب الرایۃ(مخطوطۃ)

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار 478/2

۴– حکہ(مخطوطہ)

۵– بالتحمل(۰)

۶– و نسخۃ(۰)

غیر ذٰلك من المقاصد الحسنة فهو محمود و ان حکی ذٰلك ازلاء به صلّی اللّٰه علیه وسلّم کفر و لا یعلم ذٰلك الامن خارج و منها ما یترجح فیه جانب[۱] الاستخفاف فیحکم به مالم یدل دلیل علٰی خلافه کالقاء المصحف فی القاذورات[۲] و کشف السوءة عند[۳] ذکر النبی صلّی اللّٰه علیه وسلم فاتقن هٰذا الاصل تنفعك[۴] فی الجزئیات و اللّٰه تعالٰی اعلم و انظر ما فی رد المحتار جلد ۳،صفحة ۴۳۸۔

166–قوله

لم تعص الانبیاء۔[۵]

اقول

و قع فی الاشباہ لم یعصوا فقال الحموی الظاهر انه لم یعصموا کیف و قد ذهب اکابر المحققین من اهل السنة انهم علیهم الصلٰوة و السلام لم یعصوا اللّٰه تعالٰی اصلا لا بعد النبوة و لا قبلها منه القاضی عیاض قلت و ابن حجر المکی فی افضل القرٰی و الزواجر۔

167–قوله

لم یخلق اٰدم و هو خطا۔[۶]

اقول

اقول بل الصواب المجمع علیه الوارد فی صحاح الاحادیث فاحذر هٰذا الخطا۔

۱– جانب جانب (مخطوطة)

۲– قاذرات (مخطوطة)

۳– عندنا (مخطوطة)

۴– تنفك (مخطوطة)

۵– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۴۷۹

۶– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۴۷۹

168–قولہ

بعث رجل بعینہ۔[1] •

اقول

و فیہ نظر فان النصوص المتواترۃ علٰی ما فیھا من الکثرۃ کما اثبتت البعث مطلقا کذا اثبتت البعث المطلق و ھو ایضا من الضروریات لا شک فلیتامل۔

169–قولہ

و لم یتصادقا علی الوکالۃ۔[2]

اقول

صوابہ لم ینصا علی الوکالۃ منھا کما نقلہ ش عن ط۔

170–قولہ

قلت ذکر ھو قبلہ عن الطحطاوی۔[3]

اقول

نعم ذکر ذٰلك لکن عقبہ بتصحیح خلافہ و لذا قال ش العجب عن نقل صدر عبارۃ البحر و لم ینظر تمامھا الخ مرضا بہ علی الفاضلین المحشین۔

171–قولہ

من الطریق لھم ذٰلك۔[4]

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۴۷۹

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/ ۵۱۸

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۵۳۲

۴– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۵۳۶

اقول

اذا کان الطریق للعلامة و لم یضر ذلك بالمارة و کان المسجد محتاجا الی التوسیع نص علی ذلك الزیلعی و الدر ایضاً و غیرهما۔

172–قوله

و صرح به الزیلعی۔[1]

اقول

بلفظ عند الدال بظاهره علی انه ظاهر الروایة و لکن قد علمت ما فی الدر وغیره۔

173–قوله

و لو فوض المتولی الامر لغیره لا یصح۔[2]

اقول

و ان اوصی بالتولیة جاز و کان الوصی هو المتولی بعد کما فی الخیریة صفحة ۱۸۵ و یاتی فی ط (طحطاوی) آخر صفحة ۵۵۶۔

174–قوله

لا یثبت الحق للمفروغ۔[3]

اقول

و لا ینعزل هذا الفارغ الا اذا کان بعلم من الواقف او القاضی کما یاتی متنا۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ۲/ ۵۳۷

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ۲/۵۴۴

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار ۲/۵۴۴

175–قوله

و ان فی مرضہ۔[1]

اقول

و نازعه الحموی لا نجارة[2] الی ابطال شرط الواقف۔

176–قوله

بان الوقف صحیح۔[3]

اقول

ای لازم لزوم الواقف فلا یملك سلطان اٰخر ابطاله ولیس المراد انه وقف صحیح شرعی یجب اتباع بشروطه کما حققه العلامة الشامي رحمه اللّٰه۔

177–قوله

فی المشتری من بیت المال۔[4]

اقول

یعنی اذا علم الشراء و لم یعلم[5] من انه حقیقی ام لا یحمل علی الصحة اما ما لم یعلم فیه نفس[6] الشراء فهٰذا لا یحمل علی الصحة و لا یکون الا وقفا صوریا لان وقفه لا یستلزم شرائه کما حققه الفاضل الشامي رحمه اللّٰه۔

١– حاشية الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/٥٣٣

٢– لا تجارة (مخطوطه)

٣– حاشية الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/ ٥٣٨

٤– حاشية الطحطاوی علی الدرّالمختار ٢/ ٥٣٨

٥– لیس هٰذا اللفظ فی مخطوطة

٦– تنفس (مخطوطة)

178–قوله

و بعدہ عطف۔[1]

اقول

تبع فیه السید الحموی و انظر ما کتبنا علیه۔

179–قوله

و لا مانع من عطفه۔[2]

اقول

بل هو المتعین کما بینا ثمه۔

الجزء الثالث

180–قوله

بیع المضطر و شراؤہ فاسد۔[3]

اقول

و انظر[4] الی حکایة الامام[5] مع الاعرابی فی بیع الماء المذکورة فی الاشباہ و لعلها لم یثبت عن الامام فافهم۔

۱– حاشیه الطحطاوی علی الدرّ المختار ۲/۵۷۴

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۵۷۴

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۶۷

۴– ونظر (مخطوطة)

۵– العام (مخطوطة)

181–قوله

و لا یفعل ذٰلك فی غیر الدنانیر۔[۱]

اقول

و لیس للغریم ان یاخذ الدنانیر بنفسه اذا کان دینه دراهم و لا العکس علٰی ظاهر الروایة مصحح قاضیخان فی باب الصرف و الفتوٰی فی زماننا علٰی مذهب الامام الشافعی و انظر ما سیاتی فی الحجر۔

182–قوله

و لو استهلکه بطبخه۔[۲]

اقول

هٰذا التعمیم مستقیم علٰی مذهب الصاحبین فان عندهما لا یملك الغاصب بتغیر المغصُوب و استهلاکه مالم یؤد قیمته او یضمن اما علٰی مذهب الامام فیملك لٰکن السبب خبث فیکون کالمشتری فاسدا فینبغی ان یطیب للمشتری فیه لان سبب الخبث مقتصر علی الغاصب و لا یتعلق حق المغصوب منه بعین المغصوب بعد التغیر و الا ستهلاك لا نتقال حقه الی الضمان بل قد حققنا ان حصول الملك بذٰلك مجمع علیه بین ائمتنا کما بینا علٰی هامش رد المحتار من الغصب۔

183–قوله

کذا فی البحر عن البزازیة۔[۳]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۷۳/۳

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۸۲/۳

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۸۶/۳

اقول

لیس بلفظ الصحیح فی البزازیة أخر الفصل العاشر من البیوع۔

184-قوله

افاده فی الهندیة۔[1]

اقول

و کذا فی الخانیة من باب الصرف۔

185-قوله

ان ذکر علی سبیل الاستمهال۔[2]

اقول

مفاد العبارة ان هذا التشقیق فیما لا تعامل فیه فیکون الفساد مشروطا بشرطین احدهما عدم[3] التعامل و الأخر الذکر علی وجه الاستمهال و الصحة تحصل باحد الامرین التعامل او الذکر علی سبیل الاستعجال و لیس کذلك بل الامر بالعکس فالصحة مشروط بشرطین التعامل و عدم الاجل للاستمهال و الفساد یحصل باحدهما فلیتنبه۔

186-قوله

اهل المذهب عدة۔[4]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۱۰۶

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۱۲۶

۳- قدیم (مخطوطة)

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۱۲۶

اقول

فمنھا الحاکم الشھید کما فی القھستانی۔

187–قولہ

فالاولٰی حذفہ لیتاتی الخلاف۔[1]

اقول

فیہ ان البیع اذا کان مطلقا و لا ذکر فی نفس العقد لشرط الفسخ و عدم اللزوم صریحا و لا دلالۃ و انما وعد ذٰلك من بعد و لم یکن غبنا فاحشا بعلم البائع و لا وضع رابح علٰی اصل الثمن فلا یجعل رھنا البتۃ و قد مرّ[2] ان بیع الوفا ھو الذی یذکر فیہ الفسخ فی سنخ العقد ھٰکذا فسر فی البحر الرائق و الھندیۃ و جواھر الفتاوٰی و حاشیۃ الفصولین و العنایۃ و الکفایۃ و المحیط و غیرھا و فیہ تجری الاختلافات اما ما ذکر فی القیل الثالث من التفصیل فاستقصاء للصور المحتملۃ فی المسئلۃ و ان لم یکن بعضھا بیع وفا فسقط قولہ لیتاتی الخ فافھم۔

188–قولہ

و ھو الصحیح۔[3]

اقول

و ینبغی استثناء ما کان معھود الان المعروف کالمشروط۔

189–قولہ

و اصلاح المھم مستحق علیہ دیانۃ۔[4]

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۴۳/۳

۲– و الامر (مخطوطۃ)

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۷۷/۳

۴– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۷۷/۳

اقول

افاد ان کل ما کان مستحقا علی اخذ دیانۃ فلا یجوز اخذ شیء علیہ فافہم۔

190–قولہ

بحر و قال فی الہندیۃ۔[1]

اقول

من بعد قولہ تتمۃ الی ھٰھنا کلہ من البحر۔

191–قولہ

و تجو از المصانعۃ للاوصیاء۔[2]

اقول

ای اعطاء شیء رشوۃ لدفع ظلم الظلمۃ اذ علموا ان لو منعوا زادت المؤنۃ او نقصت الاموال انظر الی الہندیۃ من باب الوصیۃ۔

192–قولہ

حیلۃ الاستئجار المتقدم انتہٰی۔[3]

اقول

عبارۃ الخلاصۃ و الثالث الاھداء لدفع[4] الظلم عن نفسہ و ھو حرام علی الأخذ و الحیلۃ ان یستاجرہ ثلثۃ ایام او نحوہ لیعمل لہ ثم یستعملہ اذا کان فعلا

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/ ۱۷۷

۲- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/ ۱۷۸

۳- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/ ۱۷۸

۴- الابداء لدی(مخطوطۃ)

یجوز کتبلیغ الرسالة و نحوہ و ان لم یبین المدة لا یجوز الخ۔

اقول و یدل علٰی انه لا یحل الاخذ علٰی دفع الظلم و ان کان الظالم غیرہ فان حیلة الاستیجار انما یکون فی امر[1] جائز فیدل علٰی ان دفع الظلم عن المظلوم مستحق دیانة علٰی کل من یقدر علیه فلا یجوزله اخذ الاجر علیه و کان ھٰذا ھو المراد بقول البحر المار اصلاح المھم المستحق علیه دیانة بدلیل قول الھندیة المارعن المحیط اذا اعطاہ بعد ان سوّٰی امرہ و نجاہ من الظلمة الخ و حینئذٍ لا حاجة الٰی ما کتبت علٰی قول البحر المذکور ۲۸۶/۶ ما نصه اقول لعلّ ھٰذا اذا کان مقررا علیه من جھة السلطان بمشاھرة فیجب علیه بحکم الاجارة فافھم، و انظر ما کتبنا علٰی ش ۲۷۱/۴۔

193–قوله

یخص الانبیاء کاٰدم و داوٗد۔[2]

اقول

و قد ورد فی الحدیث فان فیھا خلیفة اللّٰه المھدی و ینادی من السماء ھٰذا خلیفة اللّٰه المھدی فاسمعوا له و اطیعوا۔

194–قوله

لان الصحابة تقلدوہ معاویة۔[3]

اقول

ما اشنع[4] مثالا و افظعه[5] لا یستجنر به الفسفقة الظلمة الھمزة اللمزة الذین

۱– عندئذ (مخطوطة)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۸۱/۳

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۱۸۱/۳

۴– ماشنعه(مخطوطة)

۵– حافظعه(مخطوطة)

فی قلوبھم مرض الٰی تسکین بغض عظیم من صحابۃ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم و القصد المتعین المفترض علٰی کل مسلم ان الجائر ھو الواضع شیئا غیر موضعہ کما ان العادل ھو الذی یضع کل شیء موضعہ و لا شک ان السید معاویۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ لما خرج علی الامام المرتضٰی و الخلیفۃ المجتبی و لقد کانا و اللّٰہ امامی حق و خلیفتی و صدق و ادعٰی ما ادعی فقد وضع الشیء فی غیر موضعہ اذلم یکن غیر السمع و الطاعۃ فی وسعہ و لیس قولھم ھٰذا باعجب من قول النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لحواریہ و ابن عمتہ واحد عشرتہ سیدنا و مولانا زبیر بن العوام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ تحاربہ ای سیدنا علیا کرم اللّٰہ وجھہ احسن تکریم و انت ظالم لہ او کما قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فلیس لفظ الجائر اکبر من لفظ الظالم و الایمان یشھد بانہ لم یرد ھٰھنا ما ارتکن فی الاذھان الاما ذکرنا فی تاویل الجوار من وضع الشیء فی غیر موضعہ فان کان ھٰذا الوضع عن تعنت و عناد فھو المذموم المشوم او عن خطا فی اجتھاد فصاحبہ معذور و ماجور غیر ماذور قطعا فیقبح ھٰذا[1] اللفظ لان فیہ فتح باب انتھاک حرمۃ الاصحاب۔

195–قولہ

فلان المقلد ما قلدہ۔[2]

اقول

الذی قلدہ للقضاء و جعلہ قاضیا۔

196–قولہ

لم یظھر معنٰی ھٰذہ العلۃ۔[3]

۱– و مع (مخطوطۃ)

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/ ۱۹۸

۳– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/ ۲۵۹

اقول

الحمد للّٰہ۔ معناہ واضح فان الذی لا یکتفی بقولہ[1] انما عدل لیمشی شھادۃ نفسہ اذ لولاہ لردت بالوحدۃ۔

197–قولہ

فیہ ان المقصود۔[2]

اقول

فیہ ان عرف من التعریف لا من المعرفۃ فسقط الاعتراض راجع ما علقنا علی رد المحتار۔

198–قولہ

فیہ تعلیل الشیء بنفسہ۔[3]

اقول

ان تقول انہ تعلیل لعدم افادۃ اجازۃ المالک شیئا لا لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ حتی یکون مصادرۃ علی المطلوب و المعنی انہ لما صار غاصبا فلا یملک المالک قلب الغاصب[4] مضاربۃ باجازتہ فتبصر فلعل الحق لا یتجاوز عنہ و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

199–قولہ

تربو الفاسدۃ علی الصحیحۃ۔[5]

١- بقول(مخطوطۃ)
٢- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ٣/٢٩٢
٣- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ٣/٣٦٢
٤- قلب الغصب (مخطوطۃ)
٥- حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ٣/٣٦٢

اقول

لانه ان لم تربحه الصحیحة لا شیء له۔

200–قوله

لانه صریح۔[1]

اقول

قیل الا من السلطان فهبة کما فی الهندیة۔

201–قوله

و القبض شرط ثبوت الملك۔[2]

اقول

فی نسخة الهندیة التی عندی لفظ قبول[3] مکان القبض و هو الظاهر للتفریع۔[4]

202–قوله

ما فی المحیط بما قالوا لو وضع ماله۔[5]

اقول

علی النسخة التی عندی فلا تایید بل هو مخالف لما فی المحیط فانها ان[6]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۸۵

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۹۳

۳- و ایضا فی النسخة المطبوعة من نورانی کتب خانه بشاور، لفظ قبول

۴- ان التفریع (مخطوطة)

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۹۳

۶- فانهان (مخطوطة)

ثم دل علی عدم اشتراط القبول ایضا مع ان المحیط انما ینکر الرکنیة دون الاشتراط و قد اجبنا عن استدلال القهستانی، هٰذا علی هامش رد المحتار و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

203–قوله

و عدم صحتها بخیار[1]

اقول

و لٰکن قال القاضی الامام فی الخانیة و لو وهب شیئا علی ان الواهب بالخیار ثلاثه ایام صحت الهبة و بطل الخیار لان الهبة عقد غیر لازم فلا یصح فیها شرط الخیار و هو[2] کما ترٰی صریح فی ما یفیده المتن و ان کان مخالفا لما یعطیه تفریع الشرح فافهم و حرر۔

ثم رایته صرح فی الخانیة متصلا بما نقلته مقدما علیه لو وهب غلاما او شیئا علٰی ان الموهوب له بالخیار ثلٰثة ایام ان اجاز قبل الافتراق جاز و ان لم یجز حتی افترقا لم یجز انتهٰی[3] فاما عدم[4] صحة الشرط فیما اذا کان الخیار للواهب و عدم صحة الهبة فیما اذا کان للموهوب له فکلام المصنف رحمه اللّٰه مطلق فی محل التخصیص و تفریع الشارح رحمه اللّٰه تفریع علی المضاد ثم الذی ظهر لی من الفارق بینهما ان الهبة بنفسها لا تلزم فاشتراط الخیار فیها للواهب لغو فیلغو الشرط کما افاده بقوله لان الهبة عقد غیر لازم الخ بخلاف البیع فانه لازم جازم فیصح ان یشترط البائع الخیار للمشتری[5] و کذا المشتری

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ۳/۳۹۳

۲- فتاوٰی خانیة علی هامش الفتاوی الهندیة، ۳/۲۶۶

۳- فتاوٰی خانیة علی هامش الفتاوٰی الهندیة ۳/۲۶۶

۴- فافاد عدم (مخطوطة)

۵- التردی (مخطوطة)

و اما اذا کان الخیار للموهوب له فهٰذا اضرار بالمتبرع و حجر له عن التصرّف فی ماله الٰی ثلاثة ایام مثلا و شخوص بصر الی الموهوب له هل یقبل امر یرد ففیه قلب الموضوع مع ان الخیار فی القبول خفة۔[5] و انما جاز فی البیع دفعا للحاجة کیلا یغبن و ههنا لا حاجة فلا یشرع فبقی منافیا للقبول علٰی اصله لا نه بناء علٰی محظور متردد مشکوك فاذا افترقا عن خیار للموهوب له فکانما افترقا من دون قبول و معلوم ان القبول اذا لم یکن فی المجلس لم تصح الهبة فکذا هٰذا ما ظهر للعبد الضعیف فافهم و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

204–قوله

الا کل و الاخذ۔[2]

اقول

الذی فی الخانیة و الهندیة[3] و غیرهما حل الاکل دون الاخذ و الا عطاء و دلیله فی الخانیة۔

205–قوله

شیخ الاسلام۔[4]

اقول

و الامام قاضی خان۔

206–قوله

و فی قرضه فانه یجوز اجماعا۔[5]

۱- حقیقه (مخطوطة)

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۹۴

۳- فتاوٰی هندیة ۴/۳۸۱

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۹۶

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۹۶

اقول

کان اعطاہ الفا نصفھا قرض و نصفھا ثمن ما اشترٰی مثلاً۔

207–قولہ

و لو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ۔[1]

اقول

ھو الصحیح و ھو المختار و ھو ظاھر الروایۃ و علیہ العمل و علیہ اعتماد الشامی و الفتوٰی بخلافہ انما ھی فی بعض الفتاوٰی فلا ترجح علی ظاھر الروایۃ المصحح المختار و ان کان فی الجانب الاٰخر لفظ بہ یفتی و تمامہ فیہ فلیراجع۔[2]

208–قولہ

عن قصد الاضرار و قال فی الخانیۃ۔[3]

اقول

التفصیل بہ انما کان فی صورۃ التفصیل و ما بھبۃ الکل من احدھم فاضرار مطلقا فلم یرد العلامۃ الطحطاوی بنص البزازیۃ ھٰذہ المسالۃ و انما اراد لقولہ[4] و عند الثانی التنصیف و ھو المختار اطلاقا[5] عن قصد الاضرار بخلاف ما مر فی الدر المختار من ان التسویۃ انما ھو عند قصدھم فافھم۔

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۹۶

۲- فتاویٰ شامی ۴/۵۱۱

۳- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۴۰۰

۴- قولہ (مخطوطۃ)

۵- اطلقہ (مخطوطۃ)

209–قوله

علی انه یجوز بدون تسلیم و انه غیر الهبة[1]

اقول

نقل مجهول لا معقول و لا مقبول اما الجهالة فلان المفتاح لیس من کتب المذهب و اما انه غیر معقول فلان التملیک حالا اما للعین او للمنافع و کل اما بعوض او مجانا هٰذا تقسیم حاصر عقلی لا امکان لخروج قسم عنه و معلوم بدایة ان هٰذا الشیء الذی ذکر لیس تملیک المنافع و لا تملیک العین بعوض فاذن لیس تملیک المنافع و لا تملیک العین بعوض فاذن لیس الا تملیک العین حالا مجانا وما هو الا الهبة و به فسرت فی المتون و قال قاضی زاده فی نتائج الافکار الهبة فی الشریعة تملیک المال بلا عوض کذا فی عامة الشروح بل المتون و ما عهد من الشرع المطهر قط عقد یکون لتملیک العین فی الحال بلا عوض و لا یکون هبة و لو کان لو جب ان یخصه[2] له کتاب او باب اوفصل او اقل شیء فی کتب المذهب کما عقدت الکتب للبیع و الهبة و العاریة و الاجارة لٰکن ترٰی کتب المذهب عن اٰخرها خالیة عن ادنٰی ایماء الٰی ذٰلک فاذن هو عقد غیر معهود من الشرع بل و معروف فی عرف الناس قاطبة فانك لو اخبرت احدا ان زیدا ملك داره من عمرو مجانا فی الحال لم یفهم[3] منه احد[4] الا هبة ولا یطرؤ ببال صبی عاقل[5] و لا عالم فاضل[6] غیرها و قد علل فی الهدایة و غیرها عامة الکتب المتعلقة اشتراط القبض فی الهبة بانه عقد تبرع و فی اثبات الملك قبل

1- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار 409/3
2- یعضه (مخطوطة)
3- یضمم (مخطوطة)
4- احمد (مخطوطة)
5- و لا یطربیال صبی علی قل (مخطوطة)
6- فافضل (مخطوطة)

القبض الزام المتبرع شیئا لم یتبرع به و هو التسلیم فلا یصح ا ھ[1] والتمسك بمسئلة الاقرار ادل دلیل علی ان ھذا الکلام لم یصدر عن فقیه فانه انما کان المراد مؤاخذة باقراره فهل یستدل به علی ان التملیك یصح من دون ایجاب من المملك اصلاثم لا شك انه[2] لو اقر بالبیع جاز فهل یستدل به علی ان البیع یتم من جانب البائع و حده لانه لیس ھھنا شیء من جانب المشتری بل الشیء الذی غفل عنه ھذا الاستدلال[3] ان الاقرار اخبار[4] من وجه کما انه انشاء من وجه فلشبه الاخبار یؤاخذ بامثال القرار لا لانه انشاء عقد لا یحتاج الی القبض الا تری انه لو اقر لغیره بنصف[5] داره مشاعاصح کما فی الدرر وغیره و لیس[6] ذلك الالشبه الاخبار و لو کان انشاء لم یصح کما نصوا علیه مع وجوب الصحة علی و ھم ھذا الواھم ان التملیك قد تقدم فی الاقرار متنا و شرحا جمیع مالی اوما املکه له ھبة لا اقرار فلا بدمن التسلیم بخلاف الاقرار ا ھـ[7]

فقد افاد ان لام التملیك تفید الهبة و یشترط التسلیم و ان عدم اشتراط فی الاقرار من جهة انه اخبار من وجه لا ان ھھنا عقدا لایحتاج الی التسلیم و النکتة فیه ان التملیك یعم البیع و الهبة فاذا اقر بانه ملك الثمار و ھی علی الاشجار صرف الامر الی البیع مواخذة له باقراره و تصحیحا للکلام فیما امکن بخلاف ما لو اقربانی[8] قد ملکته من فلان قبل و لم یبحث عن الشغل و البعض

۱- هدایة اخیرین صفحة۲۸۱

۲- حجاب (مخطوطة)

۳- ھذا استدلال (مخطوطة)

۴- اقار (مخطوطة)

۵- نصف (مخطوطة)

۶- لیس (مخطوطة)

۷- حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار ۳/۳۳۰

۸- بالی (مخطوطة)

و غیرھما لان الاقرار بالتملیک اقرار بخروجه عن ملکه الٰی ملک المقرله و لا یصح[1] ذٰلک فی التبرعات الابالقبض المفرز فالا قرار به اقرار بالهبة و بالا قباض معا بخلاف ما لو اقرا فی وهبته فان صدور الهبة من المواهب لا یستلزم الاقباض فلا یکون اقرار بحصول الملک للموهوب له هٰذا هو الفرق بین الاقرارین لا ما زعم ان التملیک لا یحتاج الی القبض و لولا ذکر[2] هٰذا الدلیل لا یقنا ان هٰذا النقل و الفتوٰی مکذوب به[3] علی المشائخ و لٰکن باستدلاله[4] تبین ان الخطا فی الفهم و قد قدمنا نصوصا قاطبة بان التملیک هٰهنا هبة و قد اعترف به هٰذا الفاضل فی صدر کلامه[5] ان التملیک یکون فی معنی الهبة و تم[6] بالقبض فاذا کان تمامه بالقبض فکیف یجوز بدون التسلیم ثم العجب اشد العجب ان الاختلاف کان فی انه لو قال ملکتک هٰذا هل یکون هبة ام لا یصح اصلا لان التملیک اهم کما قدمنا عن رد المحتار و الاٰن جاء تنا الفتوٰی بانه صحیح طلقا حتی بلا قبض بل هٰذا اعجب عجاب و قد اسمعناک نص۔[7]

التتمة و جامع الفصولین و الخیر الرملی و العقود الدریة ان المحضر المکتوب فیه ملکه تملیکا صحیحا فاسد غیر مقبول لان جهة التملیک فیه مجهول و من قبله قبله حملا له علی الهبة و الاٰن صار مقبولا لانه عقد جدید مخترع لم یعهد فی شرع و لا عرف و ان قوله موت المقرّ بمنزلة التسلیم بالاتفاق خرق للاجماع الناطق بان موت احد العاقدین قبل التسلیم مبطل فالحق ان هٰذا النقل

۱- و لا حج (مخطوطة)

۲- ذکرہ (مخطوطة)

۳- مکذون (مخطوطة)

۴- باستر لابه (مخطوطة)

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار 392/3

۶- و هم (مخطوطة)

۷- سمعنٰک (مخطوطة)

المجھول غیر المعقول[1] مما لا یحل الاعتماد بل یسوغ الالتفات الیه و باللّٰه العصمة و التوفیق۔

210–قوله

اخبار لا تملیک۔[2]

اقول

کذا نقل عنه اعنی عن الطحطاوی[3] فی قرة العیون و هو الصواب۔

211–قوله

لیس له التصرف فیه۔[4]

اقول

و کذا اذا کتب فیه اقراہ و اوصله الٰی فلان فلیس له التصرف فیه و انما علیه ان یرد الی المالك او یوصل الٰی فلان۔

الجزء الرابع

212–قوله

یحب بالغا۔[5]

اقول

ای و ان زاد علی المسمی۔

۱– الغیر لا مقبول (مخطوطة)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۰۹

۳– ط (مخطوطة)

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳/۳۰۹

۵– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۲/۲۴

213–قوله

من الحلية ۱ھ من المقاصد الحسنة۔[۱]

اقول

ھٰکذا نقل عنه الشامی و سکت[۲] علیه مع ان حلیة الاولیاء من تصانیف الحافظ ابی نعیم دون الحافظ ابی القاسم سلیمٰن الطبرانی۔

214–قوله

حکما له بعد صحتها۔[۳]

اقول

لا ینافی کون الشیء حکما کون ذکرہ شرطا و الحکم انما یترتب علی الشیء المستجمع لشروطه و قولهم عقد کذا انما یکون معناہ أتی بکل ما یشترط فیه فان کان ذکر العقل و الارث شرطا کان معنی قول ابراهیم والاہ ان قال له والیتك علٰی ان ترثنی[۴] و تعقل عنی کما ان معنی قوله الرجل الرجل الرجل الخ المجهول النسب الغیر العربی الذی لیس له ولاء عتاقة و لا موالاۃ مع احد قد عقل عنه۔

215–قوله

اذا قال والیتك و قال الأخر قبلت۔[۵]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۲۷

۲- و سکت (مخطوطة)

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۲۰

۴- ان تری ثنی (مخطوطة)

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۲۰

اقول

و یحتمل ان ھٰذا تعویض عن مجموع العبارة المذکورة اولا اوعن قوله انت مولای فقط[1] فتبقی بقیة العبارة مما لھا لا جرم اذ قال ملك العلماء تلمیذ صاحب التحفة فی شرحھا البدائع التی قد عرضھا علی المصنف فزوجه ابنته او یقول والیتك[2] فیقول قبلت بعد ان ذکر الارث و العقل فی العقد۔

216–قوله

ما یدل علی عدم اشتراط۔[3]

اقول

ای ما یکون نصا فیه کما قد عرفت۔

217–قوله

رده علی الجواز۔[4]

اقول

اجبنا عن ھٰذا علی ھامش رد المحتار۔

218–قوله

قد سبق ما فیه۔[5]

اقول

قد سلف فیه۔

۱- فقد (مخطوطة)

۲- و السکت (مخطوطة)

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۷۰

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۷۰

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۷۱

219–قوله

او التسری فان ذٰلك۔[1]

اقول

اجبنا عنه علی هامش رد المحتار فارجع الیه۔

220–قوله

قبول الهبة و الاسلام۔[2]

اقول

یعنی اذا کان ممیزا و الا لا یصح الاسلام کاسلام ذاهب العقل اصلا لانه اذ عان و اعتقاد و لا اذعان لهما۔

221–قوله

ان کان مضیعا لماله۔[3]

اقول

من کان مضیعا لماله فی الشرفانه فاسق لا تقبل شهادته بهٰذا یعلم حکم اللاعبین بالنار فی لیلة البراء ة و غیره و حکم الذین یستصنعون من القرطاس لعبات یطیرونها فی الهواء و هٰذان الامران شائعان فی الهند بل و غیره ایضاً و حسبنا اللّٰه۔

222–قوله

فی البزازیة۔[4]

١- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۷۹

٢- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۸۰

٣- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۸۳

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۱

اقول

و فی الھندیۃ اخذ دراھم من مال الصغیر فصرفھا فی حاجۃ نفسہ ثم رد مثلھا الی الصغیر لا یبرؤ الا بابراء الصغیر بعد بلوغہ او کما قال یراجع الیھا من باب الوصی۔

223–قولہ

و ان ضم النقد یورث الخبثہ قھستانی۔[1]

اقول

عندی فیہ کلام ذکرناہ علٰی ھامش رد المحتار۔

224–قولہ

فی تناول المشتری فان الربح۔[2]

اقول

فی رد المحتار عن التبیین لا یحل لہ التناول منہ قبل ضمان القیمۃ و بعدہ[3] یحل الا فیما زاد علٰی قدر القیمۃ و ھو الربح فانہ لا یطیب لہ و یتصدق بہ ۱ھ فافاد ان حکم الربح غیر حکم الاصل فی بعض الصور[4] قلت و یمکن ان یکون کلام الطحطاوی فیما اذا لم یؤد الضمان فانہ حینئذٍ یکون الاصل و الربح کلاھما خبیثین حیث یحکم بالخبث۔[5]

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۴/۱۰۵

۲– حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۴/۱۰۵

۳– ثم رایت فی الھندیۃ عن التبیین انہ صرح بھٰذا اعنی حل التناول من الاصل بعد الضمان لا من الربح فی صورۃ النقد ایضا حیث قال بعد ذکر مذھب الکرخی قال مشائخنا لا یطیب بکل حال ان یتناول منہ قبل ان یضمنہ و بعد الضمان لا یطیب الربح بکل حال و ھو المختار الخ۔ ۱۲منہ

۴– ای عند الکرخی فیما اذا اشار و نقد و فی القول المختار مطلقا۔ ۱۲منہ

۵– و لعبدہ(مخطوطہ)

225–قوله

لو شرٰی بالف۔[1]

اقول

قبل اداء الضمان۔

226–قوله

و یصرفونها الٰی حوائجهم۔[2]

اقول

لعدم الملك فیعمل فی النقود ایضا نعم یزول بعد اداء الضمان فیباح الاکل و الفرط و کما حققنا علٰی هامش رد المحتار۔

227–قوله

به امته لا یحل وطؤها و لو غصب۔[3]

اقول

هٰذا خلاف الصحیح، مالم یؤد الضمان۔

228–قوله

باحدهما امراة۔[4]

اقول

ای بدراهم الغصب او الودیعة۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۵

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۵

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۵

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۵

229–قوله

لا یحرم التناول لعدم تعلق العقد۔[1]

اقول

هٰذا هو الموافق للضابطة المذکورة فی البیع الفاسد ان کان الکلام فیما اذا نوی الضمان فانه ح بملکه و لو ملکا خبیثا و قد تقدم ان الخبث ان کان لفساد الملک لا یحل فیما لا یتعین فیطیب الربح ای من دون تفصیل بین عقد و نقد اما ما یفیده ظاهر اطلاقه من الجواز مطلقا سواء ادی الضمان اولا فمخالف للضابطة قال الخبث اذا کان لعدم الملک عمل فیما یتعین و فیما لا یتعین فکیف یحل التناول فافهم فان المقام من تزال الاقدام و قد حققنا الامر فی هامش رد المحتار من کتاب الغصب و من البیع الفاسد فلیراجع و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

230–قوله

انه لا ینقطع۔[2]

اقول

و مشٰی فی الخلاصة علی الانقطاع۔

231–قوله

او کانت دینا علیه ا ھ مکی۔[3]

اقول

ذکر المسئلة اوضح و ابین مما هٰهنا فی غصب الشاة عن السراج الوهاج صفحة ۵۵۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۵

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۶

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۶ اهمکی (مخطوطة)

232–قوله

و روایة عن ابی حنیفة۔[1]

اقول

ھٰذا صریح فی انه خلاف ظاھر الروایة[2] عن الامام لٰکن فی الخلاصة و الھندیة و غیرھما انه قول الامام الاعظم و الاستحسان قولھما و علیه الفتوٰی لٰکن ذکر فی البزازیة ان الامام نجم الدین النسفی کان ینکر ان یکون ھٰذا قول الامام و العلم عند اللّٰه فان قلت علٰی تقدیر ان یکون ھٰذا قول الامام ما الفرق بینه و بین المبیع فاسدة فان الامام لا یحل الانتفاع[3] به مع وجود الملك فیھا خبیثا قلت لعله یفرق بینھما بان المغصوب بعد التغیر لا یرد بخلاف المبیع فاسدة فانه واجب الرد بحکم التفاسخ الواجب لحق الشرع فکان حق الغیر متعلقا بعینه بخلاف المغصوب المغیر فافھم و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

233–قوله

بما ذکر فی الکتٰب۔[4]

اقول

تفید[5] الاطلاق البدایة و[6] لعل المراد به المبسوط ولا یمکن ارادة مختصر القدوری کما ھو المعروف عندھم عند اطلاق الکتاب لان القدوری تلمیذ تلمیذ تلمیذ الکرخی۔

۱- الوایه (مخطوطة)

۲- الاتفاء (مخطوطة)

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۶

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۶

۵- تقیید (مخطوطة)

۶- لیس "و" فی مخطوطة

234–قوله

و ذکرہ المصنف فی شرحہ۔[1]

اقول

و یؤیدہ تعبیر الخانیۃ ان لصاحب الاکثر ان یملک الأجر القیمۃ۔[2]

235–قوله

و انہ احسن[3] و نحن نفتی۔[4]

اقول

الذی فی القھستانی و فی العقود عنہ حسن بلا ھمزۃ التفضیل۔

236–قوله

و علیک بالمراجعۃ فانی ضعیف۔[5]

اقول

و وجھہ[6] الشامی[7] بتوجیہ ثالث فقال ای اذا کان ذٰلک البیت مشرفا علی العدو فللغزاۃ دخولہ فتقاتلوا العدو منہ او نحو ذٰلک فتامل ۱ ھ اقول و یظھر لی توجیہ رابع و ھو ان بعض الکفرۃ اذا تکامنوا فی بیت رجل ذمی[8] او مسلم و

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۶

۲– ان تملیک الأخر لظمتینۃ(مخطوطۃ)

۳– احر (مخطوطۃ)

۴– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۱۰۸

۵– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۹

۶– و طبہ (مخطوطۃ)

۷– الشامی (مخطوطۃ)

۸– و فی (مخطوطۃ)

الغزاة یرون قتله و صاحب البیت لا یاذن لهم فی ا دخول جاز لهم الهجوم و لو فیه الحریم فان صاحب البیت هو الذی اسقط الحرمة بنهیه ایاهم و خامس و هو ما اذا اراد الغزاة الالتجاء الٰی بیته لحاجة او مصلحة۔

ثم اقول و یمکن ان یکون کل ذٰلك مرادا فان الضابطة[1] ان مواضع الضرورة مستثناة کما فی الغمز عن التجنیس و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

237–قوله

لان اخذ الاجرة اجازة۔[2]

اقول

عجیب فان الاجازة لا تلحق بالمعدوم و شرط صحة الاجازة قیام المعقود علیه و هو المنافع هٰهنا و قد عدمت نعم یجری هٰذا التعلیل فیما اذا استعجل الاجرة قبل انتفاء المستاجر بالمستاجر فرد الٰی مالك۔

238–قوله

لا یجوز دخول بیت انسان۔[3]

اقول

هٰذه المسائل من الاشباه و لم یتکلم الحموی علٰی قوله الا فی الغزو لشیء۔

239–قوله

انه افضل العلماء فی زمانه۔[4]

۱– الظابط (مخطوطة)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۹

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۰۹

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۲۹

اقول

الذی فی المنقول عنه صفحة ۴۴۳ و قد ایده ما صح عندنا ان افضل العلماء فی زمانه و اکمل العرفاء فی اوانه زین الملة و الدین ابو بکر البانباری قد رای فی المنام انه شافعی المذهب الخ۔

240–قوله

و لا عبرة بغیر الفقهاء و المنقول۔[1]

اقول

اذا وقع کلامهم مخالفا للفقهاء۔

241–قوله

ان یقال کجزء منها فیحل و یحرر۔[2]

اقول

لا احتمال لهٰذا بعد ما نصوا ان المضغة نجسة و کذا الولد اذا لم یستهل و معلوم ان کل نجس حرام۔

242–قوله

و الذکر و الانثیان و المثانة۔[3]

اقول

بقی الفرج و المرارة فانهما ایضا مکروهان کما سیاتی اٰخر الکتاب فی مسائل شتّی۔

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۵۳

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۵۵

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۵۷

243–قوله

و کذا الدم الذی یخرج من اللحم۔[1]

اقول

لکن فی رد المحتار قوله و الدم المسفوح اما الباقی فی العروق بعد الذبح فانه لا یکره و سیذکره الطحطاوی[2] بمثله فی مسائل شتّٰی۔[3]

244–قوله

هل الکراهة تحریمة۔[3]

اقول

فی الذکر و ما بعده۔

245–قوله

عن العینی الجریث بکسر الجیم۔[4]

اقول

صوابه الوانی فان عبارة ابی السعود الجریث سمکة متوطؤ قاله العینی و قال الوانی الجریث بکسر الجیم۔

246–قوله

قد علمت ان الکراهة۔[5]

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۱۵۷

۳- ط (مخطوطه)

۴- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۱۵۷

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۱۵۷

۶- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۱۷۲

اقول

الکراھۃ المقیدۃ بالحل غیر مطلقہ کما لا یخفٰی و انظر ما کتبنا علٰی ھامش رد المحتار۔

247–قولہ

ان تصنع التعویذ لیحبّھا زوجھا۔[1]

اقول

لفظ محمد فی الجامع الصغیر التولہ بکسر التاء و فتح الواو و ھو قسم من السحر لیعمل لا جل الحب فلا شک من حرمتہ و اما ما کان باسم اللّٰہ تعالٰی او أیۃ من الاٰیٰت مظھرا و مضمرا علٰی ما یعملہ الفاعلون فھٰذا لا یظھر بہ باس و الاسماء لھا اثر و الحب عند اللّٰہ محبوب و اللّٰہ تعالٰی نعم اذا ارادت[2] المراۃ تسخیر زوجھا بحیث تکون حاکمۃ علیہ وھو مطیعا لھا فھٰذا و کل ما یفعل لھٰذا حرام لاشک لما فیہ قلب الموضوع المشروع نال عنہ رجل الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علٰی بعض[3] و ھٰذا محمل اٰخر للتحریم۔

248–قولہ

و لعل ھٰذہ العادۃ۔[4]

اقول

ای التخصیص[5] بالفجر و العصر۔

۱– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۸۳

۲– دردت (مخطوطۃ)

۳– النساء ۳۴

۴– حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۹۰

۵– الخصیص (مخطوطۃ)

249–قولہ

کانت فی زمنہ۔[1]

اقول

و الا فجمیع الصلوات کذٰلک ھٰذہٖ تتمۃ کلام ابی الحسن۔

250–قولہ

ان العین التی یغلب علی الظن۔[2]

اقول

لفظ الھندیۃ و ھٰھنا نقل الطحطاوی[3] کل عین قائم یغلب علٰی ظنہ انھم اخذوہ من الغیر بالظلم و باعوہ فی السوق فانہ لا ینبغی ان یشتری ذٰلک و ان تداولہ الایدی ۱ھ قلت فھٰذا او ضح و ابین للمقصود یعنی انما لا یجوز شراء تلک العین المغصوبہ[4] التی یغلب علی الظن انھا ھی المغصوبۃ۔

251–قولہ

و ان تداولتہ الایدی۔[5]

اقول

لان الحرام یتعدی الذم ثم علی المذھب المختار یستوی الحکم فی العروض و النقود ایضا لان الخبیث لعدم الملک فیعمل فیما یتعین و فیما لا

۱- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۹۰

۲- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۹۲

۳- ط (مخطوطۃ)

۴- المغصوصۃ (مخطوطۃ)

۵- حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۹۲

يتعين و اما علی مذهب الکرخی فیجوز شراء ابدال النقود المغصوبة اذا لم یعقد علیه و ینعقد ھنا اما نفس تلك الاموال المغصوبة فلا یجوز شراؤھا و لا اخذھا فی الدین و لا امانة و لا بجھة ما لم یبرا او یؤدی الضمان بالاجماع لان الخبث لا یزول عن نفس المغصوب الا بذٰلك۔

252–قوله

ان یشتری منه۔[1]

اقول

قلت فان استبدل الغاصب بھٰذا شیئا اٰخر لم یجز شراؤ البدل ایضاً اذا کان المغصوب عما یتعین لانه انما ملکه ملکا خبیثا لا یحل له الا نتفاع به قبل البراءة علی المذھب المفتٰی به و الخبث اذا کان لفساد الملك عمل فیما یتعین الا علٰی روایة ضعیفة و ھی حل الانتفاع بمجرد التغیر و الخلط و ان کان مما لا یتعین جاز شراء البدل لان الخبث لفساد الملك و لا یعمل فیما لا یتعین الا علٰی قول من قال ان الخلط و التغیر لا یفید ان الملك[2] اصلا ما لم یرد او یضمن قال الامام مفتی الثقلین علٰی ھٰذا اجمع المحققون من اصحابنا فانه حینئذیکون خبث الملك لعدم التعیین فیعمل فیه فلا تحل الابدال ایضاً[3] الا بالا براء[4] او التضمین فاحفظ[5] و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۹۲

۲– لا یفید (مخطوطة)

۳– الابدال ایضاً مکرر (مخطوطة)

۴– بالا راء (مخطوطة)

۵– فاحفظ قبل او التضمین (مخطوطة)

253–قوله

لعن العاصر۔[1]

اقول

قلت ای العاصر یقصد المعصیة و هو المراد فی کلام الشارح رحمه اللّٰه تعالٰی فصح التعلیل فانه بهٰذا یقصد معصیة بنفسه و زال منافاته لما سبق فافهم۔

254–قوله

من غیر اشتراط جائز۔[2]

اقول

قلت و معلوم ان المعهود کالمشروط و لعله سبق للمحشی فی الاجارة۔

255–قوله

ذٰلك بل الظاهر ان المذهب الحرمة ا ھ۔[3]

اقول

و لٰکن الاحادیث تقضی بالجواز و الاستحباب و انظر ما قدم الشارح رحمه اللّٰه فی الحج۔

256–قوله

لیس لفظ قیل فی نقل المصنف۔[4]

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۱۹۶

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۱۱

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۳۳

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۴۴

اقول

لکن قال الشامی قوله و قیل اذ یس الخ کذا عبر فی المنح الخ۔

257–قوله

و هو الصحیح و عن ابی یوسف۔[1]

اقول

لکن فی الخانیة عن العمادیة عن الصغری یفتی بنفاذ بیع المرهون و لیس لا حد من الراهن و المرتهن فسخه کما مر فی الطحطاوی من الاجارة صفحة ۷۵ و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

258–قوله

من قال بالکراهة۔[2]

اقول

قلت و به افتی الخیر الرملی فی الرهن صفحة ۱۷۳۔

259–قوله

فی حاشیة الاشباه و علیه الفتوٰی۔[3]

اقول

قلت و یجب تقییده بما اذا لم یکن مشروطا فی العقد و لا معهود کالمشروط، راجع رد المحتار من البیوع باب القرض[4] و من اول الرهن و هٰذا

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۴۹

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۵۴

۳– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۵۴

۴– ردالمحتار المعروف بالفتاوٰی الشامی ۴/۱۷۴

الکتاب من صفحة۲۳۶۔

260–قوله

علیه الصلوٰة و السلام۔[1]

اقول

ذکره فی تبیین الحقائق۔[2]

261–قوله

فان ذٰلك لا یجوز[3] کذا هٰهنا۔[4]

اقول

و لا یجبر به علی التسلیم کمن وهب مال غیره فاجاز لم یصح الا ان یملك برضاه کما فی العالمکیریة اٰخر الباب الاول من کتاب الوصایا۔

262–قوله

و ما ذکره من التعلیل۔[5]

اقول

و الذی یظهر للعبد الضعیف غفرله اللّٰه تعالٰی ان السلطان ان ولی قضاء ناحیة لرجل و اخرٰی لاٰخر فنصب کل وصیا تفرد کل من صاحبه لان کلا من القاضیین له الانفراد بالتصرف فکذا لنائبیهما لما ذکروا و ان ولی علٰی بلد واحد

۱– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۲۸۰

۲– تبعین (مخطوطة)

۳– لیس حرف "لا" فی مخطوطة

۴– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۳۲۲

۵– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۳۲۹

قاضیین جملة فلیس لاحدهما الانفراد بالقضاء کما فی وکالة الاشباه فکذا الوصیین و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔

263–قوله

ھٰذا لو اقرض لا یکون خیانة۔[۱]

اقول

و لٰکن ضامنا کما فی الشامیة عن الخانیة۔

264–قوله

و فی الثانی خلاف انتھٰی۔[۲]

اقول

و قد وفق بان القاضی ان فوض الیه تفویضا عاما کان وصیه وصیا و الا لا و سیاتی شرحا منه۔

265–قوله

لیس له ذٰلك لانه اشتغال۔[۳]

اقول

و ینبغی الافتاء قیاسا علٰی متولی الاوقاف اذا کان منصوب القاضی لیس للقاضی[۴] عزله بلا حجة کمنصوب الواقف علی المفتٰی به لفساد قضاة الزمان و اللّٰہ تعالٰی اعلم۔[۵]

۱- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/۳۴۲

۲- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۳۴۷

۳- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۳۴۷

۴- لیس للقاضی، مکرر فی مخطوطة

۵- حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۴/ ۳۶۷

266–قوله

تصرفات الورثة۔

اقول

ای لا برضی الغرماء کما فی الخانیة و الحموی۔

267–قوله

لیس بشیء لان[1] خبر المثبت۔[2]

اقول

لیس بشیء فان الشان اولا فی الثبوت روایة ثم فی الثبوت درایة اذ لو صح عنه رحمه اللّٰہ تعالٰی ان امرأة ماتت و لم تترک الا زوجها فاعطاه[3] المیراث[4] کله لم یدل علی القول بالرد لان و قائع[5] العین تحتمل کل احتمال فجاز ان یکون ذٰلک الزوج ابن عمها فاعطاه الباقی بالعصوبة[6] الیه جزم فی الاختیار۔

(تمت الحاشیة)

۱– ان (مخطوطة)

۲– حاشیة الطحطاوی علی الدرّالمختار ۳۹۴/۴

۳– فاء طاه (مخطوطة)

۴– المیراالشا (مخطوطة)

۵– متائع (مخطوطة)

۶– مالصوبه (مخطوطة)

معالم التنزیل (تفسیر البغوی)

پر حواشی

تعلیقاتِ رضا 2

تعلیق نگار :-

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی بریلوی

ترجمہ و تحقیق

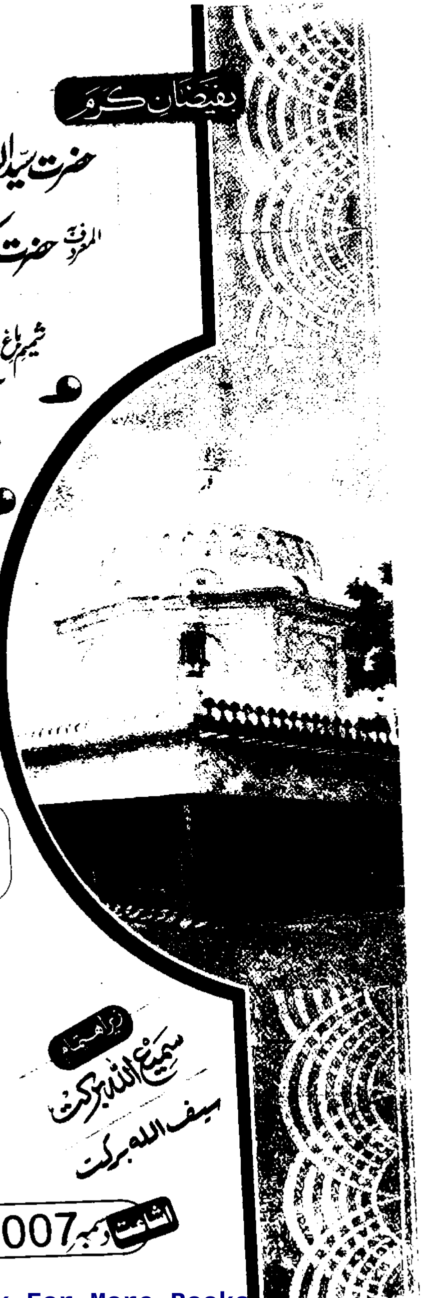
علامہ محمد صدیق ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نظرِ ثانی

محمد رضاء الحسن قادری

کرمانوالہ بک شاپ



بفیضانِ کرم

حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے

آستانہ عالیہ
حضرت کرمانوالہ شریف
اوکاڑہ

شمیم باغ ولایت

• حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منظر بدر طریقت

• حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

• حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

• حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ العالی

زیر سرپرستی

حضرت پیر
سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی
سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

ڈیزائنر
حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

زیر اہتمام
سمیع اللہ برکت
سیف اللہ برکت

اشاعت دسمبر 2007ء

قیمت 180 روپے

امام حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی خراسان کے ایک شہر بغ یا بغشور میں پیدا ہوئے۔ اسی مناسبت سے آپ بغوی کہلاتے ہیں۔ آپ کا لقب محی السنۃ ہے اور آپ شافعی فقہ کے بہت بڑے فقیہ اور عظیم محدث و مفسر تھے۔

آپ نے قاضی حسین قُدِّسَ سِرُّہٗ سے فقہ و حدیث کا درس لیا۔ علم و فضل کے بحرِ ذخار اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔

علامہ تاج الدین سبکی لکھتے ہیں:

"امام بغوی جلیل القدر امام، عابد و زاہد، محدّث، مفسر، فقیہ، علم و عمل کے جامع اور طریقۂ اسلاف پر گامزن تھے۔ قرآن کریم کی تفسیر اور اَحادیثِ نبویہ کی مشکلات کے حل کے سلسلہ میں کتابیں تصنیف کیں" [1]

آپ کی تفسیر "معالم التنزیل" ایک متوسط الحجم کتاب ہے۔ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرینِ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال جمع کیے ہیں۔ شیخ تاج الدین ابونصر عبد الوہاب بن محمد حسینی (متوفی ۸۷۵ھ) نے اس کی تلخیص کی ہے۔ [2]

امام بغوی حیاتِ مستعار کے تقریباً ۸۰ سال پُورے کرنے کے بعد ۵۱۶ھ میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہُوئے اور طالقان میں اپنے شیخ قاضی حسین کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ [3]

آپ نے درجِ ذیل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں: تفسیر معالم التنزیل، مصابیح السنۃ، التہذیب فی فروع الفقہ الشافعی، الجمع بین الصحیحین اور الانوار فی شمائل النبی المختار۔ [4]

۱- تاج الدین سبکی — طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴/۲۱۴

۲- حاجی خلیفہ — کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۲/۱۷۲۶

۳- ابنِ کثیر — البدایہ والنہایہ ۱۲/۱۹۳

۴- عمر رضا کحالہ — معجم المؤلفین ۴/۶۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔[1]

''بیشک ایمان والے اور یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم''۔[2]

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ مذکورہ بالا میں دو باتوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے جبکہ ایمان کے پانچ ارکان ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ پر ایمان کی قبولیت وصحت تمام ضروریاتِ دین[3] کی تصدیق کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ ان میں سے کسی ایک کی تکذیب اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہے جو باری تعالیٰ کے انکار کے مترادف ہے لہٰذا ایسے شخص کا ایمان کس طرح صحیح ہوگا؟''

۱- بقرۃ:۶۲

۲- کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

۳- ضروریاتِ دین سے مراد وہ احکام وارشاد ہیں جن کا دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہونا خبرِ متواتر سے ثابت ہوا اور جو عوام وخواص میں شہرتِ عامہ رکھتے ہوں جیسے وجودِ صانع، نمازِ پنجگانہ، حرمتِ شراب وغیرہ۔

(عقائدِ اہلِ سنت از علامہ مشتاق احمد نظامی صفحہ ۳۷)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی تصدیق تمام ضروریاتِ دین کی تصدیق کی متقاضی ہے تو پھر صرف قیامت پر ایمان کو خصوصیت کے ساتھ کیوں بیان فرمایا گیا؟

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ چونکہ ایمان بالآخرۃ خاص اہمیت[1] کا حامل ہے اِس لئے اسے علٰحدہ بیان فرمایا جیسے آیتِ کریمہ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ میں آخرت پر ایمان کو عَلٰحدہ کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر بیان فرمایا حالانکہ پہلی دو باتوں میں یہ ضمناً داخل تھا۔

2- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (عین الیقین کے حصول کی خاطر) اللہ تعالیٰ سے مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت معلوم کرنا چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار پرندے حاصل کرنے اور پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کرنے کے بعد ذبح کر کے پہاڑوں پر رکھنے کا حکم دیا تاکہ بلانے پر وہ زندہ ہو کر آپ کی خدمت میں دوڑتے ہوئے حاضر ہوں چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا۔ قرآنِ پاک (سورۂ بقرہ: ۲۶۰) میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں کہ پرندوں کے مخلوط گوشت کے اجزا اور پہاڑوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرتِ ابنِ عباس اور حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک چار پہاڑوں پر چار اجزا رکھے گئے جب کہ ابنِ جریج اور سدی کے نزدیک سات حصے سات پہاڑوں پر رکھے گئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ کثیر[2] کے نزدیک حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک روایت سات کے بارے

۱- ایمان اور اعمالِ صالحہ کا دار و مدار ایمان بالآخرۃ پر زیادہ ہے کیونکہ جب تک قیامِ قیامت اور حساب و کتاب نیز جزا و سزا کے قانونِ خداوندی کو تسلیم نہ کیا جائے، ایمان اور اعمالِ صالحہ کی فضیلت و اہمیت اور کفر و اعمالِ بد کی برائیاں مستور رہتی ہیں۔ اس لئے قرآنِ پاک میں آخرت پر ایمان کو خاص مقام دیا گیا۔ ۱۲ ہزاروی

۲- تلاشِ بسیار کے باوجود تفسیر ابنِ جریر میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نہ مل سکا جبکہ ابن کثیر نے یہ قول نقل کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناقل سے نقل میں خطا ہوگئی اور ابنِ کثیر کے بجائے ابنِ جریر لکھ دیا۔ ۱۲ ہزاروی

میں ہے۔[1]

3- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ (شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا اور بخل کا حکم دیتا ہے) کی تفسیر میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ قرآنِ پاک میں ہر "فحشاء" زنا کے معنیٰ میں ہے، صرف یہاں اس معنی میں نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس تعبیر کو نہایت قبیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان الفاظ کی بجائے یہ کہنا چاہیے تھا کہ قرآنِ پاک میں جہاں کہیں بھی لفظِ "فحشاء" آیا ہے، زنا کے معنیٰ میں ہے، صرف یہاں اس معنیٰ میں نہیں ہے۔[2]

4- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ کے بارے میں امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل فرمایا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آیات میں سے آخری آیت ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے دن (ظاہری حیات کے ساتھ) زندہ رہے؟ اس سلسلے میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند اقوال نقل فرمائے۔ ابنِ جریج کے نزدیک نو اور سعید بن جبیر کے نزدیک سات راتوں کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ کثیر اور درِّ منثور کے مطابق حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے صحیح قول نو راتوں کے بارے میں منقول ہے۔

۱- تفسیر ابنِ کثیر ۱/۳۱۵

۲- یعنی صرف "فحشاء" کی بجائے "لفظِ فحشاء" کہنا چاہیے تھا۔ ۱۲ ہزاروی

5- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

شریعتِ اسلامیہ میں بعض باتوں کی ادائیگی ضروری قرار دی گئی، بعض سے اجتناب کا حکم دیا گیا اور کچھ امور کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی اور ان کے بارے میں سوال سے منع کیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ۔[۱]

"اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بُری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اُتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ انہیں معاف کر چکا اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے"۔[۲]

اس آیتِ کریمہ کے شانِ نزول کے سلسلے میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند اقوال نقل فرمائے اور پھر عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا کے تحت حضرتِ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انّ اللّٰه عزوجل فرض فرائض فلا تضیعوها و حرم حرمات فلا تنتهکوها وحد حدوداً فلا تعتدّوها وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها۔

"بیشک اللہ تعالیٰ نے بعض چیزیں فرض کیں، پس انہیں ضائع نہ کرو، کچھ کاموں سے روکا لہٰذا ان کے قریب نہ جاؤ، کچھ حدود مقرر کیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور بعض باتوں کو معاف کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھول نہیں۔ پس اس میں بحث نہ کرو"۔

۱- مائدہ:۱۰۱

۲- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح کی روایت دار قطنی نے بھی حضرتِ ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً[۱] روایت کی ہے۔[۲]

6- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرتِ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنے کے بعد عرض کیا کہ اے اللہ! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تُو مجھے دیکھ لے گا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے۔ قرآنِ کریم (سورۂ اعراف: ۱۴۳) میں اس واقعہ کا بیان ہے۔

اس واقعہ کے ضمن میں امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی نامعلوم کتاب کے حوالے سے ایک روایت نقل کی جو کسی طور پر بھی انبیاءِ کرام علیہم السلام کے شایانِ شان نہیں۔ وہ روایت یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غشی طاری تھی تو (معاذ اللہ) فرشتوں نے آپ کو لاتیں مارنا شروع کر دیں اور کہا: اے پاکدامن عورت کے بیٹے! کیا تو رب العزت کو دیکھنے کی لالچ کرتا ہے؟

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت نقل کرنے پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا اس قسم کی نامناسب روایات نامعلوم کتب سے نقل کرنا معقول بات ہے؟ اس قسم کی روایات کو نقل کرنے کی بجائے انہیں نظر انداز کر دینا چاہئے۔[۳]

7- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تینتیس مرد اور چھ عورتیں اسلام قبول کر چکے

۱- جو روایت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے، اسے مرفوع کہتے ہیں۔ ۱۲ ہزاروی

۲- سنن دار قطنی: کتاب الرضاع ۴/۱۸۴

۳- یہاں روایتِ مذکورہ کو محض ضرورت کے تحت اور تردید کیلئے نقل کیا گیا۔ ۱۲ ہزاروی

تھے، ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی جماعت چالیس افراد پر مشتمل ہوگئی تو آیتِ کریمہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ[1] نازل ہوئی۔

لفظ ''مَنْ'' کے محلِ اعراب میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ محلِ جر میں ہے۔ اب عبارت یوں ہوگی: حسبك الله و حسب من اتبعك الخ یعنی اے نبی! آپ کو اور آپ کے متبعین مومنوں کو اللہ کافی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ محلِ رفع میں ہے اور اسمِ جلالت (اللہ) پر اس کا عطف ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوگا: حسبك الله و متبعوك من المؤمنین۔ ''آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کے متبعین مومنین کافی ہیں''۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

محلِ رفع میں ہونا زیادہ صحیح قول ہے کیونکہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اسی کو بیان فرمایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ اصح قول ہی بیان فرماتے ہیں۔

8- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔[2]

''بیشک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں اُن غیب کی خبریں بتانے والے اور اُن مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پھر اُن پر رحمت سے متوجہ ہوا۔ بیشک وہ اُن پر نہایت مہربان رحم والا ہے''۔[3]

۱- اَنفال: ۶۴

۲- توبہ: ۱۱۷

۳- کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

آیتِ مذکورہ بالا کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سوال کیا جائے کہ جب آیت کے شروع میں توبہ کا ذکر ہے تو دوبارہ توبہ کا بیان کیوں لایا گیا؟ جواب میں کہا جائے گا کہ وہ گناہ کے ذکر سے پہلے کی بات ہے اور وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اب جب گناہ کا ذکر کیا تو دوبارہ توبہ کا بیان ہوا اور اس سے مراد قبولیت ہے۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کی توبہ قبول فرمائے، اسے کبھی بھی عذاب نہیں دے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ قبولیت بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔

9- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مشرکین کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا۔[۲]

''ان میں سے اکثر گمان کی پیروی کرتے ہیں''۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اکثر سے مراد تمام مشرکین ہیں یعنی وہ سب کے سب دولتِ یقین سے عاری ہیں اور ان کے عقائد محض ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بلاشبہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ظن و وہم اور ادنیٰ شبہ کے پیچھے بھی نہیں چلتے بلکہ وہ حق کو یقیناً پہچانتے ہیں اور محض تکبر و عناد کی بنا پر اپنے نفس کے پیرو کار بنے ہوئے ہیں (لہٰذا اکثر سے کل مراد لینا صحیح نہ ہوا)۔

10- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا حضرتِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کے ضمن میں ارشادِ خداوندی ہے:

۲- یونس: ۳٦

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔[1]

''اور بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی اس کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا''۔[2]

هَمَّ بِهٖ سے کیا مراد ہے؟ کیا حضرتِ یوسف علیہ السلام نے بھی ارادۂ گناہ فرمایا؟ اس بارے میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحث فرماتے ہوئے قِیْلَ کے ساتھ ایک قول نقل فرمایا: حضرتِ زلیخا نے ارادہ کیا کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام اس سے ہم بستر ہوں اور حضرتِ یوسف علیہ السلام نے اپنے لئے حضرتِ زلیخا کے زوجہ ہونے کی تمنا کی۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ اور اس قسم کے دوسرے اقوال ناپسندیدہ ہیں کیونکہ یہ ان علماءِ سلف کے اقوال کے مخالف ہیں جو دین اور علم کے مراکز اور منابع تھے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس مسئلہ کے بارے میں حضرتِ علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف ''شفاء شریف'' میں کافی وشافی بیان ہے لہٰذا اس کا مطالعہ ازبس لازمی ہے۔

فائدہ: علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اما قول اللّٰہ تعالٰی فیہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ فعلٰی مذهب كثير من الفقهاء و المحدثين ان هم النفس لا يؤاخذ به و ليست سيئة لقوله صلى اللّٰه عليه وسلم عن ربه اذا هم عبدی لسيئة فلم يعملها كتبت به حسنة فلا معصية فی همه اذا و اما علٰى مذهب المحققين من الفقهاء و المتكلمين فان الهم اذا وطنت عليه النفس سيئة و اما ما لم توطن عليه النفس من همومها و خواطرها فهو المعفو عنه و هٰذا هو الحق فيكون ان شاء اللّٰه هم

۱- یوسف: ۲۴

۲- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

یوسف من هٰذا و یکون قوله وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ الأیة ای ما ابرئها من هٰذا الهم او یکون ذٰلك منه علٰی طریق التواضع و الاعتراف بمخالفة النفس لما زکی قبل و برئ فکیف و قد حکی ابو حاتم عن ابی عبیدة ان یوسف لم یهم و ان الکلام فیه تقدیم و تاخیر ای وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ لَوْلَا اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ لهم بها و قد قال الله تبارك و تعالٰی عن المراة وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ و قال تعالٰی کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ و قال تعالٰی وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ الایة قیل فی ربی اللّٰه و قیل الملك و قیل هم بها ای بزجرها و وعظها و قیل هم بها ای غمها امتناعه عنها و قیل هم بها نظر الیها و قیل هم بضربها و دفعها و قیل هٰذا کله کان قبل نبوته۔

''اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے بارے میں کئی فقہاء ومحدثین کا مذہب یہ ہے کہ ارادۂ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کیلئے نیکی لکھی جاتی ہے لہٰذا ارادہ کرنے میں گناہ نہیں۔ محققین، فقہاء اور متکلمین کے مسلک کے مطابق ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہو تو گناہ ہے لیکن آمادگی اور تعلقِ خاطر کے بغیر معاف ہے۔ یہی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا اور آپ کا قول وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ یا تو ارادہ سے عدمِ براءت ہے یا تواضع اور یا نفس نے سابقہ پاکیزگی اور براءت کی جو مخالفت کی، اس کا اعتراف ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بارے میں گناہ کا تصور کس طرح کیا جا سکتا ہے جبکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ نہیں فرمایا اور کلام (آیت) میں تقدیم و تاخیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے رب کی

برہان نہ دیکھتے تو ارادہ فرماتے، نیز قرآنِ پاک کی آیات میں حضرتِ زلیخا کا قول (مذکور) ہے کہ میں نے ان کا دل لبھانا چاہا لیکن انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا، نیز فرمایا: اسی طرح ہوتا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرتِ زلیخا نے دروازے بند کر دیے اور کہا آؤ! تمہیں سے کہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ! بیشک میرے رب نے مجھے اچھا ٹھکانا نہ دیا۔ کہا گیا ہے کہ رب سے مراد یا اللہ تعالیٰ ہے یا بادشاہ (پرورش کنندہ ہونے کی وجہ سے) بعض نے کہا: هَمَّ بِهَا کا مطلب ہے: ''اس کو جھڑکا اور نصیحت فرمائی''۔ ایک قول کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس سے روک کر اس کو مغموم کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی طرف نظر کی، علاوہ اس کے اس کو مارنا اور دور کرنا بھی مراد لیا گیا ہے، بایں ہمہ یہ سب کچھ نبوت (کے حصول) سے پہلے ہے''۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲/۱۴۴و۱۴۵)

11- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض لوگوں کا قول نقل کیا کہ جو کچھ حضرتِ یوسف علیہ السلام سے سرزد ہوا، گناہ صغیرہ ہے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے صغائر کا صدور جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات (یعنی گناہ صغیرہ کی انبیاءِ کرام کی طرف نسبت) اسی وقت صحیح ہے جب کہ محض صغیرہ کا قرب مراد ہو، ارتکاب نہیں۔

فائدہ: انبیائے کرام علیہم السلام سے گناہ صغیرہ کے سرزد ہونے کے بارے میں جو لوگ جواز کے قائل ہیں، ان کی تردید میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فصل فی الرد علی من اجاز علیهم الصغائر کے تحت لکھتے ہیں:

اعلم ان المجوزین للصغائر علی الانبیاء من الفقهاء و المحدثین و

من شايعهم على ذلك من المتكلمين احتجوا على ذلك بظواهر كثيرة من القرأن و الحديث ان التزموا ظواهرها افضت بهم الى تجويز الكبائر و خرق الاجماع و ما لا يقول به مسلم فكيف و كل ما احتجوا به مما اختلف المفسرون في معناه و تقابلت الاحتمالات في مقتضاه و جاء ت اقاويل فيها للسلف بخلاف ما التزموه من ذلك فاذا لم يكن مذهبهم اجماعا و كان الخلاف فيما احتجوبه قديما وقامت الدلالة على خطا قولهم و صحة غيره وجب تركه و المصير الى ماصح الخ۔

''جن فقہاء ومحدثین نے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے گناہِ صغیرہ جائز قرار دیا ہے اور جن متکلمین نے ان کی آواز پر لبیک کہی، انہوں نے قرآنِ پاک کی کئی آیات اور بہت سی احادیث کے ظاہر کو دلیل بنایا، لیکن ظاہر کو دلیل بنانے سے کبائر کا جواز اور اجماع کا خلاف لازم آتا ہے اور اس (کبائر) کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں، مزید برآں صغائر کے جواز کا قول کس طرح کیا جا سکتا ہے کیونکہ جن آیات کو دلیل بنایا گیا ہے، ان کے معانی میں مفسرین کا اختلاف ہے اور اس کے مقتضی میں کئی احتمالات باہم مقابل ہیں، نیز اسلاف کے اقوال بھی ان دلائل کے خلاف ہیں، پس ان (مجوزین) کا مذہب اجماع بھی نہیں اور ان آیاتِ مُستدلہ کے معانی میں زمانۂ قدیم سے اختلاف بھی چلا آرہا ہے، نیز ان کی بات کے غلط ہونے اور اس کے غیر کی صحت پر دلیل قائم ہے تو اس کا ترک اور صحیح قول کی طرف رجوع واجب ہے''۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲/۱۵۵و۱۵۶)

12۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کے تحت اِمام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ مجہول (رُوِیَ) کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی کہ جب حضرتِ یوسف علیہ السلام قید خانے سے باہر

تشریف لا کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور زلیخا نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو حضرتِ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات (یعنی قید خانہ سے باہر آنے کیلئے یہ استفسار کیا کہ اب ان عورتوں کا کیا خیال ہے؟) اس لئے کہی تا کہ بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں ارتکابِ خیانت نہیں کیا۔ اس بات پر حضرتِ جبریلِ امین علیہ السلام نے عرض کیا: اے یوسف! کیا اس وقت بھی نہیں جب آپ نے قصد فرمایا؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے نفس کو بے عیب نہیں بتاتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ اصل قول کے مطابق ہے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام نے حضرتِ زلیخا کا قصد فرمایا حالانکہ صحیح بات اس کے خلاف ہے (یعنی آپ نے قصد نہیں فرمایا تھا) اور شفاء شریف میں اس مسئلہ کی تحقیق ملاحظہ کی جائے۔[1]

13- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں حضرتِ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کا ذکر عار دلانے کیلئے نہیں بلکہ اپنے انعامات کے اظہار کیلئے فرمایا نیز یہ بتانے کیلئے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ذنوبِ انبیاء سے مراد صورتِ گناہ ہے ورنہ حقیقۃً گناہ سے انبیاءِ کرام علیہم السلام نہایت دور اور منزہ و مبرا ہیں۔[2]

۱- یہ بحث اسی کتاب کے گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے لہٰذا اسے وہاں پر دیکھا جائے۔ ۱۲ ہزاروی

۲- "حسنات الابرار سیأت المقربین" کے تحت انبیاءِ کرام علیہم السلام سے معمولی سی لغزش کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ ان سے گناہ کا تصور بھی ممکن نہیں۔ ۱۲ ہزاروی

14- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض محققین کا قول نقل فرمایا کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

۱- ارادۂ ثابتہ یعنی جس میں عزم، رضا وغیرہ پائے جائیں اور اس پر مواخذہ ہے۔

۲- اختیار و عزم کے بغیر محض نفس کی خواہش اور اس پر مواخذہ نہیں جب تک کہ عمل نہ ہو یا زبان پر نہ آئے۔

اسی ضمن میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی جو حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال اللّٰه عزّوجلّ اذا تحدّث عبدی بان یعمل حسنة فانا اکتبها له حسنة مالم یعملها فاذا عملها فانا اکتبها له بعشر امثالها واذا تحدّث بان یعمل سیّئة فانا اغفرها له مالم یعملها فاذا عملها فانا اکتبها له بمثلها سیّئة۔

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اگر عمل نہ کرے، ایک نیکی کا ثواب لکھتا ہوں اور اگر اسے عملی جامہ پہنائے تو دس نیکیوں کا ثواب اور اگر برائی کا ارادہ کرے تو جب تک عمل نہ کرے، معاف ہے۔ عمل کی صورت میں اسی کی مثل گناہ لکھا جاتا ہے (یعنی ایک گناہ)''۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ الایة میں یوسف علیہ السلام کے ارادے کے بارے میں منقول جملہ اَقوال میں سے یہ قول نہایت عمدہ ہے۔

15- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ الاٰیة کی تفسیر میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فَاَنْسٰهُ کی ضمیر منصوب متصل غائب کے مرجع کے بارے میں دو قول نقل کیے: ایک صیغۂ مجہول ''قیل''

کے ساتھ کہ اس سے مراد ساقی ہے جس کو شیطان نے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے سے باز رکھا اور ایک قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان نے حضرتِ یوسف علیہ السلام سے ان کے رب کا ذکر بھلا دیا حتیٰ کہ آپ اس کے غیر سے خوشی کے طالب ہوئے اور یہی اکثر کا قول ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ارشادِ خداوندی سے متصادم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صلحاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ۔[1]

"اے شیطان! میرے (خاص) بندوں پر تو مسلط نہیں ہو سکتا"۔

تو اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام پر شیطان کا تسلّط تسلیم کیا جائے کہ انہیں اس نے اپنے رب اور مالک کے ذکر سے غافل کر دیا تو پھر عام نیکوکار لوگ کس زُمرے میں شمار ہوں گے؟ اس تاویل کے مطابق ان اکثر (جن کا قول ذکر کیا گیا ہے) پر شیطان کے تسلط سے حضرتِ یوسف علیہ السلام پر اس کا تسلط زیادہ آسان ہے۔ولا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔[2]

16۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرتِ یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہا تو اس کیلئے ایک حیلہ کیا گیا کہ غلہ ناپنے والا پیمانہ ان کے غلہ میں رکھ دیا گیا، پھر آواز دی گئی اے قافلہ والو! ٹھہر جاؤ، تم نے چوری کی ہے، قرآنِ پاک میں اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔ چونکہ یہ قول صحیح نہیں تھا کیونکہ انہوں نے چوری نہیں کی تھی۔ اس لئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا قائل کون تھا؟

۱۔ حجر:۴۲

۲۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام پر شیطان کے تسلط کے قائل دراصل خود شیطان کے دھوکے میں آئے اور ان کے بارے میں شیطان کے تسلط کا قول زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ قول کیا جائے۔۱۲ ہزاروی

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک یہ بات حضرتِ یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے آپ کے حکم کے بغیر کہی اور بعض کا قول یہ ہے کہ خود حضرتِ یوسف علیہ السلام نے فرمایا اور یہ آپ کی لغزش تھی (معاذ اللہ)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس قول کا قائل جھوٹا ہے کیونکہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی، پھر امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تردید یہ قول نقل کیا حالانکہ اِس قسم کا قول محض رد کیلئے نقل کرنا چاہئے، انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ایسی جرات تعجب خیز ہے۔

17- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب غلہ کے حصول کیلئے آپ کے ہاں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: ہمیں پورا غلہ عطا فرمائیں اور مزید کچھ بطورِ صدقہ (عطیہ) دیں۔ قرآنِ پاک میں یوں ہے: وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا الخ۔

امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں ایک واقعہ نقل فرمایا جس کے مطابق حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو یہ کہتے سُنا کہ اَللّٰھُمَّ تَصَدَّقْ عَلَیَّ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صدقہ نہیں دیتا کیونکہ صدقہ دینے والے کی نیت طلبِ ثواب ہوتی ہے جبکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے موقف پر حدیثِ پاک سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''نماز میں قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے، اسے قبول کرو''۔[1]

۱- صحیح مسلم شریف: کتاب الصلوٰۃ ۱/۲۴۱ پر بھی اِس طرح کی ایک حدیث موجود ہے۔ ۱۲ ہزاروی

18- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیۂ کریمہ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی تفسیر میں اِمام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا وہ عقل نہیں رکھتے پس ایمان لاتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اِمام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ یعقلون یا کے ساتھ ہے اس لئے فیؤمنون فرمایا گیا، لیکن ہمارے نزدیک افلا تعقلون تا کے ساتھ قراءت ہے لہٰذا فتؤمنون ہوگا۔[1]

19- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا کی تفسیر میں رسلِ کرام کی مایوسی کے بارے میں علاّمہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند قول نقل فرمائے۔ بعض نے کہا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام ایمان لانے کے بارے میں اپنی قوم سے مایوس ہو گئے، بعض کے نزدیک انبیاءِ کرام علیہم السلام اس بات سے مایوس ہوئے کہ ان کی قوم سے جھٹلانے والے کبھی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ایمان لائے، وہ بھی جھوٹے ہیں اور شدتِ محنت اور تاخیرِ مدد کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام قوم کے ایمان سے مایوس ہوئے اور قوم نے یہ خیال کیا کہ رسولوں نے ان سے (معاذ اللہ) جھوٹ کہا ہے۔

ایک قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے مدد کا جو وعدہ کیا، وہ پورا نہیں کیا گیا اس لئے ان کے دل کمزور ہو گئے اور وہ مایوس ہو گئے اور یہ تقاضائے بشریت ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرتِ

---

[1] پیشِ نظر نسخہ میں افلا تعقلون ہے، غالباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں یعقلون اور فیؤمنون ہوگا، اس لئے آپ نے یہ قول ارشاد فرمایا۔ ۱۲ ہزاروی

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما پر یہ جھوٹ باندھا گیا کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی وعدۂ خداوندی سے مایوسی اور ایمان کی کمزوری محال ہے اور ان سے ان کے رب نے جو وعدہ کیا، وہ سچا ہے لہٰذا یہ بات محال اور کھلی گمراہی ہے۔

20- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو اہلِ علم (فقہاء) سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

''اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (علماء) سے پوچھو'' [1]

اور اس کے بعد فرمایا:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ۔

''اے محبوب! ہم نے آپ کی طرف نصیحت (قرآنِ پاک) اتاری تا کہ اسے لوگوں کیلئے بیان فرمائیں'' [2]

دونوں آیات کو باہم ملانے سے یہ مفہوم پیدا ہوا کہ قرآن پاک کے بیان کیلئے سنتِ رسول اور سنت کے سمجھنے کیلئے فقہ اور پھر عام لوگوں کیلئے فقہاء کی طرف رجوع لازمی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اسی بات کو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ محاسنِ قرآن سے قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کو قرآنِ مجید کے جاننے والے علماء (اہلِ ذکر) کی طرف رجوع کا حکم دیا گیا اور علماء کی راہنمائی اس انداز میں کی گئی کہ وہ قرآن فہمی کیلئے محض اپنے ذہنوں پر اعتماد نہ کریں بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی طرف رجوع کریں گویا کہ عام لوگوں کو علماء کی طرف، علماء کو حدیث کی طرف اور حدیث کو قرآنِ پاک کی طرف لوٹایا گیا اور بالآخر بات

۱- نحل:۴۳

۲- نحل:۴۴

باری تعالیٰ تک جاتی ہے (کہ قرآن پاک اللہ عزوجل کا نازل کردہ ہے) تو اب جس طرح اگر مجتہدین حدیثِ پاک سے اغماض برتیں اور براہِ راست قرآن پاک کی طرف رجوع کریں تو گمراہی ان کا مقدر ہوتی ہے، اسی طرح اگر عام لوگ مجتہدین سے روگردانی کر کے براہِ راست حدیثِ پاک سے استفادہ کی کوشش کریں تو گمراہی کی وادی میں بھٹکتے پھریں گے اسی لئے سفیان بن عیینہ نے کہا ہے: غیر فقہاء کیلئے حدیث سے گمراہی کا خطرہ ہے۔ یہ قول امام ابن حاج مکی (متوفی ۷۳۷ھ) نے المدخل میں نقل کیا ہے۔

21-بغوی رحمۃ اللہ علیہ

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ مجاہد کے نزدیک امرنا تشدید کے ساتھ ہے۔ حضرتِ حسن، قتادہ اور یعقوب نے مدّ کے ساتھ پڑھا اور دوسروں نے قصر کے ساتھ امرنا پڑھا ہے اور ایک احتمال یہ ہے کہ اس کے معانی جعلنا هم امراء ہوں یعنی جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے شریر لوگوں کو امراء بنا دیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

جعلناه کی بجائے جعلنا هم ہونا چاہئے تھا۔[1]

22/23-بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيْظُ کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عمرو، نافع، ابنِ عامر اور یعقوب نے ثم لیقطع اور ثم لیقضو کو لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ یہ لامِ امر ہے اور لامِ امر مکسور ہوتا ہے۔

۱- ہمارے پیشِ نظر نسخہ میں جعلناهم ہی ہے، غالباً اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں جعلناه ہوگا، اسی لئے ہم نے تصحیح کی ہے۔ ۱۲ ہزاروی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

"کل" سے مراد وہ صیغے ہیں جو "فا" کے بعد ہوں، "واؤ" کے بعد ہوں یا "ثم" کے بعد ہوں لہٰذا جس طرح فا اور واؤ کے بعد امر مجزوم ہوتا ہے، اسی طرح "ثم" کے بعد بھی مجزوم ہوتا ہے۔

24- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

ابنِ عامر نے وَلْيُوفُوا اور وَلْيَطَّوَّفُوا کو بھی گزشتہ حکم میں داخل کر کے لامِ مکسور کے ساتھ پڑھا ہے اور ان دو الفاظ کو مزید اس حکم میں داخل کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ ابنِ عامر نے اپنے تین اصحاب (ابوعمرو، نافع اور یعقوب) سے اس حکم میں دو الفاظ کا اضافہ کیا۔

25- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ کی تفسیر میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ بالا میں اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح سے قبل طلاق واقع نہیں ہوتی۔ پھر اس کی وضاحت کیلئے دو مثالیں بیان فرمائیں: ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت سے کہے: "جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے"۔ دوسرے یہ کہ کہے: "میں جس عورت سے بھی نکاح کروں اسے طلاق ہے"۔ ان دونوں صورتوں میں نکاح کے بعد طلاق واقع نہیں ہوگی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بلاشبہ نکاح سے قبل طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسے یہ آیتِ کریمہ اور آنے والی حدیثِ پاک لا طلاق قبل النکاح سے ظاہر ہے۔ لیکن یہ بات کہ کیا نکاح سے پہلے اضافتِ طلاق جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں نہ تو آیت (مذکورہ بالا) میں کوئی دلیل ہے اور نہ

ہی حدیثِ پاک میں ہے[1]

26–بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کی تفسیر میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل بحث فرماتے ہوئے ضمضم بن حوشب کی ایک روایت نقل کی ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں داخل ہوا تو مجھے ایک اجنبی بزرگ نے آواز دی اے یمانی! ادھر آؤ! (حاضر ہونے پر) اس بزرگ نے فرمایا: کسی شخص کو یہ بات ہرگز نہ کہو! قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تجھے ہرگز نہیں بخشے گا اور تجھے کبھی بھی جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

(راوی کہتا ہے:) میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو اس بزرگ نے فرمایا: میں ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) ہوں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس روایت کو امام بغوی کے حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات ۵/ ۲۵ پر نقل کیا ہے۔

27–بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ وَ الْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ کی تفسیر میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل فرمائی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱– امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ دلیل اور مثال میں مطابقت نہیں کیونکہ حکم تو یہ ہے کہ نکاح سے قبل طلاق صحیح نہیں اور مثال کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کے بعد بھی اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ احناف کے نزدیک امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ مثالوں میں طلاق ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۴۲۰)

اور آیتِ کریمہ وحدیثِ پاک میں اس کے خلاف کوئی بات نہیں بلکہ وہاں طلاق قبل از نکاح کی نفی ہے جبکہ یہاں نکاح کے بعد طلاق واقع ہو رہی ہے۔ ۱۲ ہزاروی

یطوی اللّٰہ السماوات یوم القیامۃ ثم یاخذ ھنّ بیدہ الیمنٰی ثمّ یقول انا الملك این الجبارون این المتکبّرون ثم یطوی الارضین ثم یاخذھن بشمالہ ثم یقول انا الملك این الجبارون این المتکبّرون۔

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو لپیٹ دے گا، پھر انہیں اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑ کر فرمائے گا کہ جبارین و متکبرین کہاں ہیں؟ پھر زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے گا اور فرمائے گا کہ جبارین و متکبرین کہاں ہیں؟''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی طرف بائیں ہاتھ کی نسبت صحیح نہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ (جیسے اس کے شایانِ شان ہیں) دائیں کہلائیں گے[1] اور ثعلبی کی روایت کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا استعمال اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔

28۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا روایت کے بارے میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ روایت (صحیح نہیں) بلکہ باطل ہے البتہ ابنِ جریر نے حضرتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کی روایت نقل کی ہے[2] اور ابو داؤد نے بھی حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی لیکن لفظ

۱- ہاتھ اور دیگر اعضاء سے اللہ تعالیٰ پاک ہے لہٰذا یہاں قدرت مراد ہوگی۔ ۱۲ ہزاروی

۲- تفسیر ابنِ جریر، ۲۴/ ۱۷

ابنِ جریر نے حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو روایت بیان کی ہے، اس میں دائیں اور بائیں ہاتھ کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ہیں:

الجبار سمٰوٰتہ و ارضہ بیدیہ۔ ۱۲ ہزاروی

شمال (بایاں) کا ذکر نہیں کیا بلکہ فرمایا: ''دوسرے ہاتھ سے''۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاسماء والصفات صفحہ ۲۳۷ میں روایت کی اور بائیں ہاتھ کے ذکر کا انکار کیا۔

29۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ مذکورہ بالا کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری روایت حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يقبض الله الارض يوم القيامة و يطوى السماء بيمينه ثمّ يقول انا الملك اين ملوك الارض۔

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو سکیڑ دے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ (جیسا کہ اس کی شان کے شایان ہے) سے لپیٹ دے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں۔ زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ روایت صحیح ہے اور قرآنِ مجید کے موافق ہے (کیونکہ قرآنِ پاک میں نہ تو بائیں ہاتھ کا ذکر ہے اور نہ ہی زمین کے لپیٹنے کا)۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دوسری روایت میں راوی سے کس طرح بائیں ہاتھ اور زمین کے لپیٹنے کا ذکر مخفی رہ گیا یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مذکور بالا ارشاد) فرمایا ہوتا اور یہ حدیث صحیح ہوتی تو حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ روایت فرماتے۔

30۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۔

''وہی ذات ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکا، اس کے بعد کہ تمہیں ان پر کامیابی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ تمہارے

اعمال کو دیکھنے والا ہے''۔[۱]

آیتِ مذکورہ بالا کے شانِ نزول کے ضمن میں اِمام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی کہ اہلِ مکہ میں سے ستر مسلح افراد جبلِ تنعیم سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر حملہ کی نیت سے اترے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں قیدی بنالیا اور پھر انہیں چھوڑ دیا، چنانچہ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صحیح مسلم[۲] میں اسّی افراد کا ذکر ہے۔[۳]

31- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (سلگائے ہوئے سمندر کی قسم) کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''غازی، عمرہ کرنے والے اور حاجی کے علاوہ کوئی شخص سمندر کا سفر نہ کرے کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر[۴] ہے'' (راوی کو شبہ ہے)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

صحیح الفاظ عبداللہ بن عمرو (واؤ کے ساتھ) ہیں[۵] جس طرح ابوداؤد نے باب رکوب

۱- فتح: ۲۴

۲- صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۲/۱۴۴

۳- ہمارے پیشِ نظر نسخہ میں اسّی افراد کا ذکر ہے، غالباً اعلیٰ حضرت کے نسخہ میں ۷۰ افراد کا ذکر ہوگا۔ ۱۲ہزاروی

۴- یہ اس دور کی بات ہے جب دریا کا سفر سب سے زیادہ خطرناک اور موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کے مترادف تھا۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کی رعایت سے تنبیہ فرمائی کہ دینی فرائض کی بجا آوری اور اشد ضرورت کے بغیر دریائی سفر اختیار نہ کیا جائے تاکہ ممکنہ خطرات سے محفوظ رہا جاسکے۔ واضح رہے کہ دریائی سفر کو محفوظ بنانے اور پہلا بحری بیڑا بنانے کا فخر بھی مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بحری بیڑے کی تنظیم کی۔ ۱۲ ارشاد عارف

۵- پیشِ نظر نسخہ میں عبداللہ بن عمر تحریر ہے۔ ۱۲ہزاروی

البحر فی الغزو میں روایت کیا اور اس روایت کی سند میں دو راوی مجہول ہیں۔[1]

محولہ بالا ابوداؤد کی روایت اور معالم التنزیل کی منقولہ روایت الفاظ کے معمولی ردو بدل کے ساتھ ایک ہی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ ابوداؤد کی روایت کی سند یوں ہے:

حدثنا سعید بن منصور نا اسمٰعیل بن زکریا عن مطرف عن بشر ابی عبد اللّٰہ عن بشیر بن مسلم عن عبد اللّٰہ بن عمرو۔

بشیر بن مسلم کے بارے میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قال البخاری لم یصح حدیثہ قال مسلم بن قاسم مجھول۔[2]

بشر بن ابوعبداللہ کے بارے میں دارقطنی نے کہا: لیس بالقوی۔[3]

اسمٰعیل بن زکریا کے بارے میں ہے:

حدیثہ فی کتمان العلم منکرۃ و ھو نکرۃ۔[4]

32۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ کی تفسیر میں الطاغیۃ کے بارے میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو قول نقل کئے۔ ایک یہ کہ الطاغیۃ سے مراد سرکشی اور کفر ہے یعنی قومِ ثمود کو ان کے کفر اور سرکشی کے باعث ہلاک کیا گیا اور حضرتِ قتادہ کا قول یہ ہے کہ الطاغیۃ صفت ہے اور الصیحۃ موصوف مقدر ہے یعنی ایک حد سے متجاوز چیخ سے انہیں ہلاک کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہی قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب ۱/۴٦۷

۲۔ سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد ۱/۳۳۷

۳۔ تہذیب التہذیب ۱/۴۳-۴۴۲

۴۔ لسان المیزان ۱/۴۰۵

التعليقات

على

معالم التنزيل (تفسير البغوي)

علق عليه

الامام المجدد احمد رضا الحنفي الهندي

المتوفي ١٣٤٠ھ/١٩٢١ء

رتبه وحققه وخرج نصوصه

الاستاذ محمد صديق الهزاروي

الجامعة النظامية الرضوية بلاهور

صحح البروف

محمد رضاء الحسن القادري

كرمانوالہ دار الكتب لاهور

جمیع الحقوق محفوظة للناشر

اسم الکتاب ——— التعلیقات (2)

الماتن ——— العلامة ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی

المحشّی ——— الامام احمد رضا خان الحنفی الهندی

المحقّق ——— الاستاذ محمّد صدیق الهزاروی

المصحّح ——— محمد رضاء الحسن القادری

السعی المحمود ——— مجلس العلماء النظامیّة لاهور

الناشران ——— سمیع الله برکت، سیف اللّٰه برکت

الکتابت ——— الایمان مرکز التنضید، لاهور

الطبع الاول ——— ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، مرکزی مجلس الرضا لاهور

الطبع الثانی ——— رضا اکادمی، ممبئی

الطبع الثالث ——— ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء، کرمانواله دارالکتب لاهور

عدد الصفحات ——— ۱۳

القیمة ———

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الجزء الاوّل

1–قوله

قوله تعالٰی مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ۔[1]

اقول

الایمان باللّٰہ بتصدیق جمیع ضروریات الدین فان من کذب شیئا منھا فقد کذب ربه فکفر به فکیف یومن به و فصل تصدیق الیوم الاٰخر لکونه متھما بالشان کما فصله ثالثا فی قوله تعالٰی وَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ مع دخوله فی الاولین۔

2–قوله

و قال ابن جریج و السدی۔[2]

اقول

و ابن عباس فی روایة اخرٰی عند ابن کثیر۔

3–قوله

و قال الکلبی کل الفحشاء فی القراٰن فھو الزنٰی الا ھٰذا۔[3]

اقول

ما اسمج و اشنع و اصنع تعبیرہ لم لا یقول اینما الٰی ذکر لفظ الفحشاء فی

۱۔ معالم التنزیل: سورة البقرة آیت:۶۲

۲۔ معالم التنزیل: سورة البقرة تحت آیت:۲۶۰

۳۔ تفسیر ابنِ کثیرا/۳۱۵

القرأن المجید فالمراد به الزنٰی الا ھٰذا۔

4–قولہ

و قال سعید بن جبیر سبع لیال۔[۱]

اقول

صوابہ ایضاً تسع کما فی ابن کثیر[۲] و الدر المنثور۔[۳]

الجزء الثانی

5–قولہ

قال ابو ثعلبۃ۔[۴]

اقول

بل ھو بنحوہ عنہ مرفوعا عند الدار قطنی۔

6–قولہ

یرکلونھم[۵] بأرجلھم۔[۶]

اقول

اقول سبحٰن اللّٰہ ایتعقل مثل ھٰذا من بعض المجھولات و انما حقہ ان

۱– معالم التنزیل: سورۃ البقرۃ تحت آیت:۲۸۱

۲– تفسیر ابن جریر (مخطوطۃ)– تفسیر ابن کثیر ۱/۳۳۳

۳– الدرّالمنثور فی التفسیر بالماثور ۲/۱۱۶

۴– معالم التنزیل: سورۃ المائدۃ تحت آیت:۱۰۱

۵– مایرکلونہ (مخطوطۃ)

۶– معالم التنزیل: سورۃ الاعراف تحت آیت:۱۴۳

یطوٰی و لا یروٰی۔[1]

7–قوله

ھو رفع عطفا علی اسم اللّٰه۔[2]

اقول

قلت لکن علیه اقتصر الجلال[3] و ھو انما یقتصر علٰی اصح الاقوال۔

8–قوله

قبولھا بھم رء وف رحیم۔[4]

اقول

و ھو ایضا محض الفضل و لا یجب علیه شيء۔

9–قوله

اراد بالاکثر جمیع۔[5]

اقول

لا شك ان منھم من لا یتبع ظنا و لا وھما و لا ادنٰی شبھة انما یتبع ھو فی نفسه عنادا واستکبارا مع استیقانه بالحق۔

۱- ان یطوء لامرن یروی (مخطوطة)

۲- معالم التنزیل: سورة الانفال تحت آیت:۶۴

۳- تفسیر جلالین صفحة ۱۵۳ سورة الانفال تحت آیت:۶۴

۴- معالم التنزیل: سورة التوبة تحت آیت:۱۱۷

۵- معالم التنزیل: سورة یونُس تحت آیت:۳۶

10–قوله

اخذ[1] عنهم الدین و العلم۔[2]

اقول

اقول علیک بشفاء الامام القاضی عیاض رحمه اللّٰه تعالٰی فانّ فیه الشفاء۔

11–قوله

من الصغائر و الصغائر تجوز علی الانبیاء علیهم السلام۔[3]

اقول

اذلم یکن الا لمما۔[4]

12–قوله

قال له جبریل علیه السلام۔[5]

اقول

ای و لو عمدا علی قول و الصواب ان شاء اللّٰه تعالٰی خلافه و علیك بالشفاء۔

13–قول

ذنوب الانبیاء علیهم السلام فی القرآن۔[6]

۱– یوجد (مخطوطة)

۲– معالم التنزیل: سورۃ یوسف تحت آیت: ۲۴

۳– معالم التنزیل: سورۃ یوسُف تحت آیت: ۲۴

۴– اللمم: مقاربة الذنب من غیر ان یقع فیه (المنجد صفحة ۷۳۲) —الهزاروی

۵– معالم التنزیل: سورۃ یوسُف تحت آیت: ۲۴

۶– معالم التنزیل: سورۃ یوسُف تحت آیت: ۲۴

اقول

ای صورۃ و اما معنی فہم البطیئون المبرؤن صلی اللّٰہ تعالٰی علیھم و سلم۔

14–قولہ

ابو طاھر محمد بن محمد بن محمش الزیادی۔[۱]

اقول

اقول و ھو[۲] ان شاء اللّٰہ تعالٰی من احسن الاقاویل۔

15–قولہ

و علیہ الاکثرون انسی الشیطن یوسف۔[۳]

اقول

و ماذا یفعل بقولہ تعالٰی اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ فاذا کان لہ ھٰذا السلطان علی الانبیاء حتی ینسیھم ذکر ربھم و مولٰھم فمن ھٰولاء العباد المخلصون اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم الاعتراف بتسلط الشیطان علٰی یوسف اھون من الاقرار بتسلّطہ فی ھٰذا التاویل علٰی ھؤلاء الاکثرین و لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

16–قولہ

و کان ھفوۃ منہ۔[۴]

۱– معالم التنزیل: سورۃ یوسُف تحت آیت: ۴۲

۲– وغ (مخطوطۃ)

۳– معالم التنزیل: سورۃ یوسُف تحت آیت: ۴۲

۴– معالم التنزیل: سورۃ یوسف تحت آیت: ۵۰

اقول

کذب ذٰلک القائل[1] فی عزوہ الیہ و لا یحل نقلہ الا للرد علیہ سبحٰن اللہ ماھٰذہ الجراۃ علی الانبیاء صلوات اللہ تعالٰی و سلامہ علیھم۔

17–قولہ

فقال ان اللہ لا یتصدق انما یتصدق من یبتغی الثواب۔[2]

اقول

بلٰی صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قصر المسافر۔

18–قولہ

فیؤمنون حتی۔[3]

اقول

قال یؤمنون[4] بصیغۃ الغائب لان قرائتھم افلا یعقلون اما قرائتنا فبالتاء الفوقیۃ۔

19–قولہ

روی عن ابن عباس ان معناہ ضعف قلوبھم۔[5]

١– اوفی (مخطوطۃ)

٢– معالم التنزیل: سورۃ یوسفؑ تحت آیت:٨٨

٣– معالم التنزیل: سورۃ یوسف تحت آیت:١٠٩

٣– ھوا منون (مخطوطۃ)

٥– قلوب الرسل (مخطوطۃ)۔ معالم التنزیل: سورۃ یوسف تحت آیت:١١٠

اقول

هٰذا کذب علی ابن عباس و کیف یضعف الرسل فی ایمانهم بصدق ما وعدهم ربهم هٰذا محال و ضلال مبین۔

20–قوله

و انزلنا الیك الذکر۔[1]

اقول

اقول هٰذا فی محاسن نظم القرأن العظیم امر الناس ان یسالوا اهل الذکر العلماء بالقرأن العظیم و ارشد العلماء ان لا یعتمدوا علٰی اذهانهم فی فهم القرأن بل یرجعوا الٰی ما بین[2] لهم النبی صلی اللّٰه علیه و سلم فرد الناس الی العلماء و العلماء الی الحدیث و الحدیث الی القرأن و ان الٰی ربك المنتهٰی فکما ان المجتهدین لو ترکوا الحدیث و رجعوا الی القرأن لضلوا و لهٰذا قال سفیان بن عیینة الحدیث مضلة الا للفقهاء کما نقله[3] الامام ابن الحاج المکی فی المدخل۔[4]

الجزء الثالث

21–قوله

معناه جعلناه۔[5]

۱– معالم التنزیل: سورة یوسف تحت آیت: ۴۳

۲– یهبین (مخطوطة)

۳– نقله عند (مخطوطة)

۴– المدخل ۱۲۲/۲

۵– معالم التنزیل: سورة بنی اسرائیل تحت آیت:۱۶

اقول

صوابه جعلناهم امراء۔

22–قوله

لان الکل۔[1]

اقول

ای التی بعد الفاء او الواو او ثم۔

23–قوله

لام الامر زاد۔[2]

اقول

فلما تجزم بعد الفاء و الواو کذٰلک بعد ثم۔

24–قوله

ابن عامر۔[3]

اقول

علٰی اصحابه الثلاثة المذکورین۔

25–قوله

ان الطلاق قبل النکاح غیر واقع۔[4]

۱- معالم التنزیل: سورۃ الحج تحت آیت:۱۵
۲- معالم التنزیل: سورۃ الحج تحت آیت:۱۵
۳- معالم التنزیل: سورۃ الحج تحت آیت:۱۵
۴- معالم التنزیل: سورۃ الاحزاب تحت آیت: ۴۹

اقول

اقول نعم لا وقوع للطلاق قبل النکاح و لا یقول به احد و ھٰذا ھو مفاد الاٰیۃ و الحدیث الاٰتی اما ان الاضافۃ لا تجوز قبلہ فلا دلالۃ علیه فیھما و ھٰذا ظاھر جدا۔

الجزء الرابع

26–قوله

فقال لا تقولن لرجل۔[1]

اقول

کذا نقل عنه فی المرقاۃ ۵/۲۴۵

27–قوله

ثم یاخذھن بشماله۔[2]

اقول

بل کلتا یدی ربی یمین و الثعلبی لا یحتج بما روی لا سیما فی صفات اللّٰه حیث لا یجوز الاطلاق ما لم یتواتر۔

28–قوله

ھٰذا حدیث صحیح۔[3]

۱– معالم التنزیل: سورۃ الزمر تحت آیت:۵۳

۲– معالم التنزیل: سورۃ الزمر تحت آیت:۶۸

۳– معالم التنزیل: سورۃ الزمر تحت آیت:۶۸

اقول

بل باطل کما علمت، لکن روی نحوہ ابن جریر عن ابن عمر مرفوعا ۱۷/۲۴ و رواہ ابو داوٗد عن ابن عمر لکن لم یذکر لفظ الشمال بل قال بیدہ الاخرٰی و رواہ البیہقی فی الاسماء صفحۃ۲۳۷ و انکر ذکر الشمال فراجعہ۔

29–قولہ

و یقبض اللّٰہ الارض یوم القیٰمۃ۔[1]

اقول

ھٰذا صحیح موافق للقراٰن العظیم و این یغیبہ ذکر الشمال بل و لا ذکر طی الارض۔

30–قول

ان سبعین رجلا من اھل مکۃ۔[2]

اقول

الذی فی صحیح مسلم ۲/۱۲۰[3] ثمانین۔

31–قولہ

عن عبد اللّٰہ بن عمر۔[4]

۱- معالم التنزیل: سورۃ الزمر تحت آیت: ۶۸

۲- معالم التنزیل: سورۃ الفتح تحت آیت: ۲۴

۳- ۲/۱۱۶(مخطوطۃ)

۴- معالم التنزیل: سورۃ الطور تحت آیت:۶

اقول

صوابه ابن عمرو بالواو رواه ابو داؤد فی رکوب البحر فی الغز و بسند فیه مجهولان۔

32–قوله

و قال قتادۃ بالصیحۃ الطاغیۃ۔[1]

اقول

و ھو قول ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔

۱– معالم التنزیل: سورۃ الحاقّۃ تحت آیت:۵

تعلیقاتِ رضا پر ایک نظر

مرتبہ
محمد رضاالحسن قادری

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی
رضا لائبریری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
کرمانوالہ بک شاپ

بفیضانِ کرم

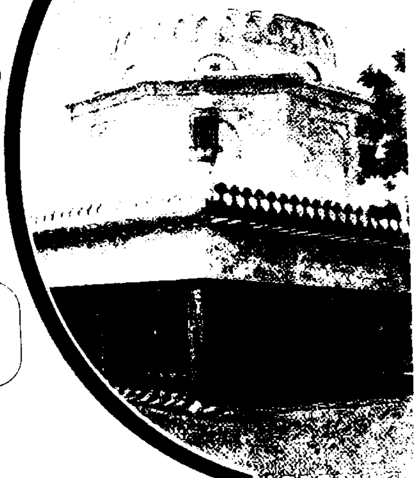
حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ

شمیم باغ ولایت
- حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منظر بدر طریقت
- حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ العالی



زیرِ نگرانی

حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی

سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

زیرِ ادارت

حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

زیرِ اہتمام

سمیع اللہ برکت

سیف اللہ برکت

قیمت 180 روپے

اشاعت دسمبر 2007ء

فہرست

نمبر شمار	متن	ماتن	زبان	ناشر

تفسیر

نمبر شمار	متن	ماتن	زبان	ناشر
1	انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیرِ بیضاوی)	قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
2	لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیرِ خازن)	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
3	الدرّ المنثور فی التفسیر بالماثور	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ
4	عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشھاب)	علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
5	معالم التنزیل (تفسیرِ بغوی)	امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی شافعی	عربی	مرکزی مجلسِ رضا، لاہور رضا اکیڈمی، ممبئی

اصولِ تفسیر

نمبر شمار	متن	ماتن	زبان	ناشر
6	الاتقان فی علوم القرآن	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ

حدیث و شروحِ حدیث

7	صحیحِ بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری	عربی	غیر مطبوعہ
8	صحیحِ مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	عربی	غیر مطبوعہ
9	جامعِ ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	عربی	غیر مطبوعہ
10	سننِ نسائی	حافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی	عربی	غیر مطبوعہ
11	سننِ ابنِ ماجہ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید ابنِ ماجہ	عربی	غیر مطبوعہ
12	مسندِ احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	عربی	غیر مطبوعہ
13	سننِ دارمی ؒ	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی	عربی	غیر مطبوعہ
14	مُسندِ امامِ اعظم	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی	عربی	غیر مطبوعہ
15	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

16	کتاب الحج		عربی	غیر مطبوعہ
17	شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
18	الترغیب والترہیب	حافظ عبد العظیم بن عبد القوی منذری شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
19	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	علامہ علی متقی بن حسام الدین برہانپوری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
20	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ
21	اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ
22	ذیل اللآلی المصنوعۃ	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ
23	شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور ؔ	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ
24	التعقبات علی الموضوعات	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ
25	الکشف عن مجاوزۃ ہذہ الامۃ الالف	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	عربی	غیر مطبوعہ

26	المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ	امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
27	القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع	امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
28	الموضوعات الکبیر	مُلّا علی قاری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
29	فتح الباری شرح صحیح البخاری	امام ابنِ حجر عسقلانی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
30	ارشاد الساری شرح صحیح البخاری	علامہ احمد قسطلانی شافعی	عربی	رضا اکیڈمی، لاہور
31	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	امام بدرالدین عینی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
32	فیض القدیر شرح جامع صغیر	امام عبدالرءوف مناوی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
33	التیسیر مختصر شرح جامع صغیر	امام عبدالرءوف مناوی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
34	جمع الوسائل فی شرحِ الشمائل	ملا علی قاری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
35	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	ملا علی قاری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

36	المدخل الی الصحیح	امام حاکم نیشاپوری	عربی	غیر مطبوعہ
37	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	قاضی محمد بن علی شوکانی	عربی	غیر مطبوعہ
38	اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	فارسی	غیر مطبوعہ
39	جواہر البیان فی اسرار الارکان[1]	مولانا نقی علی خان بریلوی	عربی	غیر مطبوعہ
40	احسن الوعاء لآداب الدعاء[2]	مولانا نقی علی خان بریلوی	اردو	سُنّی باب الاشاعت، کراچی المجمع الاسلامی، مبارکپور

اصولِ حدیث

41	نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر	حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
42	فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث	امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی	عربی	غیر مطبوعہ

تخریجِ احادیث

43	نصب الرایۃ لتخریج احادیث الہدایۃ	حافظ عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

جرح و تعدیل

44	العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ	علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی جوزی	عربی	غیر مطبوعہ
45	کشف الاحوال فی نقد الرجال		عربی	غیر مطبوعہ
46	ترتیب الطبقات		عربی	غیر مطبوعہ

اسماء الرجال

47	تہذیب التہذیب	حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
48	تقریب التہذیب	حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
49	الاسماء والصفات	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	عربی	غیر مطبوعہ
50	تذکرۃ الحفاظ	علامہ محمد بن احمد ذہبی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
51	میزان الاعتدال فی نقد الرجال	علامہ محمد بن احمد ذہبی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
52	تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال	حافظ احمد بن عبداللہ خزرجی	عربی	غیر مطبوعہ

53	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ؓ	علامہ ابنِ حجر عسقلانی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ

لُغتِ حدیث

54	مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی	عربی	غیر مطبوعہ

فقہ

55	الاسعاف فی حکم الاوقاف	شیخ ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
56	الاعلام بقواطع الاسلام	علامہ ابنِ حجر مکّی	عربی	غیر مطبوعہ
57	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی	عربی	غیر مطبوعہ
58	الجوہرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری	علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حدادیمنی	عربی	غیر مطبوعہ
59	جواہرِ اخلاطی	علامہ ابراہیم بن ابوبکر اخلاطی	عربی	غیر مطبوعہ
60	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ ابنِ نجیم حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
61	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

62	منحۃ الخالق شرح کنز الدقائق	علامہ ابنِ عابدین شامی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
63	فتاوی بزازیہ	علامہ محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
64	فتاوی انقرویہ	علامہ محمد بن حسین انقروی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
65	فتاوی عالمگیری	ملا نظام الدین دہلوی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
66	فتاوی تاتارخانیہ	علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی	عربی	غیر مطبوعہ
67	فتاوی سراجیہ	علامہ سراج الدین علی بن عثمان اوشی	عربی	غیر مطبوعہ
68	فتاوی حدیثیہ	علامہ ابنِ حجر مکی	عربی	غیر مطبوعہ
69	فتاوی زینبیہ	شیخ ابو طالب حسین بن محمد بن علی زینبی	عربی	غیر مطبوعہ
70	فتاوی غیاثیہ	علامہ داؤد بن یوسف خطیب حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
71	حلیۃ المحلّی شرح منیۃ المصلّی	علامہ محمد بن محمد بن امیر الحاج	عربی	غیر مطبوعہ

72	غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی[9]	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی	عربی	غیر مطبوعہ
73	العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ[10]	علامہ سید ابنِ عابدین شامی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
74	منۃ الجلیل	علامہ سید ابنِ عابدین شامی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
75	جامع الرموز	علامہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی	عربی	غیر مطبوعہ
76	جامع الفصولین[11]	شیخ بدر الدین محمود بن اِسماعیل حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
77	ہدایہ	علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
78	فتح القدیر شرح ہدایہ	علامہ کمال الدین بن ہمام حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
79	عنایہ شرح ہدایہ	علامہ محمد بن محمد بابرتی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
80	درر الحکام شرح غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	عربی	غیر مطبوعہ
81	خلاصۃ الفتاوی	علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری	عربی	غیر مطبوعہ

82	معین الحکام	علامہ ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
83	مراقی الفلاح	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	عربی	غیر مطبوعہ
84	مجمع الانہر	علامہ عبدالرحمن بن محمد حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
85	کتاب الخراج	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
86	طلبۃ الطلبۃ	علامہ نجم الدین عمر بن محمد نسفی	عربی	غیر مطبوعہ
87	اتحاف الابصار والبصائر		عربی	غیر مطبوعہ
88	الاصلاح شرح الایضاح		عربی	غیر مطبوعہ
89	شفاء الاسقام	ابو سعید شعبان بن محمد قرشی	عربی	غیر مطبوعہ
90	فتح المعین	سید محمد ابی السعود حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
91	شعار السفار		عربی	غیر مطبوعہ

92	جامع الصغار		عربی	غیر مطبوعہ
93	کتاب الانوار		عربی	غیر مطبوعہ
94	حسن عجیمی		عربی	غیر مطبوعہ
95	خادمی		عربی	غیر مطبوعہ
96	فتاوی زربیئیہ		عربی	غیر مطبوعہ
97	کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ	علامہ عبدالوہاب شعرانی	عربی	غیر مطبوعہ
98	مسلک متقسط شرح منسک متوسط		عربی	غیر مطبوعہ
99	رسائل الارکان	علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین لکھنوی	عربی	غیر مطبوعہ
100	شرعۃ الاسلام	علامہ محمد بن ابوبکر مفتی	عربی	غیر مطبوعہ
101	احکام الاوقاف	علامہ ابوبکر احمد بن عمرو خصاف	عربی	غیر مطبوعہ

102	فوائدِ کتب عدیدہ		عربی	غیر مطبوعہ
103	رسائل قاسم	علامہ قاسم بن خلیل رومی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
104	مسائرہ	علامہ قاسم بن خلیل رومی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
105	مسامرہ	علامہ قاسم بن خلیل رومی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
106	حاشیۃ الطحطاوی علی الدرّ المختار [۱۲]	علامہ سید احمد طحطاوی حنفی	عربی	مرکزی مجلس رضا، لاہور
107	فتاوی خیریہ [۱۳]	علامہ خیر الدین رملی حنفی	عربی	منظمۃ الدعوۃ الاسلامیۃ، لاہور
108	ردّ المحتار المعروف بہ فتاوی شامی [۱۴]	علامہ سید ابنِ عابدین شامی حنفی	عربی	مکتبۃ المدینہ، کراچی المجمع الاسلامی، مبارکپور
109	تکملۃ ردّ المحتار	علامہ سید ابنِ عابدین شامی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
110	فتاوی عزیزیہ	شاہ عبد العزیز دہلوی	فارسی	غیر مطبوعہ
111	النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیہ [۱۵]	امام احمد رضا خان بریلوی	اردو	مکتبۂ قادریہ، لاہور

112	نور الادلۃ للبدور الاجلۃ [16]	امام احمد رضا خان بریلوی	اردو	رضا اکیڈمی، ممبئی
113	الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ [17]	امام احمد رضا خان بریلوی	عربی	رضا فاؤنڈیشن، لاہور

اصولِ فقہ

114	مسلم الثبوت	علامہ محمد محب اللہ بہاری	عربی	غیر مطبوعہ
115	فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت	علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین لکھنوی	عربی	غیر مطبوعہ
116	غمز عیون البصائر فی محاسن الاشباہ والنظائر [18]	علامہ احمد بن محمد مکی حموی مصری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

رسم المفتی

117	رسائل الشامی	علامہ سید ابن عابدین شامی	عربی	غیر مطبوعہ

عقائد و کلام

118	تحفۂ اثنا عشریہ ★	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	فارسی	غیر مطبوعہ

★- مرآۃ التصانیف صفحہ 271 پر ہے کہ علامہ محمد صدیق ہزاروی صاحب نے ان حواشی کا ترجمہ و تحقیق کیا ہے جو غلط ہے۔ اس کی تصدیق حضرت موصوف نے خود کی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

119	شرح فقہ اکبر	مُلّا علی قاری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
120	شرح مواقف	میر سید شریف جرجانی	عربی	غیر مطبوعہ
121	شرح المقاصد	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	عربی	غیر مطبوعہ
122	عقائدِ عضدیہ	قاضی عضد الدین ایجی	عربی	غیر مطبوعہ
123	حاشیہ خیالی علیٰ شرح العقائد [19]	علامہ احمد بن موسیٰ خیالی	عربی	غیر مطبوعہ
124	الصواعق المحرقہ	علامہ ابنِ حجر مکی	عربی	غیر مطبوعہ
125	التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ	امام محمد بن محمد غزالی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
126	مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ	احمد بن مصطفیٰ طاشکبری زادہ	عربی	غیر مطبوعہ
127	تحفۃ الاخوان		عربی	غیر مطبوعہ
128	علم الکلام		عربی	غیر مطبوعہ

129	تہافت الفلاسفة	امام محمد بن محمد غزالی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
130	تہافت الفلاسفة	ابوالولید ابن رُشد مالکی	عربی	غیر مطبوعہ
131	الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر	امام عبدالوہاب شعرانی	عربی	غیر مطبوعہ
132	المعتقد المنتقد [20]	علامہ فضلِ رسول قادری بدایونی	عربی	مکتبۂ حامدیہ، لاہور مکتبۂ ایشیق، استنبول
133	الدولة المکیة بالمادة الغیبیة [21]	امام احمد رضا خان بریلوی	عربی	مؤسسۂ رضا، لاہور مکتبۂ ایشیق، استنبول
134	اذاقة الآثام لمانعی عمل المولد والقیام [22]	مولانا نقی علی خان بریلوی	اردو	مطبعِ اہلِ سُنّت، بریلی

فضائل و سیَر، تاریخ

135	شرح الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	ملا علی قاری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ
136	شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ	علامہ محمد عبدالباقی زرقانی	عربی	غیر مطبوعہ

137	ہمزیہ		عربی	غیر مطبوعہ
138	الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	عربی	غیر مطبوعہ
139	خلاصۃ الوفا	علامہ علی بن احمد سمہودی	عربی	غیر مطبوعہ
140	عصر الشارد		عربی	غیر مطبوعہ
141	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون [۲۳]	حاجی خلیفہ کاتب چلپی	عربی	غیر مطبوعہ
142	مقدمۃ ابن خلدون	علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون	عربی	غیر مطبوعہ
143	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	امام تقی الدین سبکی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ

تصوّف

144	احیاء علوم الدین	امام محمد بن محمد غزالی شافعی	عربی	غیر مطبوعہ
145	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابنِ حجر مکی	عربی	غیر مطبوعہ
146	میزان الشریعۃ الکبریٰ	علامہ عبدالوہاب شعرانی	عربی	غیر مطبوعہ

147	الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ	علامہ عبدالغنی نابلسی	عربی	غیر مطبوعہ
148	بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار	امام ابوالحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی	عربی	غیر مطبوعہ
149	الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز	علامہ احمد بن مبارک سجلماسی مالکی	عربی	غیر مطبوعہ
150	مدخل	علامہ ابن امیر الحاج	عربی	غیر مطبوعہ

تجوید

151	المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	مُلّا علی قاری حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

صرف

152	علم الصیغہ	مفتی عنایت احمد کاکوروی	فارسی	غیر مطبوعہ

منطق

153	میر زاہد	مُلّا زاہد ہروی	عربی	غیر مطبوعہ
154	مُلّا جلال	ملا جلال الدین دوّانی	عربی	غیر مطبوعہ

فلسفہ

155	اصولِ طبعی		عربی	غیر مطبوعہ
156	شمسِ بازغہ	ملا محمود جونپوری	عربی	غیر مطبوعہ

لغت

157	صراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد قرشی	فارسی	غیر مطبوعہ
158	تاج العروس	علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی	عربی	غیر مطبوعہ

جفر

159	الکواکب الدریۃ [۲۴]		عربی	مرکزی مجلس رضا، لاہور رضا اکیڈمی، ممبئی

توقیت

160	جامع الافکار		فارسی	ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی

161	خزانۃ العلم		فارسی	غیر مطبوعہ
162	زبدۃ المنتخب		فارسی	غیر مطبوعہ

ھیئت

163	کتاب الصور	صوفی عبدالرحمٰن	عربی	غیر مطبوعہ
164	شرح چغمینی	قاضی زادہ رومی	عربی	غیر مطبوعہ
165	شرح تذکرہ	قاضی زادہ رومی	عربی	غیر مطبوعہ
166	تصریح شرح تشریح	شیخ امام الدین بن لطف اللہ مہندس لاہوری	عربی	غیر مطبوعہ
167	شرح باکورہ		عربی	غیر مطبوعہ
168	علم الہیئت		عربی	غیر مطبوعہ
169	طیب النفس		عربی	غیر مطبوعہ

170	رفع الخلاف فی دقائق الاختلاف			عربی	غیر مطبوعہ
171	رسالہ کسوف وخسوف			فارسی	غیر مطبوعہ

نجوم

172	حدائق النجوم			عربی	غیر مطبوعہ

زیجات

173	برجندی			عربی	غیر مطبوعہ
174	زلالات البرجندی			عربی	غیر مطبوعہ
175	زیج بہادر خانی			فارسی	غیر مطبوعہ
176	فوائد بہادر خانی			فارسی	غیر مطبوعہ
177	جامع بہادر خانی			فارسی	غیر مطبوعہ

178	زیج الاجد		عربی	غیر مطبوعہ
179	زیج الایلخانی	خواجہ نصیر الدین طوسی نیشاپوری	عربی	غیر مطبوعہ

جبر و مقابلہ

180	القواعد الجلیلۃ فی الاعمال الجبریۃ		عربی	غیر مطبوعہ

ہندسہ

181	اصولِ ہندسہ		عربی	غیر مطبوعہ

اقلیدس

182	تحریر الاقلیدس	خواجہ نصیر الدین طوسی نیشاپوری	عربی	غیر مطبوعہ

تکسیر

183	الدرّ المکنون		عربی	غیر مطبوعہ

تعبیر

184	تعطیر الانام			عربی	غیر مطبوعہ

لوگارثم

185	رسالہ علم لوگارثم			اُردو	ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی

عروض

186	میزان الافکار			فارسی	غیر مطبوعہ

مثلث

187	رسالہ علم مثلث کُروی [۲۵]			فارسی	مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

مآخذ

1- المصنفات الرضویہ از مولانا عبد المبین نعمانی قادری

2- ماہنامہ المیزان ''امام احمد رضا نمبر'' مارچ 1976ء ممبئی.

3- مرآۃ التصانیف از مولانا حافظ محمد عبد الستار قادری سعیدی

4- امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حاشیہ نگاری از علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی

5- سوانح امام احمد رضا از علامہ بدر الدین احمد قادری رضوی

6- امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان وادب میں خدمات از ڈاکٹر محمود حسن بریلوی

7- مقدمہ بر رسالہ در علم لوگارثم از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد قادری

8- فہرست حواشی از علامہ سید وجاہت رسول قادری

حواشی

1- مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی حفظہ اللہ (مُدرّسِ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے اِس حاشیہ پر تحقیق کی ہے نیز اُردو ترجمہ ومختصر تشریح بھی فرمائی ہے۔۱۲محمد رضا

2,3,4- اِن حواشی پر راقم نے تحقیق کی ہے۔۱۲محمد رضا

5- علامہ سیّد غلامِ مصطفٰی عقیل بخاری حفظہ اللہ نے اِس پر تحقیق وترجمہ کیا ہے۔۱۲محمد رضا

6- یہ حاشیہ متن کے صرف اڑھائی صفحات پر ہے جس کا نام ''زواہر الجنان من جواہر البیان'' معروف باسمِ تاریخی ''سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الوریٰ''
(۱۲۹۷ھ) ہے۔۱۲محمد رضا

7- اس حاشیہ کا تاریخی نام ''ذیل المدعاء لاحسن الوعاء'' (۱۳۰۶ھ) ہے۔۱۲محمد رضا

8- علامہ علی احمد سندھیلوی حفظہ اللہ نے اس پر تحقیق کی ہے۔۱۲محمد رضا

9- اِس حاشیہ پر مولانا محمد حسین رضا قادری حفظہ اللہ (رکن المدینۃ العلمیۃ، کراچی) نے تحقیق کی ہے۔۱۲محمد رضا

10- اِس حاشیہ پر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل حفظہ اللہ نے اورینٹل کالج لاہور سے ایم فل کے مقالہ لکھنے کے سلسلے میں تحقیق کی ہے۔۱۲محمد رضا

11- مرآۃ التصانیف صفحہ ۶۳ پر ہے کہ اِس حاشیہ پر شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری دَامَت بَرَکَاتُہُمُ العَالِیَۃُ نے تحقیق کی ہے جو سراسر غلط ہے۔ میں نے بذاتِ خود حضرت علامہ سے اِس کی تصدیق کی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

12- مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی حفظہ اللہ (مُدرّسِ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) نے اِس حاشیہ پر تحقیق کی ہے نیز اُردو ترجمہ و مختصر توضیح بھی فرمائی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

13- اس حاشیہ پر مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ نے تحقیق کی ہے۔ مرآۃ التصانیف صفحہ ۶۴ پر ہے کہ مولانا علی احمد سندھیلوی حفظہ اللہ نے بھی اِس حاشیہ پر تحقیق کی ہے صحیح نہیں ہے۔ علامہ صاحب نے خود اِس بات کی تصدیق کی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

14- اس حاشیہ کا نام "جَدّ المُمتار علیٰ ردّ المحتار" ہے اور مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی (استاذ الجامعۃ الاشرفیۃ "مصباح العلوم"، مبارکپور) اور علمائے "المدینۃ العلمیۃ" (فیضانِ مدینہ دعوتِ اِسلامی، کراچی) نے اِس کی تحقیق وتدوین کی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

15- اس حاشیہ کا تاریخی نام "الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ" (۱۲۹۵ھ) ہے اور یہ فتاوٰی رضویہ (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) کی کتاب الحج جلد ۱۰ میں موجود ہے۔ ۱۲ محمد رضا

16- اس حاشیہ کا اسمِ تاریخی "رفع العلّۃ عن نور الادلّۃ" (۱۳۰۴ھ) ہے اور یہ فتاوٰی رضویہ (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) کی کتاب الصوم جلد ۱۰ میں شامل ہے۔ ۱۲ محمد رضا

17- اس کا صرف ایک حاشیہ اُردو میں ہے، بقیہ عربی میں ہیں اور یہ فتاوٰی رضویہ (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) کی کتاب الحظر والاباحۃ جلد ۲۲ میں مطبوع ہیں۔ ۱۲ محمد رضا

18,19- اِن حواشی پر مولانا محمد حسین رضا قادری حفظہ اللہ (رکن المدینۃ العلمیۃ، کراچی) نے تحقیق کی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

20- اس حاشیہ کا اسمِ تاریخی "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" (۱۳۲۰ھ) ہے۔ ۱۲ محمد رضا

21- اس کتاب پر دو حواشی ہیں جن کے تاریخی نام "الفیوضات الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" (۱۳۲۵ھ) اور "انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئ" (۱۳۲۶ھ) ہیں۔ مؤخر الذکر حاشیہ پر بھی ایک حاشیہ ہے جس کا تاریخی نام "حاسم المفتری علی السید البری" (۱۳۲۸ھ) ہے۔ ۱۲ محمد رضا

22- اِس حاشیہ پر راقم نے تحقیق کی ہے۔ ۱۲ محمد رضا

23- اس کا تاریخی اسم "رشاقۃ الکلام فی حواشی اذاقۃ الآثام" (۱۳۱۱ھ) ہے۔ ۱۲ محمد رضا

24- اس کا اسمِ تاریخی "الثواقب الرضویۃ علی الکواکب الدریۃ" (۱۳۲۲ھ) ہے۔ ۱۲ محمد رضا

25- یہ حاشیہ "اعالی العطایا فی الاضلاع والزوایا" جو کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمِ مثلّث پر چار رسائل کا مجموعہ ہے، میں شامل ہے۔ ۱۲ محمد رضا

اھم گزارش

قارئینِ کرام! ایک بات کی طرف توجہ مبذول کروانا بے حد ضروری ہے! وہ یہ کہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام حواشی نہ تو مطبوعہ ہیں اور نہ ہی سب کی اصل دستیاب ہے* جن سے تمام حواشی اور ان کے ماتنین و مصنفین کی مکمل طور پر نشاندہی ہو سکے۔ اس لیے جن مصنفین کا معلوم ہوا، اُن کے نام لکھ دیے گئے ہیں، بقیہ کے نہیں لکھے گئے۔ بعض کتابوں کے مصنفین کے نام تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں نہ مل سکے۔ بہر حال اِس دوران اگرچہ بہت اِحتیاط برتی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی غلطی کوتاہی ہوگئی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔ اہلِ علم سے عاجزانہ درخواست ہے کہ اگر وہ اِس سلسلے میں کوئی بھی قابلِ اِصلاح بات پائیں تو اَزراہِ کرم محض برائے حصولِ رضائے الٰہی ہماری اِصلاح فرمادیں اور اپنے مفید مشوروں سے ہمیں نوازتے رہیں۔

نـوٹ: یہ فہرست حتمی نہیں ہے۔ مآخذ کتب اور پیشِ نظر مخطوطاتِ حواشی پر اعتماد کرتے ہوئے ترتیب دی گئی ہے۔ اس میں اِصلاح کی گنجائش ہے۔

نیازمند

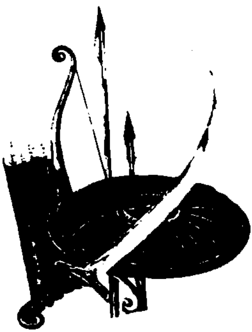
محمد رضاء الحسن قادری

0321-9425765

*- ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (کراچی) اور رضا لائبریری (جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے حواشی کے عکس موجود ہیں، ان سے کافی مدد لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حواشی پر کام کرنے والے محققین نے خصوصاً اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائی۔ مَیں ان کا تہِ دِل سے شکرگزار ہوں۔ ان اجرھم الا علی اللہ۔ ۱۲ محمد رضا

تذکرہ سید الشہداء

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ



تالیف

محمد عابد عمران انجم مدنی

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور
Ph: 042 7249 515

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
کی صوفیانہ سیرت اور شریعت و طریقت میں
آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ و مقام پر مشتمل دو تحقیقی مقالے

بنام

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور تصوف

مقالہ نگاران

مولانا محمد احمد مصباحی اعظمی
استاذ جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم
و رکن المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا)

پروفیسر سید اعجاز احمد مدنی
برہانی کالج ممبئی

مرتب
محمد رضاء الحسن قادری

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور
Voice: 042-7249515



نورانی حکایات
کشف المحجوب
الصحیفۃ الصحیحۃ
المعروف
صحیفہ ہمام بن منبہ
کرمانوالہ بک شاپ